THE HISTORY AND CIVILIZATION OF THE ANCIENT WORLD

قدیم دنیا کی تاریخ و تہذیب

حضرت آدمؑ سے لے کر آغاز اسلام تک

صاحبزادہ مسعود الحسن خان صابری

ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ
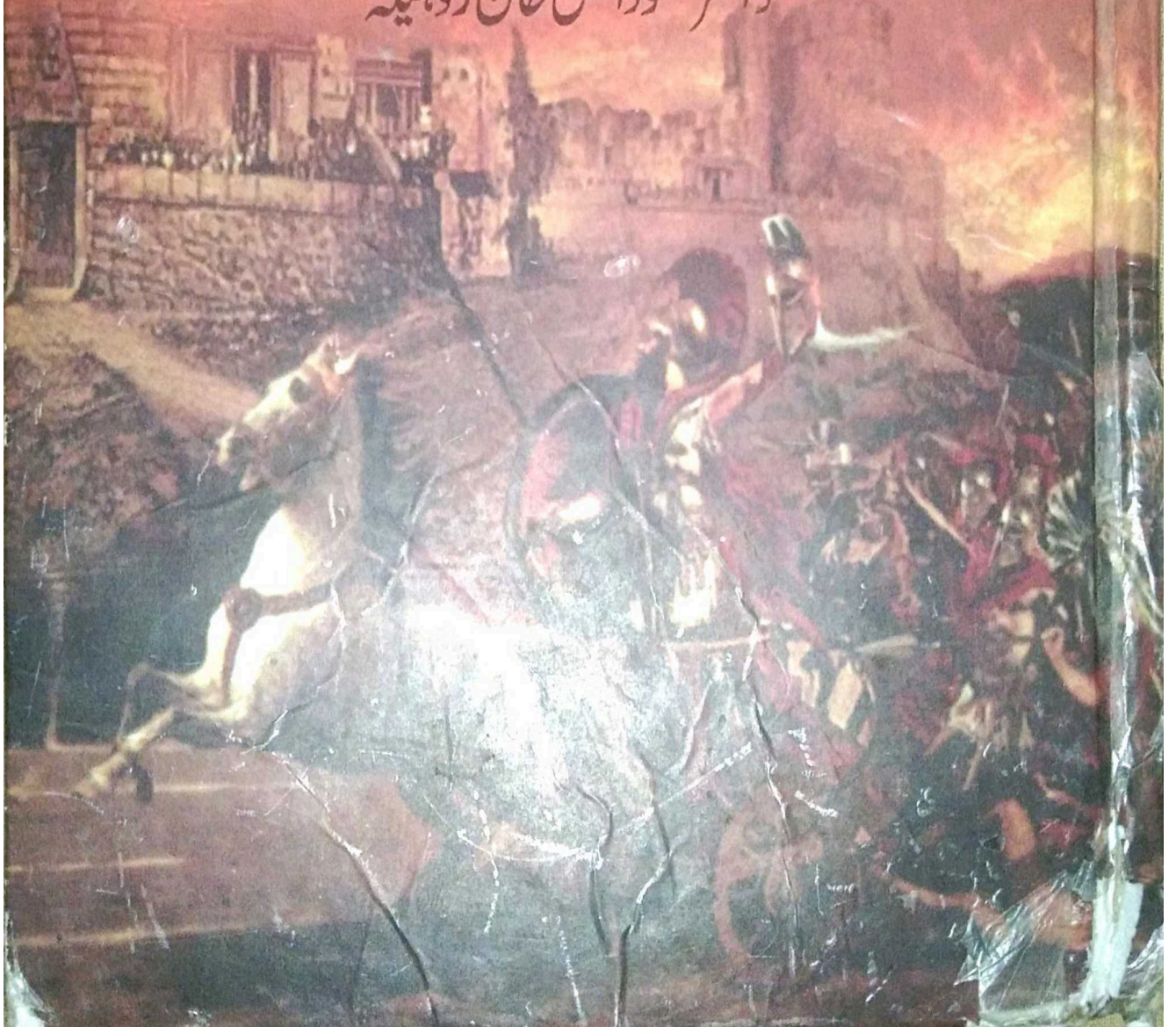
پیش لفظ

زیر مطالعہ کتاب جو قدیم دنیا کی تاریخ ہے، یہ دراصل میرے والد صاحبزادہ مسعود الحسن خان صابری صاحب کا کام ہے۔ آپ نے اپنے انتقال (12 دسمبر 2009ء) سے قبل اس موضوع پر کافی مواد اکٹھا کر کے تیار کر لیا تھا جس کے بڑے سائز کے تقریباً 1300 صفحات بنتے تھے۔ یہ کتاب اسی مواد کا وہ حصہ ہے جو قدیم دنیا سے متعلق ہے۔ آپ کے انتقال کے بعد اس حصہ کو دوبارہ سے جانچا گیا اور جہاں کہیں خلاء رہ گیا تھا وہاں پر مواد فراہم کر کے اسے پر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حتی الامکان سعی کی گئی ہے کہ اصل مصنف کے جو خیالات لکھے ہیں اور انہوں نے جو ترتیب دی ہے وہ متاثر نہ ہو، یہاں تک کہ اس کا انتساب بھی آپ کی خواہش کے مطابق رکھا گیا ہے۔

اس کتاب میں قدیم دنیا کے حوالے سے تاریخ وتہذیب پر بحث کی گئی ہے۔ دنیا کی مختلف تہذیبوں اور ادوار پر تو الگ الگ کتابیں ملتی ہیں لیکن مجموعی تاریخ پر کتابیں بہت کم ہیں۔ اس کمی کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔ امید ہے کہ قارئین کے لیے یہ کتاب بہت معاون ثابت ہوگی۔

میں بک فورٹ کے زاہد محی الدین صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی ایک شاندار شکل میں اشاعت کا اہتمام کیا۔

خیر اندیش

ڈاکٹر مسعود الحسن خان روہیلہ، ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

مکان نمبر B-69، صابری اسٹریٹ نمبر 12،

صداقت پارک، سانده خورد، لاہور

0300-4573727

0346-4058805

قدیم دنیا کی تاریخ وتہذیب

فہرست تصاویر

فہرست نقشہ جات

ابتدا

کرۂ ارض شروع شروع میں شعلہ بار مادّے کاایک بہت بڑا گولا تھا جو فضا کے ناپیدا کنار سمندر میں دھوئیں کے سے بادل کی مانند تھا۔کئی سال بعد اس پر چٹانوں کی ایک ہلکی سی تہ نمودار ہوئی جن پر موسلادھار مینہ برسا۔سخت پتھر بارش کے پانی میں حل ہو گئے۔گدلا پانی وادیوں میں بہہ نکلا۔کرّے کی سطح پر پانی کے چند تالاب سے بن گئے ہیں جو بعد میں عظیم سمندر بن گئے۔

پہلا جاندار ذرہ سمندر کی سطح پر پیدا ہوا۔

کئی سال یہ پانی کے بہاؤں میں بہتا رہا اور زمین کے ناموافق حالات سے مایوس ہو گیا۔جھیلوں اور جوہڑوں کی تاریک گہرائیوں ہی میں رہے۔بہت سی مٹی اور کیچڑ پہاڑوں کی چوٹیوں سے بہہ کر نیچے آئی تھی اس نے جڑیں پکڑ لیں اور پودے بن گئے۔بعض ادھر ادھر گھومتے رہے۔ان کے جسم میں سے بچھوؤں کی سی عجیب وغریب جوڑ دار ٹانگیں نمودار ہوئیں۔بعض چھلکوں والے ذرّے ایسے بھی تھے جنھیں ادھر ادھر تیرنا پڑتا اور پھر سمندر مچھلیوں سے آباد ہو گیا۔

اس دوران پودوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔انہیں نئی جگہیں تلاش کرنی پڑیں وہ پانی کو الوداع کہہ کر پہاڑوں کے دامن میں کیچڑ اور دلدلوں کے اندر سکونت اختیار کر گئے۔رفتہ رفتہ جھاڑیاں اور درخت بنے اور پھول پیدا کرنا سیکھا۔جب پھول اُگے تو بھنورے رس چوستے پرندے دور دور تک بیج اڑا کر لے گئے اور ساری زمین پر سبزہ ہو گیا اور بڑے بڑے درخت اُگ آئے۔

بعض مچھلیوں نے سمندر سے باہر نکل کر گلپھڑوں کی بجائے پھیپڑوں سے سانس لینا

سیکھا۔ ان کو خاکابی کہتے ہیں وہ خشکی اور تری دونوں جگہ آسانی سے زندہ رہ سکتے تھے۔ مثلاً مینڈک
بعض نے رینگنا سیکھنا اور جنگلوں میں کیڑے مکوڑوں کے ساتھ رہنے لگے۔ زمین پر تیزی سے
چلنے کی خواہش سے ٹانگیں اور جسامت بھی بڑھ گئی۔ دنیا بڑے بڑے جانوروں سے آباد ہوگئی۔ علم
حیوانات کی کتابوں میں ان کے نام اختیا سورس، میگلا سورس اور برانتوس سورس آئے ہیں۔

ان میں سے بعض درختوں پر چڑھ گئے اور وہیں رہنے لگے۔ چلنا پھرنا موقوف ہوگیا تو
ٹانگوں کی ضرورت نہ رہی ہلیکن ایک شاخ سے دوسری شاخ تک حرکت کرنے کے لئے اپنی جلد کی
جھلی سی بنالی اور اسے پتنگ کی طرح پھیلالیا، اُڑنے لگے اور پرندے بن گئے۔

اس کے بعد بڑے بڑے عظیم الجثہ رینگنے والے جانور سب مرگئے۔ اس کا سبب معلوم
نہیں ہوسکا۔ جانور دس لاکھ سال تک اس دنیا میں رہے اور پھر مرگئے۔

ان کی جگہ بالکل مختلف قسم کے جانوروں نے لی جو اپنے بچوں کو چھاتیوں کا دودھ
پلاتے تھے ان کے بال اُگ آئے۔ جب تک بچہ پیدا نہ ہوجاتے مادہ اپنے انڈے جسم کے اندر
ہی چھپاتی تھی۔ باقی جانور اپنے بچوں کو گرمی اور سردی میں بھی چھوڑ دیتے۔ لیکن دودھ پلانے
والے بہت مدت تک بچوں کو ساتھ رکھتے اور ان کے بڑے ہونے تک خود ان کی حفاظت کرتے
۔ یوں یہ بچے کئی باتیں اپنی ماں سے سیکھ لیتے اور زیادہ آسانی سے زندہ رہ سکتے۔

ان بے شمار بے زبان جانوروں میں ایک جانور عقل وشعور کو کام میں لایا اور یہ ''انسان''
کہلایا۔ اس نے پہلے اگلی ٹانگوں سے شکار کرنے کی عادت ڈالی جو پنجے کی شکل سی بن گئی۔ پھر
انتہائی کوششوں سے پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہونا سیکھا۔ یہ جانور بندر یا بن مانس جیسا تھا۔ ہر قسم کی آب
وہوا میں رہ لیتا تھا۔ حفاظت کی خاطر ہم جنسوں کی ایک ٹولی بنا کر سفر کرتا۔ بچوں کو خطرے سے آگاہ
کرنے کے لئے عجیب آوازیں نکالتا، انہیں آوازوں سے گفتگو کرنا سیکھا۔

۞

قدیم ترین انسان

قدیم ترین انسان دودھ پلانے والا ٹھنگنا۔ بدصورت۔ بدوضع پست قد تھا گرمی اور سردہوا سے اس کی رنگ سنولا گئی تھی۔ دھڑ کا بیشتر حصہ لمبے موٹے سخت بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ماتھا تنگ' انگلیاں پتلی مضبوط' تنگ دھڑ تنگ رہتا تھا۔

قدیم انسان بڑے تاریخ اور مرطوب جنگلوں میں رہتا تھا۔ بھوک لگتی تو درختوں کے پتے یا جڑیں ویسے ہی چبا جاتا، کسی جانور کے انڈے زبردستی چھین لیتا۔ کبھی کبھار کسی چڑیا یا جنگلی کتے یا خرگوش کو کچا ہی کھا جاتا۔ پکانا بھی نہ سیکھا تھا۔

قدیم انسان خوراک کی تلاش میں وحشی جانوروں کی طرح پھرتا رہتا۔ زات کو بچوں کو کسی درخت کی کھوکھ یا بڑی چٹانوں کی اوٹ میں چھپا دیتا۔ کیونکہ چاروں طرف خونخوار درندے تھے۔

زمانہ تاریخ سے قبل کا انسان

زمانہ تاریخ سے پہلے کا انسان اپنے لئے چیزیں بنانا شروع کرتا ہے

انسان وقت ۔پیدائش۔شادی' موت کسی واقعے یا وقت کی کوئی یادداشت محفوظ نہ رکھتا تھا۔ سرسری طور پر صرف موسموں کے تسلسل کا احساس تھا۔ موسم میں خلل آ گیا۔ گرمیوں کے دن بہت دیر میں آنے سے پھل کچے رہ گئے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں جن پر گھاس اُگا کرتی تھی برف کے نیچے ڈھکی رہ گئیں۔ بہت سے وحشی لوگ جو گردونواح کے لوگوں سے کافی مختلف تھے بلند چوٹیوں سے اتر کر آ گئے۔ ان کے جسم فاقوں سے لاغر تھے۔ ان کی بولی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ بس اتنا معلوم تھا وہ بھوکے تھے۔ خوراک کی کمی تھی۔ چنانچہ جب ان کو آئے کئی دن گزر گئے تو خوفناک

لڑائی شروع ہوگئی ۔دونوں نے اپنے پاؤں اور ہاتھوں سے ایک دوسرے کو نوچنا شروع کیا۔ خاندان کے خاندان اس میں مارے گئے ۔ جو زندہ بچے وہ واپس پہاڑوں کو بھاگ گئے ۔

لیکن جنگل کے رہنے والے لوگ بہت سہم گئے کیونکہ دن چھوٹے ہوتے جاتے تھے اور راتوں کو سردی پہلے سے زیادہ پڑنے لگی تھی ۔آخر کار ایک بہت بڑا گلیشیر ڈھلوان پر نظر آیا جس نے بڑے بڑے پتھروں کو وادی میں دھکیل دیا۔ پھر جنگل کے باشندوں کے اوپر آن گرے۔ پھر برف پڑنے لگی جو کئی مہینوں تک پڑتی رہی ۔ پودے مر گئے ۔ جانور سورج کی تلاش میں جنوب کی سمت بھاگے ۔انسان بھی ان کے پیچھے ہولیا لیکن اس نے سوچ سے کام لیا۔

انسان نے اپنے جسم کو ڈھانپنے کے لئے گڑھے کھودنا سیکھا۔ان پر شاخوں اور پتوں کی چھت ڈالی ۔ ریچھوں کو پکڑا ان کو ہلاک کر کے ان کی کھالیں لے کر کوٹ بنائے ۔ پھر گھر بنانے کا سوال پیش آیا۔ جانوروں کو نکال کر غاروں کا مالک بن بیٹھا۔

پھر بھی سردی شدید پڑتی تھی اکثر بوڑھے اور جوان ہزاروں کی تعداد میں مرنے لگے اس پر کسی کو آگ تاپنے کا خیال آیا جنگل سے ایک سلگتی ہوئی شاخ سے درخت کو جلایا اور ٹھنڈے غار کو گرم بنالیا۔اس کے بعد خوراک پکا کر کھانے لگے ۔

ہزار ہا سال بعد صرف وہی انسان باقی رہ گئے جو دماغ تیز ہونے کی وجہ سے تھے ۔دن رات سردی اور بھوک کا مقابلہ کیا انسان نے پتھروں کو تراش کر کلہاڑے بنائے اور ہتھوڑے تیار کئے ۔خوراک کا ذخیرہ جمع کیا مٹی کے پیالے اور ظروف بنائے ۔

❁

قدیم دور کا انسان

دنیا کا قدیم نقشہ

انسانی ہجرت

بنی نوع انسان کے قدیم ترین اجداد تقریباً 5لاکھ سال قبل جنوبی افریقہ کے غاروں میں رہتے تھے۔ان کی مشہور جائے مستقر ابو پول غار نمبر 17(Apollo 11 Cave) تھی۔ اس کے علاوہ بھی دیگر مقامات پر سکونت پذیر تھے۔ایک لاکھ بیس ہزار سال قبل یہ وہاں سے ہجرت کر کے نکلے اور ایک لاکھ قبل مسیح میں شمالی افریقہ میں تیونس، مصر، شام، عراق کی جانب آباد ہو گئے۔ تقریباً ساٹھ ہزار ق م میں یہ ہندوستان اور ایران کے اوپر سے ہوتے ہوئے مشرق بعید میں چین اور ویت نام تک چلے گئے۔ پھر وہاں سے موجودہ انڈونیشیا سے گذر کر پچاس ہزار ق م میں آسٹریلیا پہنچ گئے۔ان کی ایک اور شاخ 50,000 سال ق م میں یوگوسلاویہ کی جانب آ گئی اور یورپ میں پھیل گئی۔اس کے بعد یہ ماسکو اور سائبیریا کے راستے الاسکا تک گئے پھر کینیڈا آ گئے یہاں سے 15000 ق م میں میکسیکو اور 9000 ق م میں چلی کے جنوب میں چلے گئے۔

تقریباً ایک لاکھ سال ق م میں انسانوں کی دو نسلیں آباد تھیں ایک نینڈر تھلز Neanderthals جو یورپ اور مغربی ایشیا میں دو لاکھ سال قبل مسیح سے آباد تھے۔ دوسرے ہوموسیپئنز (Homo Sapiens) جو بیس ہزار سال قبل مسیح تک جنوبی افریقہ میں آباد تھے۔ ان کی نسل سے ہی موجودہ انسان ہے۔

ابتدائی انسان کی ہجرت
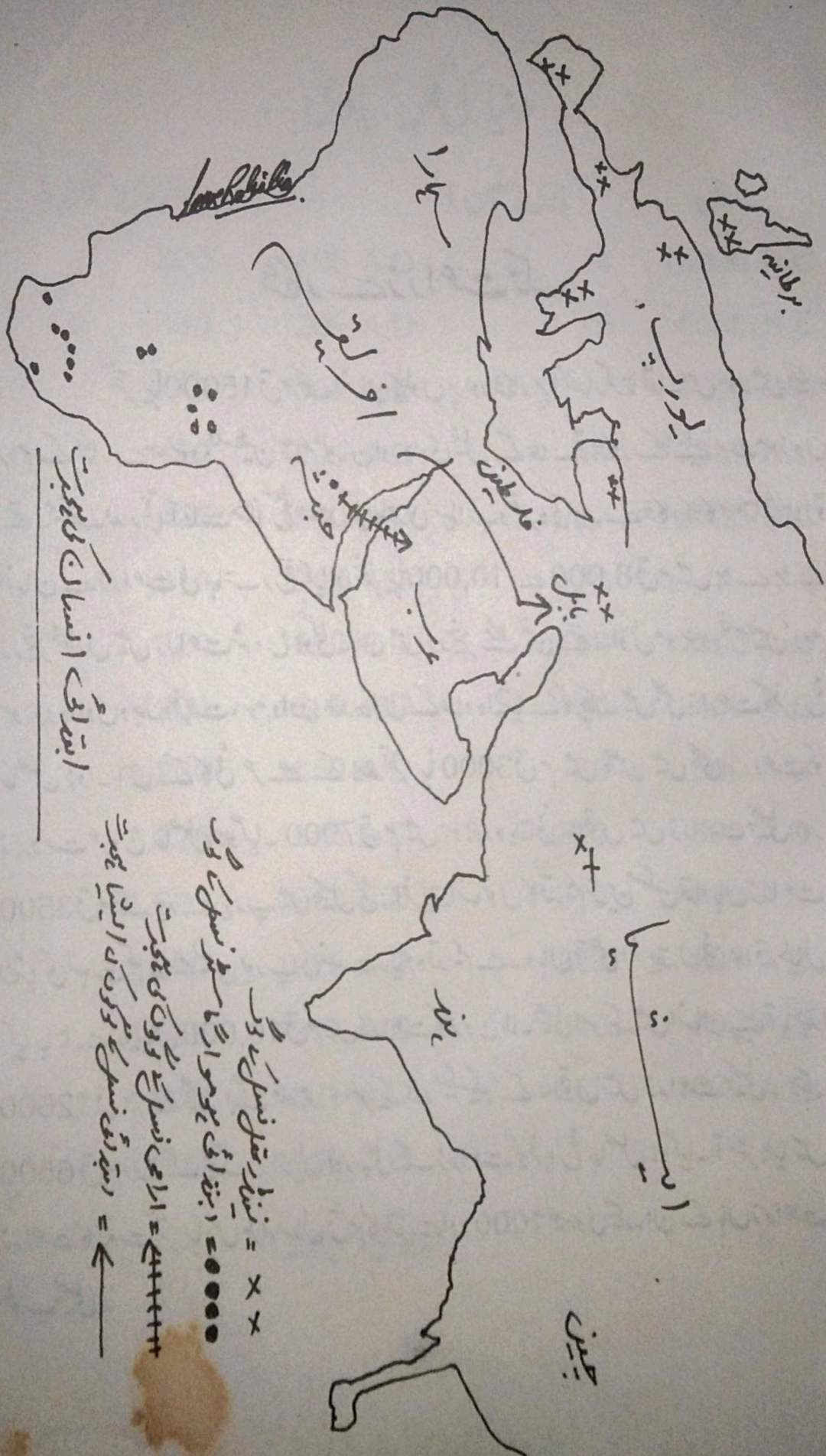
شکار سے زراعت تک

تقریباً15000 ق م تک انسان پھلوں پر اور شکار پر انحصار کرتا تھا۔ اس دور میں بحیرہ روم کے کنارے موجودہ فلسطین، شام، لبنان اور وادی نیل کے علاقے شکار کے لیے بہت موزوں تھے۔ مختلف قدرتی آفات مثلاً سطح سمندر کی بلندی، سیلاب وغیرہ کی وجہ سے شکار کا کام متاثر ہوا تو انسان نے زراعت کی جانب رخ کیا اور تقریباً 10,000 سے 8,000 ق م میں بڑے بڑے زرخیز خطوں میں زراعت شروع ہوگئی۔ ان میں زرخیز خطے تین تھے۔ اوّل موجودہ فلسطین، دوم موجودہ وادی دجلہ وفرات، سوم وادی سندھ اس کے علاوہ ایشیائے کوچک میں بھی زارعت کوفروغ حاصل ہوا۔ اس کے کافی عرصے کے بعد تقریباً 3000ق م میں چین میں بھی زراعت کو زبردست عروج حاصل ہوگیا۔ 7000ق م میں موجودہ بلقانی علاقوں میں زراعت پھیلی اور 3500ق م تک پورے یورپ میں پھیل گئی۔ افریقہ انسانوں کا قدیم ترین مسکن تھا وہاں زراعت ایشیا کی نسبت کم قدیم لیکن یورپ کی نسبت زیادہ قدیم ہے۔ وہاں وسطی افریقہ زرخیز علاقہ خیال کیا جاتا ہے۔ یہاں 10,000ق م میں زراعت کو عروج ملا۔ شمالی امریکہ میں انسان پہلے آیا لہٰذا 12000ق م کے لگ بھگ موجودہ امریکہ اور میکسیکو کے علاقوں میں زراعت پھیلی۔ جبکہ 6500ق م کے لگ بھگ برازیل اور چلی تک زراعت کو فروغ حاصل ہوگیا۔ آسٹریلیا میں زراعت کا ثبوت تقریباً دس ہزار سال ق م کا ملتا ہے اور 1000 عیسوی تک ان کے ہاں زراعت خوب پھیلی۔

❁

دنیا کی کل آبادی

سال	آبادی (ملین)	سال	آبادی (ملین)
10000 B.C	4	1100 A.D	320
5000 B.C	5	1200 A.D	360
4000 B.C	7	1300 A.D	360
3000 B.C	14	1400 A.D	350
2000 B.C	27	1500 A.D	425
0	170	1700 A.D	610
200 A.D	190	1880 A.D	720
400 A.D	190	1800 A.D	900
500 A.D	190	1850 A.D	1,200
600 A.D	200	1875 A.D	1,325
700 A.D	210	1900 A.D	1,625
800 A.D	220	1925 A.D	2,000
900 A.D	240	1950 A.D	2,500
1000 A.D	265	1975 A.D	3,900
		1999 A.D	6,000

(میگا کی: ص 27)

مختلف علاقوں میں مختلف زمانوں میں آبادی کا تناسب

تاریخ	چین	ہندوستان	باقی ایشیا	یورپ	افریقہ	دیگر
400 B.c	27	24	21	18	7	3
200 B.C	28	21	23	18	7	3
0	30	21	18	18	10	3
200 A.D	32	22	15	19	9	3
400 A.D	27	25	17	17	10	4
600 A.D	23	26	24	13	13	4
800 A.D	23	29	18	13	13	4
1000 A.D	23	30	17	14	12	4
1100 A.D	31	26	14	14	11	4
1200 A.D	32	24	14	16	11	4
1300 A.D	23	25	15	22	11	4
1400 A.D	21	28	18	17	12	4
1500 A.D	23	25	18	19	11	4
1600 A.D	28	25	17	18	10	2

2	10	20	16	27	27	1700 A.D
3	9	19	15	24	30	1750 A.D
3	8	20	13	21	35	1800 A.D
5	7	22	12	19	35	1850 A.D
9	7	24	14	18	28	1900 A.D
13	8	21	19	18	21	1950 A.D
15	10	16	21	20	18	1975 A.D
14	13	13	18	21	21	1997 A.D

(میگا کی ص 29)

ٹوائن بی کی بیس تہذیبیں

نام	جگہ	آغاز
مصری	مصر	400 B.C سے قبل
سمیرین	عراق	3500 B.C سے قبل
میوین	کریٹ اور قبرص	300 B.C سے قبل
متی	ترکی	1500 B.C سے قبل
بابلی	عراق، شام	1500 B.C سے قبل
سیرین	شام	1100 B.C سے قبل
حلین	یونان، ترکی	1100 B.C سے قبل
مغربی کرسچین	مغربی یورپ	700 A.D سے قبل
آرتھوڈاکس کرسچین	ترکی اور بالکنز	700 A.D سے قبل
روسی آرتھوڈاڈکس	روس	دسویں صدی عیسوی
عربی	عرب	1300 عیسوی سے قبل
ایرانی	فارس	1300 عیسوی سے قبل
چینی	چین	1500 A.D
ہندی	ہندوستان	1500 A.D
بعید مشرقی	چین	500 A.D سے قبل

جاپانی	جاپان	500 A.D سے قبل
ہندو	ہندوستان	800 A.D سے قبل
مایان	وسطی امریکا	500 B.C سے قبل
اینڈین	پیرو	پہلی صدی عیسوی
یوکیٹک	پیرو	629 A.D کے بعد
میکسیکن	میکسیکو	629 A.D کے بعد

(میکگا کی ص 51)

ابتدائی تہذیبیں

ابتدائی تہذیبیں

موجودہ دجلہ و فرات کی وادی میں (عراق میں) تقریباً 4000 ق م میں عیلام اکاد اور سمیر کی تہذیبیں موجود تھیں۔ یہاں پر بڑے بڑے شہر قائم تھے جیسے کش، اکشک، تل اغرب، نپور، بادقبیرہ، اریدو، وارکو، لاگاش، سپر، اکاب، اشنوناہ وغیرہ۔ یہاں ان کی اپنی بادشاہتیں تھیں۔ دوسری جانب دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں کی وادی تھی جس میں ستلج دوسرا بڑا دریا تھا۔ یہ علاقہ موجودہ پاکستان اور شمال مغربی ہندوستان پر پھیلا ہوا ہے۔ اس تہذیب کے آثار ہڑپہ، موہنجوڈارو، راکھی گڑھی، میتاتھل، اراولی پہاڑیوں، گنویری والہ، کوٹ ڈیجی، رن کچھ، راجپڈی کے مقام پر کثرت سے ملتے ہیں۔

عیلام کی تہذیب

سوسا خطے کا محور و مرکز تھا اور یہودی اسے ''عیلام'' کہتے تھے۔ ماہرین آثار قدیمہ کو 20,000 سال پرانی انسانی باقیات اور 45000ق۔م قدیم ایک ترقی یافتہ ثقافت کے شواہد ملے ہیں۔

اہل عیلام کے پاس تانبے کے ہتھیار اور اوزار، کاشت شدہ غلے اور پالتو جانور، ہیرو گلفی تحریر اور کاروباری دستاویزات، آئینے اور زیورات اور مصر سے لے کر انڈیا تک کی تجارت تھی۔ یہاں کمہار کے چاک اور گاڑی کے پہیئے کی قدیم ترین شکل بھی موجود ہے۔ اہلِ عیلام نے سومیر اور بابل کو فتح کیا اور باری باری ان سے مفتوح ہوئے۔ سوسا شہر چھ ہزار برس تک قائم رہا اور سوشن نام کے تحت تقریباً چودھویں صدی عیسوی میں شہرت وعظمت پائی۔ ''جب آشور بنی پال نے 646ق۔م میں یہاں قبضہ اور لوٹ مار کی تو اس کے مورخین نے کسی کم بیانی سے کام لئے بغیر سونے اور چاندی، قیمتی پتھروں اور شاہی زیورات، مہنگے ملبوسات اور شاہانہ فرنیچر، سامان سنگار اور پہیہ گاڑیوں (رتھوں) پر مشتمل بوقلموں مال غنیمت کی گنتی کی جو فاتح نینوا تک مہم سے لایا تھا۔ بہت جلد ہی تاریخ نے فن اور جنگ کا المناک مبادلہ شروع کر دیا۔'' (ول ڈیورانٹ ص:17-16)

۞

سومیری تہذیب

فرات کے شمال اور جنوب میں قدیم سومیر کے کئی مدفون شہر ملیں گے: اریدو (موجودہ مقیر) اروک (بائبل کا اریک اور موجودہ ورکا)، اریدو (موجودہ ابوشہرین)، لارسا (بائبل کا ایلا سار اور موجودہ سن کرو)، لگاش (موجودہ شپرلا)، نی پر (نفر) اور نی سن۔

سومیری کس نسل سے تھے اور یہ کہ وہ کس راستے سے سومیر میں داخل ہوئے؟ شاید وہ وسط ایشیا سے، یا کاکیشیا، یا آرمینیا سے آئے اور شمالی میسوپوٹیمیا سے گزر کر نیچے دجلہ اور فرات تک پہنچے جہاں ان کی ابتدائی ترین ثقافت کے شواہد ملے ہیں۔ ول ڈیورانٹ کے مطابق "آثار قدیمہ انہیں اونچے، سیدھے، غیر سومیری ناک، ہلکے سے دبے ہوئے ماتھے اور نیچے کی جانب کھسکی ہوئی آنکھوں کے ساتھ چھوٹے قد اور گٹھے ہوئے جسم والے لوگوں کے طور پر دکھاتے ہیں۔ متعدد کی داڑھیاں تھیں، کچھ کی داڑھی مونچھ مونڈی ہوئی تھی۔ زیادہ تر اپنا اوپر والا ہونٹ مونڈتے تھے۔ وہ پشم اور خوبصورتی سے بنی ہوئی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ عورتیں کپڑے بائیں کندھے سے نیچے لٹکاتیں جب کہ مرد اسے کمر پہ باندھ کر جسم کا بالائی نصف کھلا چھوڑ دیتے۔ بعد میں تہذیب میں جدت پیدا ہونے کے ساتھ مردوں کا لباس گردن تک چلا گیا۔ لیکن خدمتگار مرد عورت گھر کے اندر کام کرتے وقت سر سے پاؤں تک برہنہ ہی رہتے تھے۔ سر پہ عموماً ایک ٹوپی اور پاؤں میں سینڈل (چپل) ہوتی۔ البتہ امیر عورتوں کے جوتے نرم چمڑے کے، ایڑی کے بغیر اور ہمارے جوتوں کی طرح تسموں والے تھے۔ کنگنوں، گلوبندوں، پازیبوں، انگوٹھیوں اور جھمکوں نے سومیر کی عورتوں کو اپنے شوہروں کی خوشحالی کا نمائشی جھروکا بنا دیا۔" (ول ڈیورانٹ ص: 19-18)

جب ان کی تہذیب تقریباً 2300 ق۔م پرانی ہو چکی تو سومیر کے شاعروں اور اہل علم وفضل نے اس کی تاریخ کو دوبارہ لکھنے کی کوشش کی۔

پروہت مورخین نے سلطنتوں کو ماقبل طوفان تا 432,000 سال وسعت دیتے

ہوئے اپنے قدیم بادشاہوں کی فہرستیں مرتب کیں اوران میں دوحکمرانوں تموذ اور گلگامش کی اثر انگیز کہانیاں سنائیں۔ ہم سومیری ثقافت کا اندازہ اس بات سے کرسکتے ہیں کہ نی پر کے آثار چھیاسٹھ فٹ کی گہرائی میں ملے ہیں۔اتنی ہی مزید گہرائی میں اکاد کے سارگون کی باقیات اس کی سب سے اوپر کی تہہ سے تعلق رکھتی ہیں۔اس بنیاد پرنی پر کا زمانہ 5262ق۔م تک چلا جاتا ہے۔ شہری بادشاہوں کی متحد سلطنتیں کش میں تقریباً 4500ق۔م اور ار میں اندازاً 35000ق۔م۔

ول ڈیورانٹ کہتا ہے کہ 3000ق۔م کے بعد سے پروہتوں کے مٹی کی لوحوں پر رکھے ہوئے ریکارڈز (جوار کی باقیات میں سے ملے) چڑھائیوں اور تخت نشینیوں، ار، لگاش، اروک اور باقی کی شہری ریاستوں پر حکومت کرنے والے غیر اہم بادشاہوں کی مسلسل فتوحات اور پرجلال اموات کا مناسب حد تک درست بیان پیش کرتے ہیں۔ تاریخ نویسی اور مورخین کی جانبداری بہت قدیم چیزیں ہیں۔ایک بادشاہ، کاردگاگینا (Urukagina) ایک شاہی مصلح تھا، ایک روشن خیال آمر جس نے امیروں کے ہاتھوں غریبوں کے استحصال اور پروہتوں کے ہاتھوں ہرشخص کے استحصال کو ہدف بنا کر فرمان جاری کیا۔ایک فرمان شاہی کے مطابق ''آج کے بعد پروہت اعلیٰ کسی غریب ماں کے باغ میں آکر وہاں سے لکڑی نہیں اٹھانے جائے گا اور نہ ہی پھل کی صورت میں محصول جمع کرے گا۔'' دفنانے کا معاوضہ سابقہ معاوضے کا پانچواں حصہ ہوگیا، اور مذہبی طبقے اور اعلیٰ اہکاروں کومنع کردیا گیا کہ وہ محاصل اور دیوتاؤں کونذر کیے جانے والے مویشی آپس میں ہی نہ بانٹیں۔ یہ بادشاہ کی خودستائی تھی کہ اس نے ''اپنے عوام کو آزادی دی۔'' اور یقیناً اس کے شاہی فرمانوں کو محفوظ رکھنے والی لوحیں ہم پر تاریخ کا قدیم ترین مختصر ترین اور منصفانہ ترین قوانین منکشف کرتی ہیں۔''

موجود قدیم ترین نظموں میں سے ایک مٹی کی لوح ہے ''بدیہا'' 4800سال پرانی ہے۔اس پر سومیری شاعر ورنگی راد مولگاش کی عصمت دریدہ دیوی کا سوگ مناتا ہے:

افسوس! شہر کے لئے، خزانوں کے لئے میری روح سسکیاں بھرتی ہے۔

افسوس! اپنے شہر کوسو (لگاش) کے لئے، خزانوں کے لئے میری روح سسکیاں بھرتی ہے۔

میرے مقدس گرسو میں بچے مصیبت زدہ ہیں۔

وہ (حملہ آور) عالیشان مقبرے کے اندر تک گھس گیا۔

وہ معبد سے جلیل القدر ملکہ کو نکال دیا۔

اے میرے اجاڑ شہر کی خاتون ،تو کب لوٹے گی؟

(ول ڈیورانٹ ص:20-19)

'' کالدلیس کے ار میں'' 3500 تا 700 قبل مسیح اس کے لئے طویل کیریئر کا خوشحال ترین دور جاری تھا (اس کی قدیم ترین قبروں کا بدیہی دور) اس کا عظیم ترین بادشاہ اینگر سارے مغربی ایشیاء کو اپنی امن کوش حکومت کے ماتحت لایا اور سارے سومیر کے لئے تاریخ کا پہلا جامع ضابطہ قوانین مشتہر کیا۔ شمس کے راستباز قوانین سے میں نے ابدی انصاف قائم کر دیا۔ فرات میں ہونے والی تجارت سے حاصل شدہ دولت کے ساتھ ار امیر ہوا تو پیریکلیز کی طرح ار اینگر نے بھی اپنے شہر کو معبدوں سے زینت بخشی اور محکوم شہروں لارسا، اروک اور نی پر میں بے پناہ اسراف سے تعمیرات کیں۔ اس کے بیٹے دنگی نے 58 سالہ دور حکومت میں اپنے باپ کا کام آگے بڑھایا اور اس قدر دانش مندی سے حکومت کی کہ لوگوں نے اسے دیوتا بنالیا جوان کی قدیم بہشت واپس لایا تھا۔ (ول ڈیورانٹ ص:22)

''لیکن جلد ہی یہ عروج مندمل ہونے لگا۔ مشرق سے جنگ پسند اہل عیلام اور مغرب سے ابھرتے ہوئے آموری ار کی دولت وثروت، خوشحالی اور امن پر لپکے، بادشاہ کو قید کیا اور قدیمی انداز میں مکمل طور پر لوٹا کھسوٹا۔'' (ول ڈیورانٹ)

دو سو سال تک، جو ہماری مرکوز بالذات نظر کو محض ایک خالی لمحہ لگتا ہے، آمور اور عیلام نے سومیر پر حکومت کی۔ پھر شمال سے بابل کا بادشاہ عظیم حمورابی آیا، اہل عیلام سے اروک اور ایسن لیا، اپنا دور تیس برس تک قائم رکھا، عیلام پر چڑھائی کر کے اس کا بادشاہ قیدی بنایا، آمور اور دور افتادہ اشور تک حکومت قائم کی۔

۞

دو ہزار ق م کا قدیم مشرق وسطیٰ
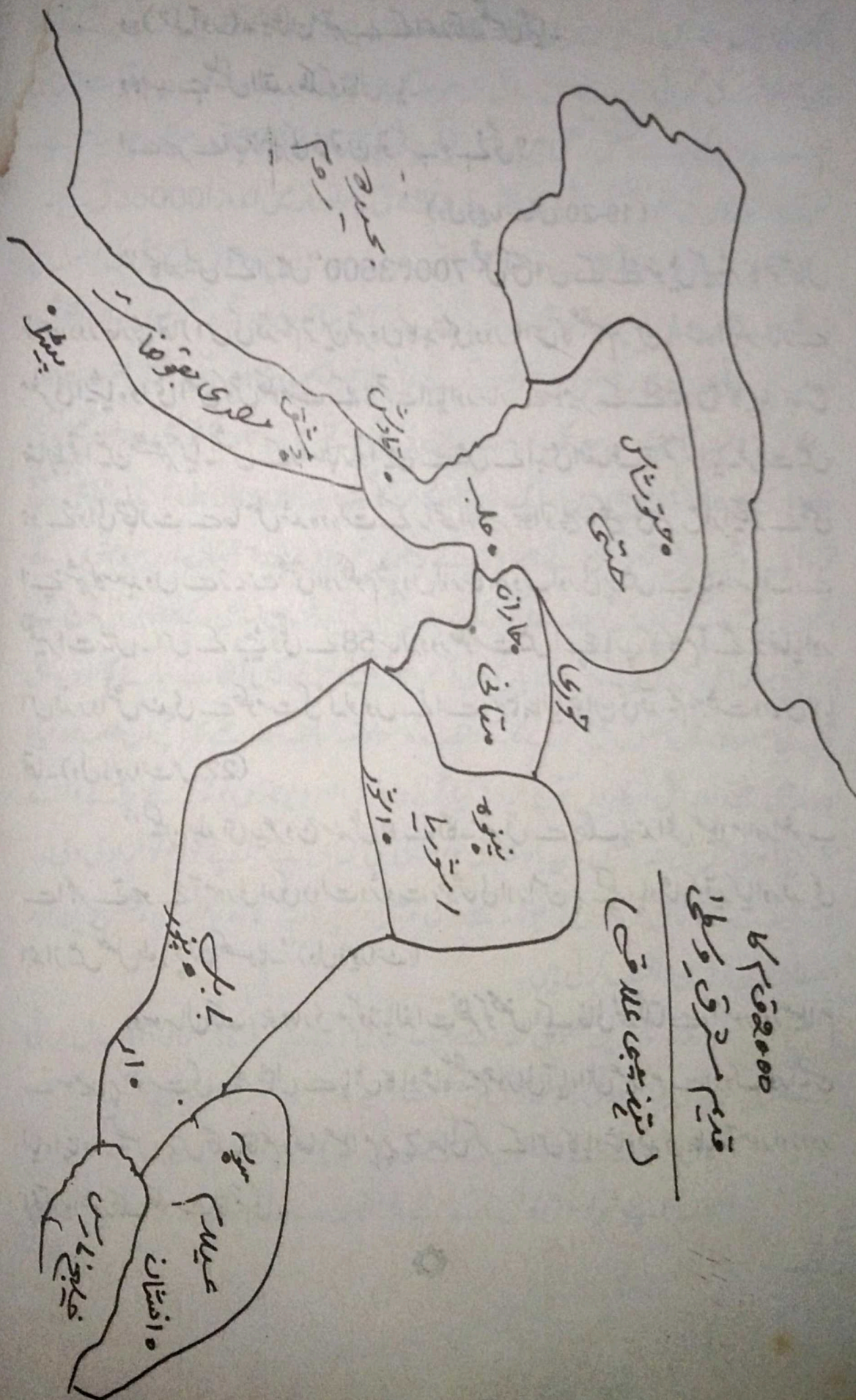
بادشاہ نمرود (عراق)

اشوریہ ۔ عہد قدیم میں
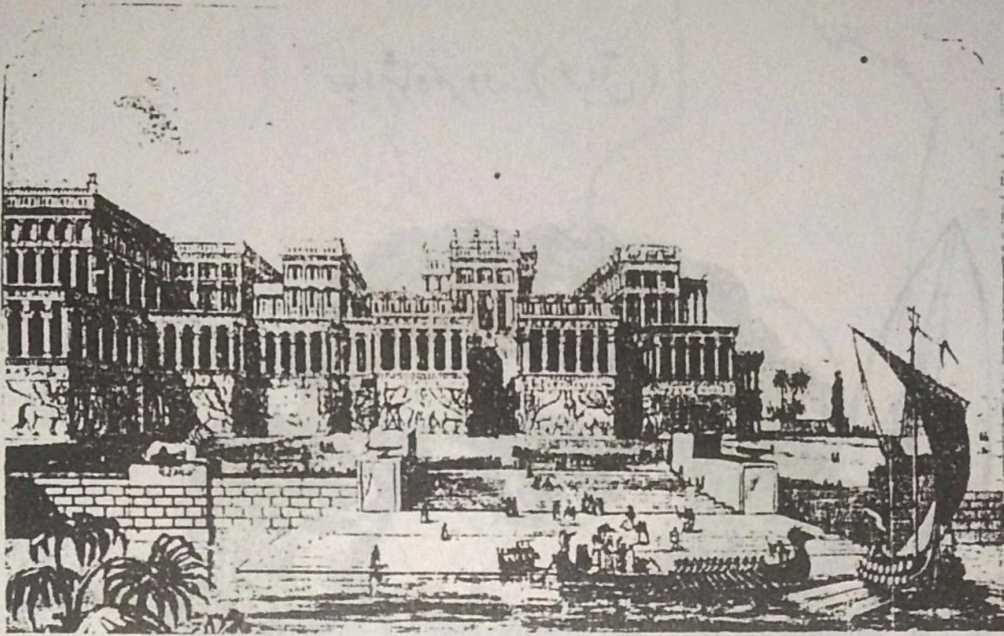
بابل کا برج (عراق)
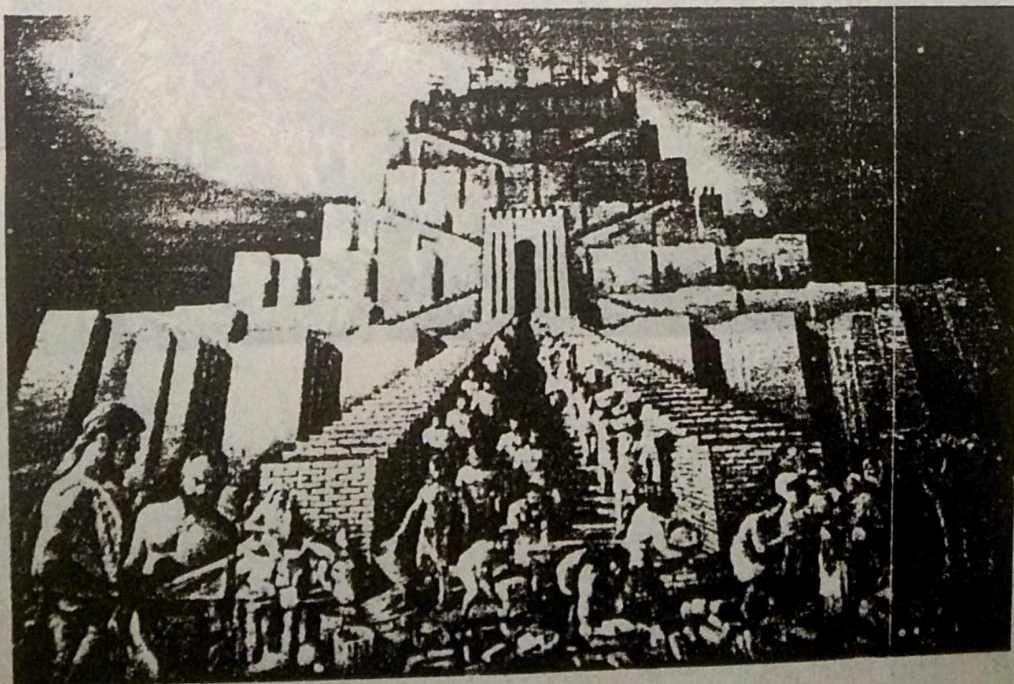
معاشی زندگی

بابلی تہذیب کے معاشی پہلوؤں پر ول ڈیورانٹ نے بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے وہ لکھتا ہے کہ: ''لیکن سومیری تہذیب قائم رہی۔سومیر اور اکاد نے تب بھی دستکار،شاعر،مصور ولی اور بزرگ پیدا کئے۔جنوبی شہروں کی ثقافت میسوپوٹیمیائی تہذیب کی ابتدائی وراثت کی حیثیت میں دجلہ اور فرات کے سنگ سنگ شمال سے بابل اور اشور تک سرایت کرگئی۔اس ثقافت کی بنیاد میں مٹی تھی جو موسم سرما کی بارشوں سے چڑھے ہوئے دریاؤں کی سالانہ طغیانی کے نتیجہ میں زرخیز ہوتی تھی۔طغیانی مفید ہونے کے ساتھ ساتھ خطرناک بھی تھی۔سومیریوں نے اسے محفوظ طور پر آبپاشی کی نہروں میں تقسیم کرنا سیکھا جوان کی زمین کو آڑا ترچھا بناتی تھیں۔انہوں نے طوفان کا حال بتانے والی داستانوں کے ذریعہ ان قدیم خطرات کی یاد محفوظ کی اور یہ بھی کس طرح کم از کم زمین کو پانی سے علیحدہ کیا اور نوع انسانی کو بچایا گیا تھا۔4000ق۔م کا یہ نظام آبپاشی سومیری تہذیب کے عظیم ترین کارناموں میں سے ایک تھا،اور اس کی اساس بھی محتاط انداز میں سیراب کردہ کھیتوں سے مکئی، جو، کھجوروں، جرمن گندم (Spelt) اور متعدد سبزیوں کی وافر فصلیں حاصل ہوتی تھیں۔آج استعمال ہونے والے ہل کی اس وقت کا ہل بھی بیلوں سے جوتا جاتا تھا اور اس میں تخم پاش نالی بھی تھی۔جمع شدہ فصل کو گاہنے کے لئے اس پر لکڑی کے بڑے بڑے تختے پھیرے جاتے۔ان پر سنگ چقماق کے دندانے لگے ہوتے جو بھوسے کو مویشیوں کیلئے کاٹ کر اناج انسانوں کے لئے علیحدہ کر دیتے۔

متعدد حوالوں سے یہ ایک قدیم ثقافت تھی۔سومیریوں نے تانبے اور ٹین کا تھوڑا بہت استعمال کیا۔عموماً انہیں ملا کر کانسی پیدا کی۔ایک دور میں انہوں نے اتنی ترقی کر لی کہ لوہے کے بڑے بڑے ہتھیار بھی بنا لئے تھے۔لیکن دھات ابھی تک نادر اور مہنگی تھی۔بیشتر سومیری اوزار تنگ

چقماق کے تھے۔ کچھ مٹی سے بنے ہوئے تھے، مثلاً جو کاٹنے والی درانتیاں۔ کچھ مخصوص عمدہ چیزیں بھی تھیں، جیسے ہاتھی دانت اور ہڈی میں استعمال ہونے والی سوئیاں اور ستالیاں۔ بادشاہ کی جانب سے تعینات نگرانوں کی مہتمم کاری کے تحت وسیع پیمانے پر پارچہ بافی کی جاتی تھی، جیسے حالیہ دور میں حکومت کی کنٹرول کردہ صنعت کرتی ہے گھر نرسل سے بنائے جاتے تھے۔ عموماً ان پر گارے اور بھوسے کے مرکب کا لیپ کیا جاتا ہے جو سورج کی گرمی سے سخت ہو جاتا۔ ایسی رہائش گاہیں آج بھی دیکھنے کو مل جاتی ہیں جن میں کبھی سومیری رہا کرتے تھے۔ جھونپڑی کے دروازے لکڑی سے بنے ہوتے تھے جو پتھر کی چولوں پر کھلتے اور بند ہوتے۔ فرش عام انداز میں درمٹ سے کوٹی ہوئی مٹی کے تھے۔ نرسلوں کو خم دے کر چھتوں کو قوسی بنایا جاتا، یا پھر لکڑی کے شہتیروں پر نرسل ڈالنے کے بعد اوپر سے مٹی کا لیپ کر دیا جاتا تھا۔ گائیں، بھیڑیں، بکریاں اور سور انسان کے ساتھ عہد وحشت کی سی دوستی کے ساتھ گھروں میں گھومتے پھرتے۔ پینے کا پانی کنوؤں سے نکالا جاتا۔

اشیاء کی نقل وحمل مرکزی طور پر پانی کے راستے کی جاتی تھی۔ سومیر میں پتھر کمیاب ہونے کی وجہ سے اسے خلیج یا دریاؤں میں اور پھر وہاں سے شہروں کی بے شمار نہروں کی گودیوں پر لایا جاتا لیکن زمینی نقل وحمل بھی ترقی پا رہی تھی۔ کش میں کھدائی کر کے قدیم ترین پہیہ گاڑیاں نکالی گئیں۔ آثار میں ادھر ادھر موجودہ کاروباری مہریں مصر و ہندوستان کے ساتھ لین دین کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ابھی تک وہاں ٹکسال یا ڈھلے ہوئے سکے نہیں تھے اور تجارت عام مبادلہ اشیا تھی لیکن قدر کے معیاروں کے طور پر سونے اور چاندی کا استعمال شروع ہو چکا تھا اور انہیں اشیاء کے تبادلے میں اکثر قبول کیا جانے لگا تھا...... کبھی کبھار کی مخصوص قیمت کے ڈلوں اور چھلوں، لیکن عموماً ہر سودے میں وزن کی ہوئی مقداروں میں۔ سومیری تحریر کی منتشر باقیات ہم تک پہنچانے والی لوحوں میں سے زیادہ تر کاروباری دستاویزات ہیں جو ایک مصروف تجارتی زندگی ظاہر کرتی ہیں۔ ایک لوح مخصوص ماندگی کے ساتھ ''انسانوں کے ہنگامے والے شہر'' کے بارے میں بتاتی ہے۔ معاہدوں کا تحریری اور گواہوں سے تصدیق شدہ ہونا ضروری تھا۔ ادھار خرید و فروخت کا ایک نظام موجود تھا جس کے مطابق اشیاء، سونا یا چاندی ادھار لی جاتی اور سود اسی شے کی

صورت میں 15 تا 33 فیصد سالانہ ادا کرنا ہوتا تھا۔ معاشرے کا استحکام جزوی طور پر شرح سود کے ساتھ معکوس تناسب سے جانچا جا سکتا ہے، اس لئے ہم یہ شک کر سکتے ہیں کہ ہمارے کاروبار کی طرح سومیری کاروبار بھی معاشی وسیاسی غیر یقینی کی صورتحال میں زندہ تھا۔

مقبروں میں سے زیورات کے علاوہ جڑاؤ برتنوں، ہتھیاروں، سامان آرائش اور حتیٰ کہ اوزاروں کی شکل میں کثیر المقدار سونا اور چاندی ملا ہے۔ امیر وغریب متعدد طبقات و درجات میں مرحلہ بہ مرحلہ تقسیم تھے۔ غلامی انتہائی ترقی یافتہ تھی اور حقوق ملکیت واجب الاحترام بن چکے تھے۔ امیر اور غریب کے درمیان ایک متوسط طبقہ بھی صورت پذیر ہو گیا جو چھوٹے تاجروں، دانش وروں، طبیبوں اور پروہتوں پر مشتمل تھا۔ طب نے خوب ترقی کی اور ہر بیماری کے لئے خصوصی ادویہ تھی۔ لیکن معاشرہ ابھی تک دینیات کے بندھنوں میں جکڑا ہوا تھا اور یہ تسلیم کیا جاتا تھا کہ بیماری کا سبب بدروحوں یا آسیب کا سایہ ہوتا ہے اس لئے ان شیطانوں پر عملیات کے بغیر علاج نہیں ہو سکتا۔ غیر معین دور اور ماخذ کے کیلنڈر میں سال قمری مہینوں میں تقسیم تھا، اور اسے موسموں اور سورج کی مطابقت میں لانے کی غرض سے ہر تین یا چار سال بعد ایک ماہ کا اضافہ کر لیا جاتا۔ ہر شہر نے مہینوں کے نام اپنے نام پر رکھے تھے۔" (ول ڈیورانٹ ص: 26-24)

مذہب اور اخلاقیات

گزشتہ صدی کے عالم وفاضل ول ڈیورانٹ نے ان الفاظ میں قدیم عراق کی اخلاقی حالت اور عورتوں کی حیثیت کا احاطہ کیا ہے:

"بادشاہ ارانگر نے اپنے ضابطہ قوانین کی تشہیر عظیم دیوتا شمس کے نام پر کی، کیونکہ حکومت بہت جلد ہی بہشت کی سیاسی افادیت دریافت کر لیتی۔ مفید ثابت ہونے کی وجہ سے دیوتا لاتعداد ہو گئے۔ ہر شہر اور ہر ریاست میں، ہر انسانی کام کے لئے کوئی نہ کوئی فیض بخش اور انضباطی دیوتا موجود تھا۔ بلاشبہ شمس کی پرستش اس وقت پرانی ہو چکی تھی جب سومیر نے اس کا آغاز کیا اور، دیوتاؤں کے نور، شمس میں اظہار کیا جو صبح کے دریچے وا ہونے تک شمال کی گہرائیوں میں رات گزارتا۔ طلوع کے بعد وہ شعلے کی طرح آسمان پر چڑھتا اور اطلس (آسمان) کے میدانوں میں اپنا

رتھ چلاتا ہوا گزرتا تھا۔ سورج محض اس کی تیز رو کا پہیہ تھا۔ نی پر نے ان لل دیوتا اور اس کی بیوی نن لل کے عظیم معبد تعمیر کیئے۔

''اروک نے تخصیص کے ساتھ کنواری زمین کی دیوی اننی کی پرستش کی جسے اکاد کے سومیری بطور عشتار جانتے تھے، مشرق قریب کی ہر فن مولا الفردوتی ویمیتر (رومیوں کی وینس) کش اور لگاش نے ایک دل گرفتہ ورنجیدہ ماں کو پوجا، دکھ زدہ ماتا دیوی نن کرسک جس نے انسانوں کی ناخوشی کا سوگ منایا، ان کے لئے جابر دیوتاؤں کے ساتھ مصالحت کرائی۔ نن گرسو آبپاشی کا دیوتا تھا طوفان کا خدا۔ ابو یا تموز نباتات کا دیوتا تھا۔ حتیٰ کہ سن (Sin) ایک دیوتا تھا...... چاند کا۔ اسے انسانی صورت میں سر کے گرد ایک پتلے ہلال کے ساتھ پیش کیا جاتا تھا جو عہد وسطی کے ولیوں کے ہالے کی پیش آگہی تھی۔ فضا روحوں سے پر تھی .... شفیق فرشتے، ہر فرشتہ ایک سومیری کا محافظ۔ اور شیطان اور بدروحیں محافظ دیوتا کو بے دخل کر کے جسم وروح پر ملکیت قائم کرنے کی کوشش میں رہتیں۔

''بیشتر دیوتا معبدوں میں مقیم تھے، جہاں معتقد انہیں محصول، کھانا اور بیویاں فراہم کرتے۔ گڈیا کی لوحوں پر دیوتاؤں کی پسندیدہ چیزوں کی فہرست درج ہے: بکریاں، بھیڑیں، قمریاں، مرغیاں بطخیں، مچھلی، کھجوریں، انجیریں، ککڑیاں، مکھن، تیل اور چپاتیاں۔ اس فہرست سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ کھاتے پیتے لوگ وافر طباخ سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ لگتا ہے کہ بالاصل دیوتا انسانی گوشت کو ترجیح دیتے تھے، لیکن انسانی فضائل اخلاق کی ترقی سے انہیں جانوروں پر ہی قناعت کرنا پڑی۔ سومیری آثار قدیمہ سے ملنے والی ایک عبادتی لوح انوکھی دینیاتی تنبیہہ کے ساتھ کہتی ہے: میعنا انسانیت کا متبادل ہے، اس نے اپنی زندگی کے لئے میعنا ہونے سے دست کشی اختیار کر لی ہے۔ اس قسم کی فیاضی سے مالا مال ہو کر پروہت سومیری شہروں میں امیر ترین اور انتہائی طاقتور طبقہ بن گئے۔ زیادہ تر معاملات میں وہ حکومت تھے۔ یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ پتیسی کس حد تک پروہت تھا اور کس حد تک بادشاہ۔ مذہبی طبقے کے استحصال کے خلاف اروکا گینا لوتھر کی طرح اٹھا، ان کی تحریص پر لعنت ملامت کی، انہیں قانون کی نظامت عامہ میں رشوت

خوری کرتے ہوئے پکڑا اور تہمت لگائی کہ وہ کسانوں اور مچھیروں کی پیداوار لوٹنے کے لئے ٹیکس کا نفاذ کررہے تھے۔ایک وقت آیا کہ اس نے عدالتوں سے ان بدعنوان اہلکاروں کو نکال باہر پھینکا اور معبدوں کو ادا کئے جانے والے محاصل اور معاوضوں کو منظم کرنے والے قوانین بنائے ، بے یارو مددگار لوگوں کو استحصال بالجبر سے بچایا اور دولت یا جائیداد سے ظالمانہ بے دخلی کے خلاف تحفظ مہیا کیا۔دنیا پرانی ہو چکی تھی اور اپنی شرف زماں راہوں پر خاصی منظم تھی۔

''قیاسأ پروہتوں نے اروکاگینا کی موت پر اپنی طاقت دوبارہ حاصل کی ، بالکل اسی طرح جیسے مصر میں اخناتون کے گزرنے پر کی تھی۔انسان اسطوریات کے لئے ہر قیمت ادا کریں گے۔اس ابتدائی دور میں مذہب کی تنظیم اساطیر صورت پذیر ہو رہی تھیں۔مردے کے ساتھ قبر میں کھانا اور ہتھیار بھی دفن کئے جاتے تھے ، اس لئے ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ سومیری حیات بعداز موت پر یقین رکھتے تھے لیکن یونانیوں کی طرح انہوں نے بھی اگلی دنیا کی تصویر کشی آفت زدہ سایوں کے تاریک مسکن (پاتال) کے طور پر کی جہاں تمام مرنے والے بلا امتیاز اترتے ہیں۔ ابھی تک انہوں نے بہشت اور دوزخ ، ابدی سزا و جزا کا تصور نہیں کیا تھا۔وہ عبادت اور قربانی ، ابدی زندگی کے لئے نہیں بلکہ مادی دنیا میں قابل محسوس فائدوں کی خاطر کرتے تھے۔بعد کی داستان بتاتی ہے کہ کس طرح اریدو کے ایک ولی اڈاپا کو عقل و خرد کی دیوی ایا نے دانش سے روشناس کرایا تھا۔صرف ایک راز بتانے سے انکار کیا گیا.........لافانی زندگی کا علم۔ایک اور داستان میں بتایا گیا کہ کیسے دیوتاؤں نے خوش و خرم انسان کی تخلیق کی تھی ، کیسے انسان نے اپنی آزاد مرضی سے گناہ کا ارتکاب کیا اور سیلاب کی صورت میں سزا پائی جس میں صرف ایک انسان تیگ توگ (Tagtug) جولاہا زندہ بچ گیا تھا۔تیگ توگ نے شجر ممنوعہ کا پھل کھا کر اپنی صحت اور طویل عمر کھو دی تھی۔

''پروہتوں نے اسطوریات کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی منتقل کی اور بلاشبہ حکومت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اساطیر بڑھانے کی کوشش بھی کی۔بیشتر معبدوں کے ساتھ سکول منسلک تھے جن میں مذہبی طبقہ لڑکوں اور لڑکیوں کو لکھنا اور ریاضی سکھاتے ، ان کی عادات کو وطن پرستی اور

پرہیز گاری میں ڈھالتے ، اور کچھ ایک کو منشی کے اعلیٰ پیشے کے لئے تیار کرتے ۔ سکولوں کو لوحی بچ گئی ہیں جن پر ضرب وتقسیم کے جدول، جزر اور جزر الکعب اور اطلاق جیومیٹری کی مشقیں کندہ ہیں۔ ایک لوح سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے بچوں کو دی جانے والی تعلیم اس سے کچھ زیادہ احمقانہ نہیں تھی جو ہمارے بچوں کو دی جاتی ہے۔ یہ لوح بشریات کا ایک لوکریٹی (روم کا فلسفی) خاکہ ہے: جب نوع انسانی کی تخلیق کی گئی تو یہ کھانے کے لئے روٹی یا پہننے کے لئے کپڑوں سے لاعلم تھا۔ لوگ چاروں ہاتھ پاؤں کے بل زمین پر چلتے تھے، وہ اپنے بھیڑ جیسے منہ کے ساتھ جڑی بوٹیاں کھاتے اور جوہڑوں کا پانی پیتے۔

''اس اولین تاریخی مذہب میں نفس اور ارشادات کا کیا اعلیٰ اخلاق گاش کی سرپرست (Bau) کے لئے بادشاہ گڈیا کی عبادت میں چمک دمک سکتا تھا:

اے میری ملکہ، لگاش کو آباد کرنے والی ماں،
جن لوگوں پر تو نظر رکھتی ہے وہ طاقت سے بھرپور ہیں،
جس بچاری پر تو نظر رکھتی ہے اس کی زندگی طویل ہے۔
میری کوئی ماں نہیں.......... تو میری ماں ہے،
میرا کوئی باپ نہیں تو میرا باپ ہے،......
میری دیوی بو، تو جانتی ہے کہ کیا اچھا ہے،
تو نے مجھے زندگی کا تنفس دیا۔
میری ماں، میری حفاظت میں،
تیرے سائے میں میں عاجزانہ انداز سے زندگی گزاروں گا۔

''ہر معبد سے عورتیں منسلک تھیں، کچھ بطور گرہستن اور کچھ دیوتاؤں یا زمین پر ان کے قرار دیئے گئے نمائندوں کے لئے بطور داشتہ۔ اس طریقے سے معبدوں کی خدمت کرنا کسی سومیری لڑکی کی نظر میں بے توقیری نہیں تھا۔ لڑکی کا باپ اس کی دلربائی کو الوہی تسکین دہی کے لئے وقف کرنے پر فخر مند ہوتا اور ان مقدس سرگرمیوں میں اپنی بیٹی کی شمولیت کو رسوماتی قربانی کے

ساتھ مناتا اور لڑکی کی شادی کا جہیز معبد کو پیش کرتا تھا۔

''شادی متعدد قوانین سے منظم ایک پیچیدہ ریت بن چکی تھی۔ دلہن اپنے باپ کی جانب سے ملنے والے جہیز پر پورا اختیار رکھتی اور چونکہ اسے اپنا جہیز خاوند کے ساتھ مل کر استعمال کرنا ہوتا تھا اس لئے تنہا ہی اپنے رفیق کا تعین کرتی۔ بچوں پر میاں اور بیوی کے حقوق مساوی تھے۔ اپنے خاوند یا جوان بیٹے کی عدم موجودگی میں وہ گھر کے ساتھ ساتھ جائیداد کا انتظام بھی چلاتی ۔ وہ اپنے خاوند پر انحصار کیے بغیر کاروبار کر سکتی تھی اور اپنے غلام رکھتی یا آزاد بھی کرتی تھی۔ کبھی کبھی وہ ملکہ کے رتبے پر بھی پہنچی (شبعد) اور اپنے شوہر پر تحکمانہ اور پرشوکت انداز میں حکومت کی۔ لیکن تمام بحرانوں میں مرد ہی آقا اور مالک تھا مخصوص صورت حال میں وہ اپنی بیوی کو بیچ یا قرضہ چکانے کے لیے بطور باندی دے سکتا تھا۔ جائیداد اور ترکہ کے نتیجہ صریح کے طور پر دوہرا معیار نافذ العمل ہو چکا تھا: مرد کی بدکاری ایک قابل معافی ترنگ تھی لیکن بدکار عورت کو موت کی سزا دی جاتی۔ عورت سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے خاوند اور ریاست کو بہت سے بچے فراہم کرے گا۔ بانجھ ہونے کی صورت میں اسے کسی مزید وجہ کے بغیر طلاق دی جا سکتی تھی۔ اگر وہ محض مسلسل زچگی سے روگرداں ہوتی تو اسے ڈبو دیا جاتا۔ بچوں کے کوئی حقوق نہیں تھے۔ والدین اعلانیہ طور پر ان سے دست کش ہو کر شہر سے ان کی جلاوطنی کی اجازت حاصل کر لیتے۔

''بایں ہمہ، دیگر بہت سی تہذیبوں کی طرح سومیری میں بھی بالائی طبقات کی عورتیں اپنی عیش وعشرت اور مراعات، اپنی غریب بہنوں کی محنت ومشقت اور معذوریوں میں تقریباً برابر تھیں۔ سومیری مقبروں میں سامان سنگھار اور زیورات نمایاں ہیں۔ پروفیسر ولی کو ملکہ شبعد کے قبر میں سے ملے سبز مرمر کی پوڈر غازے والی ڈبیا سنگ لاجورد کی مٹھ والی طلائی پنیں، اور طلاکاری والا جڑاؤ سنگھار بٹوا ملا ہے۔ چھوٹی انگلی جتنے اس سنگھار بٹوے میں ایک چھوٹا سا چمچ بھی ہے، قیاساً غازے والی ڈبیہ میں سے غازہ کھرچنے کے لئے، ایک دھاتی ڈنڈی، شاید ناخن صاف کرنے کے لئے اور ایک موچنا غالباً بھنویں بنانے یا پھر فالتو بال نوچنے کے لئے۔ ملکہ کی انگوٹھیاں سونے کی تار سے بنی ہوئی تھیں۔ ایک انگوٹھی میں سنگ لاجورد کے ٹکڑے جڑے تھے۔ اس کا گلوبند کھلے

لاجورد اور سونے کا تھا۔ واقعی سورج تلے کچھ بھی نیا نہیں، پہلی اور آخری عورت کے درمیان فرق سوئی کے ناکے میں سے گزارا جا سکتا ہے۔" (ول ڈیورانٹ ص: 32-28؛ ترجمہ یاسر جواد)

علم و فضل اور فنون

3200ق۔م کی مٹی کی لوحیں نمودار ہوئیں اور اس کے بعد سومیری اس عظیم دریافت پر ہی شاداں رہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ میسوپوٹیمیا کے لوگوں نے نازک، عارضی کاغذ پر روشنائی سے نہیں بلکہ نہایت سبک دستی کے ساتھ گیلی مٹی پر سٹائیلوس (Stylus) سے کھود کر لکھا۔ منشی تحریر کا کام مکمل کر کے مٹی کی لوح کو آگ یا دھوپ میں پکاتا اور یوں اسے کاغذ سے زیادہ پائیدار مسودہ بنا لیتا۔ پائیداری کے اعتبار سے صرف پتھر اس سے بڑھ کر ہے۔

سومیری تحریر دائیں سے بائیں جانب ہے۔ اہل بابل اولین لوگ تھے جنہوں نے بائیں سے دائیں لکھا۔ خط دار تحریر بدیہی طور پر قدیمی سومیری برتنوں پر منقش یا تصاویر اور علامتوں کی طرز اور رواج یافتہ صورت تھی۔ صدیوں تک جلدی میں لکھنے سے اصلی تصویریں علامتوں میں سمٹتی گئیں۔ سومیری اور بابلی اس قسم کے صوتی پیکروں سے آگے نکل کر حروف تک ترقی نہ کر پائے۔

2700ق۔م کے بعد سومیر میں عظیم کتب خانے بنے۔ آثار قدیمہ میں گڈیا کے ہم عصر تیلو (Tello) میں 30,000 سے زائد لوحوں کا ایک مجموعہ دریافت کیا گیا جو واضح اور منطقی ترتیب میں اوپر نیچے رکھی ہوئی تھیں۔ کم از کم 2000ق۔م میں سومیری مورخین نے ماضی کی تعمیر نو اور مستقبل کی اصلاح کے لئے حال کو تحریر کرنے کا کام شروع کیا۔ تصنیفات کے کچھ حصے ہم تک بابلی روزناموں کے قتباس کی حیثیت میں پہنچے ہیں۔ کچھ منتشر لوحیں اہم ادبی قسم کے نوحوں پر مشتمل ہیں۔ ابتداء میں ایک ہی الاپ کو بار بار دہرانے کا خصوصی مشرقی انداز نظر آتا ہے یعنی بہت سی سطریں یکساں انداز میں شروع ہوتی ہیں۔

جس طرح تحریر میں سومیر نے خط میخی ایجاد کیا اسی طرح اس نے تعمیرات میں یکدم ہی

گھر اور معبد، ستون، گنبد اور محراب تخلیق کر لی تھی۔ اپنا گھر بنانے کی خاطر سومیری کسان نے نرسلوں کو مربع، مستطیل یا گول دائرے میں بو کر ان کے اوپری سروں کو باہم باندھا اور یوں محراب گنبد یا قبہ بنایا۔ 3500 ق۔م سے پہلے کی محرابیں موجود ہیں اور 2000 ق۔م میں ار کے محرابی دروازے عام تھے اور یہ حقیقی محرابیں تھیں۔

امیر شہریوں نے محلات تعمیر کئے جو کبھی کبھی زمین سے 40 فٹ اوپر ہوتے اور انہیں قصداً صرف ایک راستے سے قابل رسائی بنایا جاتا کہ ہر سومیری کا گھر اس کا قلعہ بن سکے۔ یہ محلات زیادہ تر خشت سے بنے تھے۔ سرخ پختہ مٹی کی ہر انداز میں تزئین و آرائش کی گئی تھی۔ گھر ایک مرکزی دالان کے ارد گرد تعمیر کیا جاتا تھا۔ اسی سبب سے، اور اس کے ساتھ ساتھ حفاظت کے لئے کمرں کے دروازے باہر کی بجائے اس دالان میں کھلتے تھے۔

عبادت خانوں کے لئے پتھر درآمد کیا جاتا، اور اسے تانبے کے سرستون سے سجایا اور ستونوں کے اوپر والے حصے پر معتدل قیمت مواد سے مرصع کاری کی جاتی۔ شہر کا اہم ترین معبد اونچی کرسی پر بنایا جاتا، بلکہ اس کی چھت پر زگورت بھی بنایا جاتا تھا۔

معبدوں کو جانوروں، ہیروؤں اور دیوتاؤں کے مجسموں سے سجایا گیا تھا۔ تصویریں ملائم، موٹے نقوش والی اور طاقتور لیکن سنگ تراشی کی عمدگی اور جلال میں کمتر تھیں۔ تل العبید میں موجود قدیم سومیری آثار قدیمہ سے ایک بیل کا تانبے سے بنا ہوا مجسمہ ملا، صدہا سال کی بدسلوکی کا شکار، البتہ ابھی تک زندگی اور بیل جیسی دلجمعی سے بھرپور۔ مرور زمانہ سے بچ جانے والی ابھرواں منبت کاریوں سے یہ بات تقریباً ثابت شدہ ہے۔

ول ڈیورانٹ لکھتا ہے کہ:

''ظروف سازی کے بارے میں رواداری اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔ شاید وقت نے بدترین کو محفوظ رکھ کر ہماری غلط رہنمائی کی ہو، شاید وہاں اتنی ہی اعلیٰ منبت کاری کے نمونے موجود تھے جو اریدو سے دریافت ہونے والے سفید مرمر کے برتنوں پر ہے۔ اگرچہ سومیری ظروف سازی نے پہیہ آگے چلایا لیکن ان کا زیادہ تر حصہ محض کوزے ہیں اور عیلام کے برتنوں

سے ان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ سناروں نے بہتر کام دکھایا۔ ڈیزائن میں لطیف اور نفیس، سونے کے برتن ار کی قدیم ترین قبروں میں سے ملے ہیں۔ کچھ قبریں 4000 ق۔م تک پرانی ہیں۔ انتی مینوں کا چاندی کا گلدان بھی گڈیا جتنا گٹھا ہوا ہے لیکن اسے نفاست سے کندہ کردہ جانوروں کی تصویروں کی دولت سے زینت بخشی گئی ہے۔ سب سے بہتر وہ طلائی میان اور سنگ لاجورد کا خنجر ہے جو ار سے کھود نکالا گیا۔ اگر ہم اس کی تصویر کا معائنہ کریں تو یہ کاملیت کے بہت قریب ہے۔ آثار قدیم نے ہمیں زیادہ ترقیمتی دھات یا پتھر سے بنی اسطوانہ مہروں میں ایک بہت بڑی تعداد دی ہے جن پر ایک یا دو انچ ابھری ہوئی منبت کاری ہے۔ لگتا ہے سومیری لوگ انہیں دستخطوں کی بجائے استعمال کرتے تھے۔ ان سے زندگی اور آداب کی نفاست و لطافت کا اشارہ ملتا ہے۔ ماضی کی بد قسمت ثقافتوں سے دور حاضر کی بے نظیر اوج کمال تک انسان کی مسلسل سرفرازی کے طور پر ہمارا ان گڑھ نظریہ ترقی اس نفاست سے الٹ پلٹ ہو جاتا ہے۔

''بد سلیقہ ظروف سازی اور کامل زیورات کے درمیان اس نمایاں فرق میں سومیری تہذیب کی تلخیص کی جاسکتی ہے۔ یہ بھونڈی ابتداؤں اور کمیاب لیکن شاندار مہارت کا مرکب تھی۔ ہماری موجودہ معلوماتی حدود کے اندر یہاں اولین ریاستیں اور سلطنتیں، اولین نظام آبپاشی، معیار ہائے قدر کے طور پر سونے چاندی کا اولین استعمال، پہلا ضابطہ، قانون اولین کاروباری معاہدے، اولین کتب خانے اور مکتب، اولین ادب اور شاعری، اولین سامان سنگھار اور زیور، اولین مجسمہ سازی اور ابھرواں منبت کاری، اولین محلات اور معبد، اولین آرائشی دھات اور سجاوٹی نمونے، اولین محراب، ستون، گنبد اور قبہ موجود ہے۔ یہیں پر معلوم دور کی اولین تہذیب کے اولین گناہ نظر آتے ہیں یہ غلامی، استبدادیت، کلیسائیت اور استعماری جنگ۔ یہ متغیر و متبدل اور رفیق وافر پیچیدہ زندگی تھی۔ انسانوں کی فطری نابرابری طاقتور کے لئے راحت وتعیش کی ایک نئی حد پیدا کر چکی تھی، اور باقیوں کے لئے سخت اور جبری محنت کا ایک نیا معمول۔ وہ ساز چھڑ گیا تھا جس پر تاریخ نے بے شمار تغیرات کی انگلیاں پھیریں۔'' (ص: 36-3)

قدیم وسط ایشیا 6000 ق م

وسط ایشیا میں 6000 ق م میں زراعت کے آثار ملتے ہیں۔ یہاں کے مشہور دریا' دریائے جیحون اور دریائے آمو ہیں' یہاں پر بحیرہ ارل اور بحیرہ کیسپین کے کنارے بڑے بڑے زراعتی قطعات تھے۔اس کے علاوہ نمازغہ' داشلے میں زرعی قطعات تھے۔ 500ء تک یہاں پر بہت سے قبائل آباد تھے۔یہ قبیلے خانہ بدوش بھی تھے۔اس علاقے سے مختلف تاریخی ادوار میں بہت سے قبیلے نکلے اور مختلف علاقوں کو فتح کیا۔مثلاً یونانی' ترکستانی اور آریائی زبانوں کا منبع یہی علاقہ رہا ہے۔ یہاں سے بہت سے لوگ یورپ' ایران اور ہندوستان میں اپنی زبانیں لے کر گئے۔تقریباً 2000 ق م میں آریائی لوگ یہاں سے ہندوستان گئے تھے۔پھر 100ء میں کشان ہندوستان آئے پھر 500ء میں ہن (Huns) ہندوستان گئے۔یہی ہن یورپ کے فاتح بھی ہوئے۔اس علاقے کے مختلف قبیلوں کے اماکن اور ہجرتوں کے راستوں کی نشاندہی نقشوں میں کردی گئی ہے۔

۞

قدیم امریکہ

براعظم شمالی وجنوبی امریکہ کا دامن بھی تہذیبوں سے خالی نہیں رہا۔ تقریباً 1200 ق م میں یہاں پر آلمک سلطنت قائم تھی۔ اس کا مرکز موجودہ میکسیکو اور پانامہ میں تھا۔ اس کے اہم علاقے ٹریس زپاٹی، لاس لیماس، ٹیکسٹلا پہاڑیاں، لزاپا وغیرہ تھے۔ یہ سلطنت 300 ق م تک قائم رہی۔ اس کے بعد تھیوٹیہواکن اور مونٹی البان سلطنتیں قائم ہوئیں۔ یہ سلطنتیں تقریباً 900ء تک قائم رہیں۔ سب سے زیادہ مشہور سلطنت مایا سلطنت کہلاتی ہے۔ یہ 200 سے 550 عیسوی تک اپنے عروج پر رہی اس کے بہت سے تہذیبی آثار ملتے ہیں۔ جنوبی امریکہ میں شمالی چلی میں 1000 ق م کے لگ بھگ شیوین تہذیب موجود تھی۔ یہاں پر 600 عیسوی کے لگ بھگ موشے تہذیب کے آثار ملے ہیں۔ اس تہذیب میں ہوری اور تیوانا کو نامی شہر بہت مشہور گذرے ہیں۔

قدیم امریکہ کے بارے میں میکگا کی نے تحریر کیا ہے کہ:

''ہرنینڈ دکورٹس نے 21 - 1591 عیسوی میں میکسیکو کی ازتک سلطنت کو فتح کرنے کے بعد ایک طویل عرصے کے دوران میں ریاست کو جنگ پسند بننے سے روک دیا تھا۔ دونوں امریکا کی خاص تہذیبیں ایک طرف میکسیکو اور مرکزی امریکا میں مرکوز تھیں اور دوسری طرف جنوبی امریکا کے بحرالکاہلی ساحل پر۔ پہلے ایک ہزار سالہ قبل از مسیحی زمانے میں اولمک اور چیوں معاشروں نے ان دونوں علاقوں کو آپس میں ملائے رکھا۔ (دونوں) امریکا کی پہلی عظیم سلطنت مایا گوئٹے مالا اور میکسیکو کے بری علاقے یوٹا کن میں فروغ پا رہی تھی۔ اس کا آغاز عیسیٰ کے زمانے میں یا غالباً اس کے تین صدیوں کے بعد ہو۔ اس کا دارالحکومت ٹوئی ہا کن میکسیکو و امریکا کا سب سے بڑا شہر سپین کی فتح سے پہلے تک تھا۔ مایا کے باشندوں کی امتیازی خصوصیت ریاضی اور فلکیات

کے علوم میں ان کی مہارت اور فن تھے۔ مایا کا کلچر مضافات کی جنگوں میں بھی برقرار رہا، جب کہ اس کے روایتی مراکز خالی ہو چکے تھے۔ جنوبی امریکا کے دو شہروں، الکوڈرس، ہواری اور بولوویا میں توتیاہونا کو 600 عیسوی میں اپنی اپنی سلطنت تعمیر کرنے لگے۔ انہوں نے خط استوا سے شمالی چلی تک اپنے درمیان دو ہزار میل کے ساحلی مقبوضہ جات پر تسلط قائم کیا تھا۔ یہ سلطنتیں دو صدیوں تک قائم رہیں۔ میسوامریکا کی کلاسیکی مایا تہذیب تقریباً 900 عیسوی تک پہنچ کر ختم ہوگئی۔ اس کے بعد کی نمایاں تہذیب اس علاقے میں زیپوتک تہذیب تھی، جو میکسیو کے جنوب میں اوکسا کا صوبے میں قائم تھی۔ اس کا دارالحکومت میکسیو شہر کے عین شمال میں واقع تولا کا شہر تھا۔ ازتک زبان میں ٹولٹک کے معنی ہیں، ''ماہر کاریگر'' جس سے ان لوگوں کی فنی ہنر مندی کا پتا چلتا تھا۔ دارالحکومت ٹولٹک کی زینت ان کے بہت سے مندروں، محلات اور احرام کے کھنڈر اور آثار ہیں۔ تولا شہر کے بانی ٹوپل زن کو اس کے سیاسی مخافوں نے برطرف کر دیا۔ وہ مشرقی ساحل کی طرف فرار ہو گیا۔ ایک روایت مشہور تھی کہ یہ جلاوطن بادشاہ ایک روز سمندر سے پردار سانپ دیوتا کوئٹزل کوٹل بن کر واپس آئے گا۔ دراصل ایک فاتح نے مایا زبان میں اس نام سے یوکائن کے ساحلی علاقے میں ایک چھوٹی سی سلطنت 987 عیسوی میں قائم کی تھی، جو 1224 عیسوی تک برقرار رہی۔ ایزنک باشندے شمالی میکسیکو کے ریگ زار سے بارہویں صدی عیسوی میں ترک وطن کر گئے اور تقریباً 1325 عیسوی میں ٹیک ٹیکس کوکو کے مغربی کنارے پر آباد ہو گئے۔ یہاں انہوں نے اپنے دفاعی اسباب کے تحت جھیل کے وسط میں ایک ملبے پروینس جیسا ایک شہر آباد کیا۔ یہ ٹینو چٹلیان بائیو میکسیکو کہلایا۔ جنوبی امریکا میں بہت سے بڑے شہر، جن میں چان چین اور کوئزمان کو شامل تھے، اپنی سیاسی طاقت استعمال کرتے ہوئے 1000 اور 1430 عیسوی کے درمیان ''شہر سازی'' کے عہد ڈ میں داخل ہو گئے۔

جب ازتک باشندوں کے قائد نے دو ہمسایہ شہری ریاستوں کے ساتھ فوجی اتحاد قائم کیا تو ازتک شہریوں نے 1430 عیسوی میں ایک سلطنت کی تعمیر کی طرف پہلا قدم بڑھایا۔ اس کے بعد نوے سال تک اندر ازتک کے وفاق نے تمیں شہری ریاستوں کو فتح کیا۔ ان کی جنگوں کا

مقصد لوٹنا، خراج وصول کرنا اور مذہبی رسوم کی خاطر قیدی اکٹھا کرنا تھا، جن کی انسانی قربانی کے سلسلے میں ضرورت ہوتی تھی۔ سیاسی طور پر کوئی منظم معاشرہ قائم کرنا ان کا مقصود نہ تھا۔ کیوں کہ ازتک لوگوں کے عقیدے کے مطابق خداؤں کو یہ کائنات برقرار رکھنے کے لئے انسانی دلوں کی خوراک درکار ہوتی تھی۔ 1519 عیسوی میں اس فوجی ٹولے نے جنوبی اور وسطی میکسیکو کے درمیان بحر اٹلانٹک سے بحر الکاہل تک سارے علاقے پر اپنا تسلط قائم کرلیا۔ پیرو کے انکاس باشندوں نے 1438 عیسوی کے قریب اپنی سلطنت کی تعمیر کا آغاز کیا تھا کہ کز کو حکمران نے چن چا کی جانب سے انہیں ایک حملہ کا سامنا کرنا پڑا، جسے انہوں نے پس پا کردیا اور چن چا کے علاقے کے ساتھ دیگر انڈینز باشندوں کو فتح کرنے پر چل پڑے۔ اس کے سو سال بعد انڈیز پہاڑ اور بحر الکاہل کے درمیان ان کی سلطنت اس قدر پھیل چکی تھی کہ شمالی علاقے کا بندوبست چلانے کے لئے ایک دوسرا دار الحکومت کیوٹو بنانا پڑا۔ ان دونوں دار الحکومتوں کے درمیان شاہی خاندان کے دو بھائیوں کی لڑائی جاری تھی کہ فرانسسکو پزارو 1532 میں آگیا۔ جس سے اسپین کے لوگوں نے نہایت چالاکی سے فائدہ اٹھایا۔ اس طرح میکسیکو میں گدی نشینی کی جگہ سے مادی طور پر اس صوبے کے لوگوں کو فائدہ حاصل ہوا جو ازتک لوگوں سے نفرت کرنے لگے تھے۔ (ص 212-210)

قدیم مایا آثار
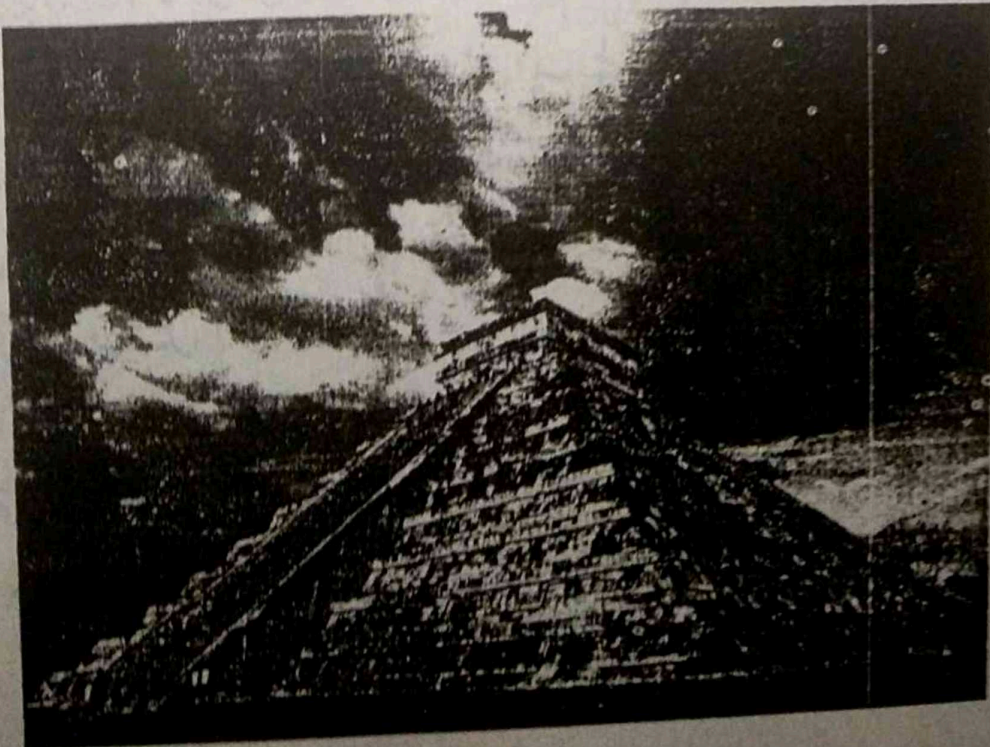
قدیم امریکہ

شمالی امریکہ

U.S.A

شکاریوں کا علاقہ

جنگلات

صحرا

صحرا میکسیکو

مایا تہذیب

قدیم امریکہ

تہذیبی مراکز

برازیل

امازونیہ تہذیب

جنوبی امریکہ

ملک مصر (3000 ق م تا 350 ق م)

مولانا عبدالحلیم شرر تحریر کرتے ہیں کہ سرزمین مصر جو براعظم افریقہ میں ہے ارض کنعان سے ملی ہوئی ہے اور دریائے نیل کے کنارے کنارے دور تک پھیلتی چلی گئی ہے۔ یہاں کے باشندے جو حام بن نوح کے بیٹے مصرائیم کی نسل سے بتائے جاتے ہیں قدیم الایام میں بڑے قابل اور صاحب علم وفن تھے۔ انہوں نے اس سرزمین کو بویا جوتا اور دریائے نیل نے ہر سال طغیانی پر آ کر ان کے کھیتوں کی آبیاری کردی۔ اسی اطمینان و فارغ البالی نے ان کی نسلیں بڑھائیں اور ان کے ہاتھوں سے وہ عالیشان اور باعظمت عمارتیں تعمیر کرادیں جو آج تک عجوبہ روزگار ہیں اور سنین مابعد میں ہمیشہ پرجلال اور پراسرار چیزیں سمجھی گئیں۔

اہرام مصر یعنی انسان کے ہاتھ کے بنائے ہوئے سر بفلک پہاڑ جن کی بنیاد مربع ہے اور ہر ضلع اوپر جھکتے جھکتے اور گھٹتے گھٹتے ایک نوک پر ختم ہوگیا ہے ان کی کاری گری کی یادگار ہیں۔ دنیا کی دیگر اقوام کی طرح پرانے مصری بھی بت پرست تھے اور ان کے بت بڑے بڑے قد وقامت کے ہوتے تھے جو اس وقت تک دنیا میں کثرت سے موجود ہیں۔ ان کی قوی ہیکل زبردست مورتوں کے عظیم الشان خط وخال سے نہایت ہی سنجیدگی ومتانت ظاہر ہوتی ہے اور دیکھنے والوں پہ بنانے والوں کی عظمت کا بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔ ایک مرتبہ مصر پر کسی غیر قوم نے چڑھائی کی تھی جو لوگ کہ سوس (گڈریے) بتائے گئے ہیں۔ اہل مصر نے ان کے ہاتھوں سے بڑا نقصان اٹھایا۔ یہ عرب لوگ تھے جن کے بعض گروہ اپنے گلہ چراتے چراتے تاج وتخت مصر پر متصرف ہوگئے۔ شاہان مصر کی (جو فرعون کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے) ایک بڑی طولانی

فہرست موجود ہے لیکن ان کے ناموں کے سوا ان کے حالات اور ان کے عہد کے واقعات کا پتہ لگانا نہایت دشوار ہے۔ مصر میں حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں کی نسل بڑھی۔ فراعنہ مصر انہیں روز بروز زیادہ دباتے تھے مگر ان کی تعداد یوماً فیوماً بڑھتی ہی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ 2062 ق م میں حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر ارض مصر سے نکلے۔ اسی سال کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احکامِ خداوندی عطا ہوئے۔ یوں بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اس سچی شریعت اور دینداری کی تعلیم دی گئی جس کی تعلیم حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک کل انبیائے سلف دیتے آئے تھے۔

خواجہ حسن نظامی نے مصر کے فرعونوں کے ناموں کی تفصیل مستشرقین کے حوالے سے یوں دی ہے۔

مصر میں میسوپوٹیمیا کا اثر

قدیم ترین تحریری مندرجات سومیری ہیں۔ یہ اس کا ثبوت نہیں کہ پہلی تہذیب سومیری تھی۔ یہ کوئی تہذیبی لہر بھی ہوسکتی ہے یا پھر فنا پذیری کا کھیل۔ اشور اور سامرہ سے سومیر کی ہم سرشت باقیات اور مجسمے ملے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ آیا یہ قدیمی ثقافت سومیر کی ہے یا دجلہ کی۔ حمورابی کا ضابطہ قانون اور ارا ینگر اور دنگی کے ضابطہ قانون سے مشابہت رکھتا ہے، لیکن ہم نہیں کہہ سکتے یہ یہاں سے ارتقاء پذیر ہوا یا پھر ان دونوں کے اوپر سے آیا۔ ول ڈیورانٹ لکھتا ہے کہ:

''شوین فرتھ نے اس دلچسپ امر کی جانب توجہ دلائی ہے کہ اگرچہ جو، باجرے اور گندم کی کاشت اور مویشی، بکریاں اور بھیڑیں پانے کا عمل مصر اور میسوپوٹیما دونوں میں ہمارے ریکارڈ کی آخری حد تک نظر آتا ہے، لیکن یہ اجناس اور جانور اپنی جنگلی اور قدرتی حالت میں مصر میں نہیں بلکہ مغربی ایشیاء میں ملے ہیں...... بالخصوص یمن یا قدیم عرب میں۔ وہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ تہذیب (یعنی اجناس کی کاشت اور مویشی پالنا) عرب میں غیر مندرجہ عہد عتیق میں ظاہر ہوئے اور وہاں سے ایک، مثلثی ثقافت، میں میسوپوٹیمیا (سومیر بابل، اشور) تک پھیل گئے۔ قدیم عرب کا موجودہ علم اسے ایک خوش وضع مفروضے سے کچھ زیادہ قرار دینے کے لئے بہت کم ہے۔

''سومیر اور بابل سے مصری ثقافت کے مخصوص عناصر کی ماخوذیت زیادہ قطعی اور حتمی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ میسوپوٹیمیا اور مصر کے مابین تجارت ہوتی تھی..........یقیناً بذریعہ خاکنائے سویز، اور غالباً پانی میں مصری دریاؤں کے بحیرۂ احمر میں قدیم مخرجوں سے۔ نقشے پر ایک

نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ مصر اپنی ساری معلوم تاریخ کے دوران افریقہ کی بجائے مغربی ایشیاء کے ساتھ تعلق میں کیوں رہا۔ ایشیاء سے بحیرہ روم کے ساتھ ساتھ دریائے نیل تک تجارت اور ثقافت جاسکتی ہے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد صحرا اس میں مزاحم ہو گیا جس نے دریائے نیل کی آبشاروں کے ساتھ، مصر کو باقی ماندہ افریقہ سے علیحدہ کر دیا۔ چنانچہ مصر کی ابتدائی ترین ثقافت میں متعدد میسو پوٹیمیائی عناصر کا پایا جانا قدرتی بات ہے۔

''مصری زبان کی کھوج میں ہم ماضی میں جتنا زیادہ آگے جاتے ہیں یہ مشرق قریب کی سومیری زبان کے ساتھ اتنی ہی زیادہ مشابہتیں ظاہر کری ہی۔ اہل مصر کی قبل از سلطنت تصویری تحریر سومیر سے آئی ہوئی لگتی ہے۔ اسطوانی مہر، جو ناقابل سوال طور پر پا بالاصل میسو پوٹیمیائی ہے۔، معلوم مصری تاریخ کے ابتدائی ترین دور میں ظاہر اور پھر یوں غائب ہو جاتی ہے جیسے کسی مقامی طریقے نے درآمد شدہ روایت کو برطرف کر دیا تھا۔ چوتھی سلطنت سے پہلے مصر میں کمہار کا چاک معلوم نہیں تھا......... سومیر میں بہت پہلے سے موجود تھا۔ قیاساً یہ پہیے اور رتھ کے ہمراہ، دریاؤں کی درمیانی زمین، سے مصر میں آیا۔ قدیم مصری اور بابلی عصاؤں کی مٹھیں شکل وصورت میں بالکل ایک جیسی ہیں۔ جبل الارک (Gebel - e - Arak) سے قبل از سلطنت مصری آثار میں ملنے والے ایک عمدہ کا مدار سنگ چقماق کے چاقو پر میسو پوٹیمیائی موضوعات اور انداز میں کندہ کاری کی ہوئی ہے۔ تانبا مغربی ایشیا میں بدیہی طور پر ترقی یافتہ تھا اور وہیں سے مصر آیا۔ وقفہ دار تختہ بندی کو خشتی دیواروں کے لئے بطور سجاوٹ استعمال کرنے میں ابتدائی مصری فن تعمیر میسو پوٹیمیائی فن تعمیر سے مشابہت رکھتا ہے۔ قبل از سلطنت دور کی برتن سازی، مجسمے اور آرائشی محرکات متعدد صورتوں میں میسو پوٹیمائی مصنوعات کے ساتھ مشابہ یا بلا مغالطہ طور پر مربوط ہیں۔ ان قدیم مصری باقیات کے درمیان صریحی ایشیائی الاصل دیوی کی چھوٹی سی تصویریں موجود ہیں۔ ایک دور میں، جب مصری تہذیب بالکل ابتداء میں لگتی تھی، ار کے فنکار سنگ تراشی اور منقب کاری کر رہے تھے جن کا انداز ہ اور قواعد سومیر میں ان فنون کی قدامت ظاہر کرتے ہیں۔

مصر سومیر کی فوقیت تسلیم کرنا کافی بہتر طور پر برداشت کر سکتا تھا۔ کیونکہ مصر نے دجلہ و

فرات سے جو کچھ بھی مستعمار لیا وہ جلد ہی باتخصیص اور بے مثال طور پر اس کی اپنی تہذیب میں پھلا پھولا.... تاریخ میں عظیم اور امیر ترین، انتہائی مضبوط اور ابھی تک انتہائی پر جلال ثقافت۔ اس کے مقابلے میں سومیر ایک بھونڈا آغاز تھا، یونان یا روم بھی اس پر سبقت نہیں رکھتے۔'' (ص 38-36)

قبل از تاریخ کا مصر

قدیم حجری ثقافتوں کی ایک تقریباً مسلسل درجہ بندی منکشف کی۔ قدیم حجری دور کی باقیات 10000 ق۔م سے 4000 ق۔م تک کے دور میں غیر محسوس طور پر نوحجری دور میں آ گئیں۔ پتھر کے اوزار زیادہ عمدہ ہو گئے اور اپنی تیزی، عمدگی اور کاملیت میں اس سطح تک پہنچے جس کا مقابلہ نوحجری دور کی کوئی دوسری معلوم ثقافت نہیں کر سکی۔

ایک تاریخی تغیر کے طور پر زراعت نمودار ہوتی ہے۔ سن 1901ء میں بدری قصبے کے نزدیک نعشیں نکالی گئیں جو اندازاً 10 صدیاں قبل مسیح دور کی تھیں۔ ریت کی خشک گرمی نے ان نعشوں کی آنتوں میں غیر ہضم شدہ جو کے بیج چھ ہزار سال سے محفوظ کر رکھے تھے۔ بدریوں نے اجناس کاشت کرنا سیکھ لیا تھا۔ وادی نیل کے باشندوں نے قدیم دور سے ہی آب پاشی کے لئے نہریں اور نالے بنائے، جنگل اور دلدلی زمینیں صاف کیں، دریا کو مگرمچھوں اور دریائی بچھڑوں کے چنگل سے آزاد کرایا اور دھیرے دھیرے تہذیب کی بنیاد رکھی۔

کوئی نہیں جانتا قدیم مصری کب سے آئے؟ اندازے ہیں کہ وہ اس کنارے کے نیوبیائی، پیائی اور لیبیائی باشندوں اور دوسرے کنارے پر سومیری آرمینائی مہاجروں کی مخلوط اولاد تھے۔ اس دور میں بھی کرہ ارض پر کوئی خاص نسل موجود نہیں تھی۔ غالباً مغربی ایشیاء سے آنے والے حملہ آور یا مہاجرین اپنے ساتھ ایک نئی ثقافت لائے اور مضبوط مقامی نسلوں کے ساتھ ان کی باہمی شادیوں نے وہ نسلی امتزاج مہیا کیا جو عموماً کسی نئی تہذیب کی بنیاد ہوتا ہے۔ 4000 سے 3000 قبل مسیح کے دوران، یہ گروہ عوام بن گئے اور انہوں نے مصر کی تاریخ بنائی۔

مصر کی قدیم ترین بادشاہتوں کے حوالے سے ول ڈیورانٹ لکھتا ہے کہ:

4000 سال قبل مسیح سے ہی نیل کے لوگ ایک حکومت کی صورت اختیار کرنے کی راہ پر گامزن ہو چکے تھے۔ دریا کے کنارے کی آبادی ''نوماس'' میں تقسیم تھی (نوماس ''Nomes'' قانون کے لئے یونانی لفظ Nomos کی تبدیل شدہ شکل ہے) ہر ایک نوماس میں باشندے لازمی طور پر ایک ہی شجرہ نسب کے تھے۔ وہ ایک ٹوٹم کو تسلیم کرتے تھے، ایک ہی سردار کے تابع اور ایک جیسی رسومات کے ذریعہ ایک ہی جیسے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ قدیم مصر کی ساری تاریخ میں یہ نوماس موجود ہے۔ ان کے ''نومارک'' یا حکمران اپنے برسر اقتدار فرعون کی کمزوری یا طاقت کے مطابق زیادہ کم اختیار ورسوخ رکھتے تھے۔ جس طرح تمام ترقی پذیر نظام مختلف حصوں کے بڑھتے ہوئے انحصار باہم کی جانب مائل ہوتا ہے، اسی طرح تجارت کے فروغ اور جنگ پر بڑھتے ہوئے اخراجات نے نوماس کو مجبور کر دیا کہ وہ منظم ہو کر اپنی دو بادشاہتیں بنا لیں...... ایک جنوب اور دوسری شمال ہیں۔ یہ تقسیم غالباً افریقی باشندوں اور ایشیائی مہاجروں کے درمیان امتیاز کی عکاس ہے۔ یہ خطرناک جغرافیائی تفرق اور نسلی اختلاف ایک وقت کیلئے مینیس نے دور کیا جو نیم داستانی شخصیت ہے۔ وہ ''سرزمینوں'' کو اپنی متحدہ قوت کے تحت لایا۔ ایک نظام قوانین کی تشہیر کی، جو اسے تحوت دیوتا نے دیا تھا۔ پہلی تاریخی سلطنت قائم کی، ممفس کے مقام پر ایک نیا دارالحکومت تعمیر کیا، اور (یہ الفاظ ایک قدیم یونانی مورخ) لوگوں کو میزیں اور دیوان استعمال کرنا سکھایا اور تعیش اور مسرفانہ طرز حیات متعارف کروایا۔

معلوم تاریخ کی پہلی حقیقی شخصیت کوئی فاتح یا بادشاہ نہیں بلکہ ایک مصور اور ایک سائنس دان تھا.... ام حوئپ (Imhoep) طبیب، ماہر تعمیرات اور بادشاہ زوسر انداز اً 3150 ق۔م کا مشیر اعلیٰ تھا۔ اس نے مصری طب کے لئے اس قدر خدمات سرانجام دیں کہ بعد کی نسلوں نے علم کے دیوتا، اپنے علوم وفنون کی کتابوں کے مصنف کے طور پر اس کی پرستش کی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس مکتبہ فن تعمیر کا بانی نظر آتا ہے جس نے اگلی سلطنت کو تاریخ میں اولین عظیم معماروں سے نوازا۔ مصری روایت کے مطابق اسی کی نگرانی اور ہدایت کے تحت پتھر کا پہلا گھر تعمیر کیا تھا۔ اسی نے قدیم ترین مصری عمارت کا بنیادی منصوبہ بنایا...... سقارہ کا سیڑھیوں والا اہرم، پتھر کی ایک

ڈھلوانی عمارت جس نے صدہا برس تک مقبروں کا انداز متعین کیا۔اور بدیہی طور پر امحوئب ہی تھا جس نے زوسر کا تدفینی معبد ڈیزائن کیا، جس کے خوبصورت کنول نما ستون اور دیواریں سنگ کلس (Limestone) سے آراستہ ہیں۔سقارہ کے مقام پر ان قدیم آثار میں، تاریخ مصری فن کے تقریباً نکتہ آغاز پر، اتنے ہی دیدہ زیب شکن وار دھرے ملتے ہیں جتنے کہ اہل یونان نے بنائے۔ حقیقت پسندی اور زندگی سے بھرپور تصویریں، سبز Faience (صقیل شدہ مٹی کے رنگدار برتن جو عہد وسطیٰ کے اطالیہ کی مصنوعات کے ہم پلہ ہیں اور خود بادشاہ زوسر کی ایک طاقتور پتھر کی شبیہ جس کے مفصل نقوش کو وقت کے طمانچوں نے دھندلا دیا، لیکن اب بھی یہ حیرت انگیز طور پر ایک نازک بافت کا اور ثقیف چہرہ منکشف کرتا ہے۔

ہم نہیں جانتے کہ حالات کے کس بہاؤ نے چوتھی سلطنت بنائی، جو اٹھارہویں سلطنت سے پہلے تک مصری تاریخ میں اہم ترین ہے۔شاید یہ تیسری سلطنت کی آخری حکومت کے دوران کانکنی کے نفع بخش آپریشن تھے، شاید بحیرہ روم کی تجارت میں مصری تاجروں کا غلبہ، شاید نئی کابینہ کے پہلے فرعون خوفو کی ظالمانہ قوت۔ الغزہ کے اولین اہرام کے اس معمار سے متعلق مصری پادریوں کی رسوات ہیروڈوٹس نے ہم تک پہنچائی ہیں۔

اب انہوں نے مجھے بتایا کہ رامپ سی نی توس کے دور حکومت تک ہر ایک کو مساوی انصاف حاصل تھا اور سارا مصر وخوشحالی کی اعلیٰ منزل پر تھا۔لیکن اس کے بعد خوفو اقتدار سنبھال کر ہر قسم کی عیاری میں پڑ گیا اور تمام معبد بند کر دیئے......... اس نے تمام مصریوں کو حکم دیا کہ اس کے لئے کام کریں۔اسی مطابقت میں کچھ کو نیچے نیل کے کوہستان عرب میں کانوں سے پتھر نکال لانے پر لگایا گیا۔جبکہ دیگر کے لئے یہ حکم تھا کہ وہ بجروں میں دریا پار لائے جانے والے پتھر وصول کریں........ اور انہوں نے لاکھوں کی تعداد میں کام کیا۔ایک منڈلی تین ماہ تک کام کرتی۔لوگ اپنی تعمیر کردہ سڑک اور اس پر پتھر کھینچنے کی سخت مشقت سے دس سال تک مسلسل پریشان رہے۔ میرے خیال میں یہ کام حرم سے کچھ کم نہیں۔

اس کے بعد آنے والے اور رقیب معمار خفرے Khafre، ہیروڈوٹس کا Chepern کے متعلق ہم کچھ نہ کچھ تقریباً براہ راست جانتے ہیں، کیونکہ قاہرہ میوزیم کے خزانوں میں شامل اسی کاسہ جہتی پورٹریٹ اگر اسے ہو بہو نہیں تو ویسا یقیناً پیش کرتا ہے جیسا ہمارے ذہن میں دوسرے حر کے فرعون کا تصور آ سکتا ہے جس نے چھپن برس تک مصر پر حکومت کی۔ اس کے سر پر شاہی قوت کی علامت شاہین ہے۔ لیکن اس کے بغیر بھی ہم لازماً جان لیتے ہیں کہ اس کا ہر ہر پور بادشاہ ہے، مغرور، براہ راست، بے خوف، چیرتی ہوئی نگاہیں ستواں ناک اور محفوظ و خاموش طاقت والا چہرہ۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فطرت کافی عرصہ پہلے مردوں کو بنانا سیکھ چکی تھی اور انہیں پیش کرنے کا فن بھی بہت پہلے جانا جا چکا تھا۔

ان مردوں نے اہرام کیوں تعمیر کیے؟ ان کا مقصد تعمیراتی کے بجائے مذہبی تھا۔ اہرام مقبرے تھے۔ نسل کے ساتھ ساتھ قدیم ترین مدفون قبریں۔ بدیہی طور پورا اپنے عوام کی طرح فرعون کا بھی اعتقاد تھا کہ ہر زندہ جسم میں ایک ہمزاد یا ''کا'' (Ka) آباد ہے، جو سانس کے ساتھ مرتا نہیں، اور یہ کہ اگر گوشت کو بھوک، تشدد اور زوال سے محفوظ کر لیا جائے تو یہ ہمزاد بھی مکمل طور پر زندہ رہتا ہے۔ (حر معنی Pyramid مصری لفظ Pi - re - mus ''بلندی'' سے ماخوذ ہے، نہ کہ یونانی لفظ Pyr ''آگ'' ہے؛ حر ما پنی بلندی، اپنی بناوٹ اور رخ سے لافانیت کے ذرائع کے طور پر استحکام کا متقاضی تھا اور اگر مختلف ٹھوس اشکال کا کوئی گروپ بلا مزاحمت زمین پر گرائے جانے سے جو قدرتی شکل اختیار کرنا، (اپنے چوکور کونے کے علاوہ) اہرام بھی ایسے ہیں۔ پھر حر مدوام اور شکوہ کے لئے بھی تھا۔ چنانچہ پتھروں کو دیوانہ وار صبر و سکون کے ساتھ یوں اوپر نیچے ڈھیر کیا گیا، جیسے وہ سینکڑوں میل دور کانوں میں سے نہیں لائے گئے بلکہ سرراہ اگ آئے تھے۔ خوفو کے حر میں ڈھائی لاکھ سلیں ہیں۔ کچھ کا وزن ایک سو پچاس ٹن ہے جبکہ اوسط وزن اڑھائی ٹن بنتا ہے۔ یہ پانچ لاکھ مربع فٹ رقبہ پر پھیلے ہوئے اور فضا میں 481 فٹ بلند ہیں۔ کمیت ٹھوس ہے۔ چند ایک سلیں ہی چھوڑی گئیں تا کہ بادشاہ کی لاش تک ایک خفیہ راستہ رہ جائے۔ گائیڈ کانپتی ٹانگوں والے سیاح کو چاروں ہاتھ پاؤں پر چلاتے ہوئے رکوع کے انداز میں ایک سو قدم اوپر حر کے عین

دل میں مجوف مقبرے تک لے جاتا ہے۔ وہاں سلین زدہ، خاموش مرکز کی تاریکی اور اسراریت میں کبھی خوفو اور اس کی ملکہ ہڈیاں دفن تھیں۔ فرعون کا تابوتی سنگ مرمر ہنوز اپنی جگہ پر ہے، لیکن ٹوٹا ہوا اور خالی۔ یہ پتھر بھی انسان کی سرقہ بازی اور نہ ہی دیوتاؤں کے غضب کی راہ میں مزاحم ہو سکتے تھے۔

''کا'' کو جسم کی خفیف ترین شبیہہ خیال کیا تھا، اس لئے چوکھٹے کی موت کے بعد بھی اسے دکھانا دینا، کپڑے پہنانا اور خدمت فراہم کرنا ضروری تھا۔ بچھڑنے والے کی روح کی سہولت کے لئے کچھ شاہی مقبروں میں طہارت خانے مہیا کئے گئے اور ایک تدفینی عبارت میں اس پریشانی کا اظہار کیا گیا ہے کہ شاید ''کا'' خوراک کی خواہش میں اپنا ہی فضلہ کھا کر پیٹ بھرتا ہو۔''

(ص 56-53)

قدیم مصری محل
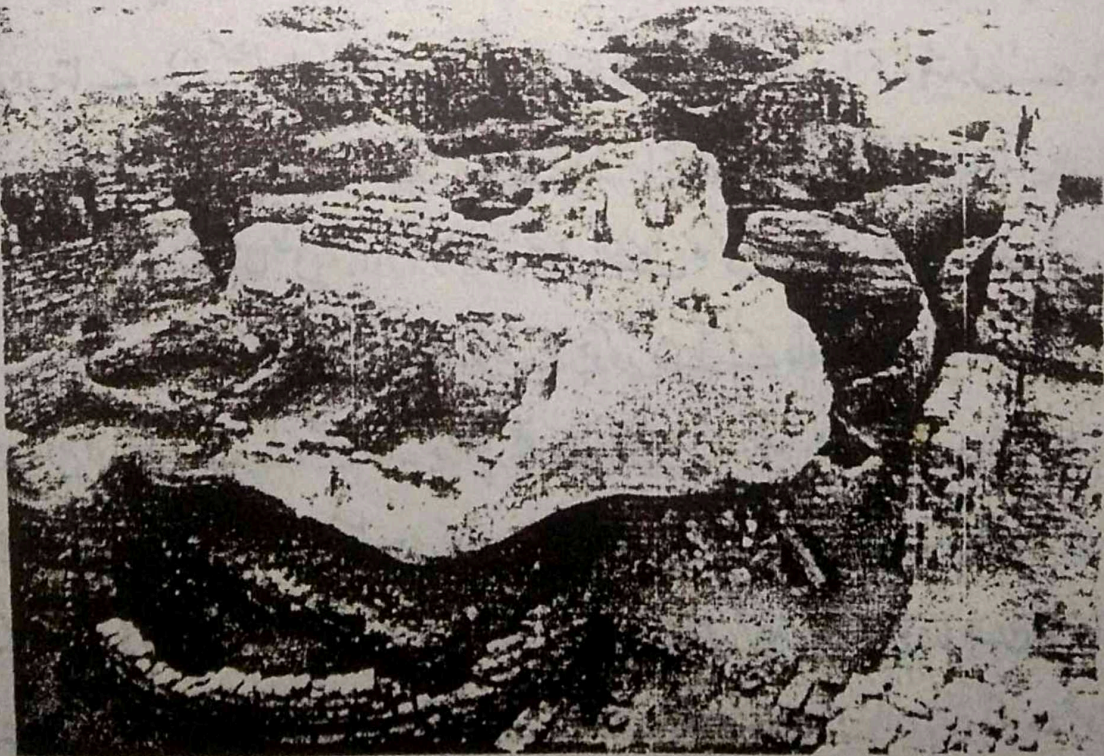
ابتدائی بادشاہ

پہلے خاندان سے پہلے مصر میں دو بادشاہیاں تھیں‘ ایک جنوبی مصر میں‘ دوسری شمالی مصر میں۔ اس زمانے کے صرف چند بادشاہوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔

(1) و (جنوب کا)۔ (2) ٹیو (شمال کا)۔ (3) تھیبس (شمال کا)۔ (4) ہیلسوس (شمال کا)۔ (5) یوازنا (شمال کا)۔

پہلا خاندان

تقریباً 3400۔3200 ق م جنوب والوں نے شمال فتح کر کے مصر کو ایک بادشاہی بنا دیا اور اس طرح ممفس کا شہر آباد ہو

(1) اپ (2) نارمر) آغامین یا میناس (4) زیرانوتی حتینت (5) زا (زبٹ‘ اتا) (6) وین سمتی (7) ن زیب مرپبا (8) سرجنت ہبوی (شمسو (9) کاسین۔

دوسرا خاندان

تقریباً 3200 سے 2980 ق م۔ شاید یہ خاندان شمالی مصر کا تھا۔

(1) ہوٹپ سنجموی (2) زنب کا کابو (3) نیٹینز (4) پرنمات (5) پرریب سین (6) سنیڈی (7) نیفر کا۔را (8) نیفر کا۔ سوکاری (9) ہوزیفا۔

تیسرا خاندان

تقریباً 2980 سے 2900 ق م جنوب سے نئے فاتح آئے ممفس پایہ تخت بنا۔

(1) خاسے خیموی (بے بی) (2) زیسر (زوسر) (3) سینخت (4) زیسر ٹیٹی

(5) سبزس (6) نیفر کا ہیولی (7) سنیفرو

چوتھا خاندان

بڑے اہراموں کے بنانے والے" پرانی بادشاہی اپنی طاقت اور فن میں عروج پر۔"

(1) شار یو تقریباً 2900 تا 1898 ق م (2) خوخو (چیوپس) 2998 تا 2867 ق م (3) رازیڈف تقریباً 2875 تا 2867 ق م (4) خضرار چیفرن تقریباً 2867 تا 2811 ق م۔ (5) منفرا (بکرمنس) تقریباً 2811 تا 2788 ق م (6) شپ سیکاف (اور شاید دوسرے)۔ تقریباً 2788 تا 2755 ق م (7) (تھمپھنس) شاید 2755 تا 2750 ق م۔

پانچواں خاندان

اس زمانے میں دیوتا را کی پرستش کو بہت عروج ہوا:

(1) یوسر کاف تقریباً 2750 تا 2743 ق م (2) ساہو۔ تقریباً 2743 تا 2731 ق م (3) نیفر یریکا۔ را تقریباً 2731 تا 2730 ق م (4) شپسکا را تقریباً 2730 تا 2723 ق م (5) خلکیفر۔ را تقریباً 2723 تا 2722 ق م (6) نی بوسر۔ راز یوسز ان مدا تقریباً 2728 تا 2691 ق م (7) منکابو۔ ہیرو تقریباً 2691 تا 2681 ق م (8) ڈیڈ کا راا سیسی تقریباً 2683 تا 2655 ق م (9) یونیس تقریباً 2655 تا 2625 ق م

چھٹا خاندان

حکومت کی مرکزی قوت میں کمی آ گئی۔

(1) ٹیٹی تقریباً 2625 ق م (2) یوسر کا۔ را ائی تقریباً 2595 ق م۔ (3) پے پی اول 2565 تا 2585 ق م (4) مرن ما اول تقریباً 2542 تا 2538 ق م۔ (5) پے پی دوم

تقریباً 2538 تا 2444 ق م (6) میران را دوم تقریباً 2444 تا 2443 ق م (7) نزکارا تقریباً 2443 ق م (8) منکارا تقریباً 2431 ق م۔

7ویں 8ویں 9ویں 10ویں خاندان

تقریباً 2431 تا 2160 ق م۔ مصر میں پہلی مرتبہ انارکی پھیل گئی۔ ایشیائی قبیلوں کا حملہ۔

گیارہواں خاندان

اب تھیبس پایہ تخت ہے، انثف اول نے فرعون کا لقب اختیار کیا۔ امن ہوتپ سوم نے پورا مصر فتح کر لیا۔

(1) انثف اول تقریباً 2160 ق م (2) انثف دوم تقریباً...... (3) امن ہوتپ اول تقریباً...... (4) امن ہوتپ دوم تقریباً 2078 تا 3074 ق م (5) امن ہوتپ سوم 2078 تا 2030 ق م (6) امن ہوتپ چہارم 2030 تا 2000 ق م۔

بارہواں خاندان

اس خاندان میں ولی عہد، فرعون کے ساتھ مل کر حکومت کرتے تھے۔

(1) امنمہیت اول تقریباً 2000 تا 1970 ق م۔ (2) سینوسرت (بوسرت سن) تقریباً 1970 تا 1935 ق م۔ (3) امنمہیت دوم تقریباً 1938 تا 1903 ق م۔ (4) سینوسرت سوم تقریباً 1903 تا 1888 ق م۔ (5) سینوسرت سوم تقریباً 1878 تا 1849 ق م۔ (6) امنمہیت سوم تقریباً 1849 تا 1801 ق م۔ (7) امنمہیت چہارم 1801 تا 1762 ق م۔ (8) سبکنیفر یو۔ را تقریباً 1792 تا 1788 ق م۔

13واں 14واں 15واں 16واں خاندان

تقریباً 1788 تا 1850 ق م۔ اب پھر طوائف الملوکی پھیل گئی تھی۔ آخر کار اجنبی فاتح ہیکسوس نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا۔

عہدِ وسطیٰ کا مصر

ول ڈیورانٹ وسطی دور کی بادشاہت کے بارے میں تحریر کرتا ہے کہ:

''قدیم فراعین میں سے ایک، پپی دوم نے چورانوے برس (2783 تا 2644 ق۔م) مصر پر حکومت کی یہ تاریخ میں طویل ترین دور حکومت ہے۔ ان کی وفات کے بعد طوائف الملوکی اور ابتری پھیل گئی۔ فراعین اثر و رسوخ کھو بیٹھے اور جاگیرداروں نے خود مختار حیثیت میں نوماس کی حکومتیں سنبھال لیں۔ اقتداری مرکزیت سے غیر مرکزیت میں تبدیلی تاریخ کے چکردار نغمات میں سے ایک ہے کہ جیسے انسان کبھی غیر معتدل آزادی اور کبھی انتہائی نظم و ضبط سے تھک جاتے تھے۔ انتشار اور ابتری کی چار صدیوں پر مشتمل تاریک دور کے بعد ایک اولوالعزم شارلیمن ابھرا۔ اس نے چیزوں کو کڑی تنظیم دی۔ دارالحکومت ممفس سے بدل کر تھیبس بنایا اور آمن ام حت اول کے لقب کے تحت اس بارھویں سلطنت کا افتتاح کی، جس کے دوران شاید فن تعمیر کے علاوہ باقی تمام فنون درجہ کمال کو پہنچے۔ پہلے یا بعد کے معلوم مصر میں کوئی دور بھی اس اعتبار سے اس کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

چار ہزار سال پہلے اس قدر انسانیت پسند لگنے والے اس سخت گیر حکمران نے ایک نظام حکومت قائم کیا جو نصف ہزار سال تک برقرار رہا۔ دولت پھر بڑھی اور اس کے بعد فن۔ سن اسرت اول نے دریائے نیل سے لے کر بحیرہ احمر تک عظیم نہر تعمیر کی، نیوبیائی حملہ آوروں کو پرے دھکیلا اور ہیلیو پولس، ابائیدوس اور کارنک کے مقام پر عظیم معبد تعمیر کئے۔ اس کے دس نشستی دیو قامت مجسمے وقت کی آنکھ میں دھول جھونک کر قاہرہ میوزیم میں ادھر ادھر پڑے ہیں۔ سن اسرت سوم نے فلسطین کو مطیع بنانا شروع کیا، دوبارہ بڑھتے ہوئے نیوبیوں کو واپس ہانکا اور جنوبی سرحد پر ایک سل ایستادہ کی: ''اسے پوجنے کے لئے نہیں بلکہ اس خواہش کے تحت کہ تمہیں اس کی خاطر لڑنا ہے۔''

''نہروں اور نظام آب پاشی بنانے والے عظیم ناظم آمن ام حت سوم نے (غالباً کافی موثر انداز میں) جاگیرداروں کی قوت کا خاتمہ کیا اور ان کے بجائے بادشاہ کے بھیجے ہوئے افراد تعینات کئے۔ اس کی موت کے تیرہ سال بعد تخت و تاج کے متحارب داعین کے درمیان جھگڑے کے باعث مصر بدنظمی کا شکار ہو گیا اور وسطی بادشاہت شورش اور بے قاعدگی کی دو صدیوں بعد اختتام پذیر ہوئی۔ تب ایشیاء سے آنے والے خانہ بدوشوں ہائیکسوس نے غیر متحد مصر پر حملہ کیا، شہروں کو آگ لگا دی، معبد مسمار کئے، جمع شدہ دولت لوٹی، مجتمع فن تباہ کیا اور دو سو سال تک وادی نیل کو ''چرواہے بادشاہوں'' کی حکومت کا تابع بنا دیا۔ قدیم تہذیبیں بربریت کے سمندر میں چھوٹے چھوٹے جزیرے تھیں۔ خوشحال بستیوں کے اردگرد بھوکے، کینہ پرور اور مائل بہ پیکار شکاریوں اور گلہ بانوں کا گھیرا تھا۔ حفاظتی دیوار کسی بھی وقت منہدم ہو سکتی تھی۔ چنانچہ بابل پر کیسیویں (Kassites) نے یورش کی، گال یونان اور روم پر حملہ آور ہوئے، ہن اطالیہ پر چڑھ دوڑے، منگول پیکنگ میں گھس آئے۔

''تاہم جلد ہی فاتحین موٹے تازے اور خوشحال ہو گئے اور اپنا اثر و رسوخ کھو بیٹھے۔ مصری ایک جنگ آزادی میں ابھرے۔ ہائیکوسس کو نکال باہر کیا اور اٹھارہویں سلطنت قائم کی جس نے مصر کو ایسی دولت و ثروت، طاقت اور عظمت میں سرفراز کرنا تھا جو اس سے پہلے اسے کبھی حاصل نہ ہوئی تھی۔'' (ول ڈیورانٹ ص 60-58)

سترھواں خاندان

ہیکسوس حکومت کے آخری زمانے میں تھبیس میں ایک حاکم خاندان کچھ خود مختار تھا۔
اسی خاندان کے ''بادشاہ' سیکنر سوم نے ملک کی خود مختاری کا جھنڈا اٹھایا تھا اور ہیکسوس سے لڑا تھا۔

(1) سیکنر اول تقریباً 1035 تا 1615 ق م (2) سیکنر ادوم تقریباً 1615 تا 1605 ق م (3) سیکنر اسوم تقریباً 1605 تا 1591 ق م (4) یواز جیزرا کاموس تقریباً 1591 تا 1581 ق م (5) سنیجستن را تقریباً 1581 تا 1508 ق م۔

اٹھارہواں خاندان

فرعون آہمس نے ہیکسوس کو مصر سے نکال دیا تھا اور مصری شہنشاہی قائم کرلی تھی۔
تھبیس راج دھانی بنا اور دیوتا امن کی پوجا کو عروج ہوا۔

(1) اہمس (ہموس) تقریباً 1580 تا 1557 ق م (2) امن ہوپت اول (امنوپھس) تقریباً 1557 تا 1541 ق م (3) تھوتھیمس اول تقریباً 1479 تا 1447 ق م (4) تھوتھیمس دوم اور ملکہ حست سی تقریباً 1501 تا 1479 ق م (5) تھوتھیمس سوم تقریباً 1479 تا 1447 ق م (6) امنہوتپ ہرم تقریباً 1447 تا 1420 ق م (7) تھوتھیمس چہارم 1420 تا 1411 ق م (8) امنہوتپ سوم تقریباً 1411 تا 1375 ق م (9) اخناتون (امن ہوتپ چہارم) تقریباً 1375 تا 1358 ق م (10) سمنکارا 1358 ق م (11) توتن خامن تقریباً 1358 تا 1353 ق م (12) آئی تقریباً 1353 تا 1350 ق م۔

۞

ملکہ معظّمہ ھست سی اور تحوت مس سوم

اس ملکہ پر ول ڈیورانٹ نے سیر حاصل تبصرہ کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ:

''غالباً تازہ خون کی ریزش کے ذریعہ، حملہ ایک اور بحالی شباب لایا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ نئے دور نے مصر اور مغربی ایشیاء کے درمیان جدوجہد کے ایک ہزار سال کی ابتداء عیاں کی۔ تحوت مس (Thutmose؛ اول نے نہ صرف نئی شہنشاہیت کی قوت مجتمع کی بلکہ .... اس بنیاد پر کہ مغربی ایشیاء کو آئندہ مداخلتوں سے باز رکھنا چاہئے .... شام پر حملہ کیا، ساحل سے لے کر کمیش تک اسے زیر نگیں بنایا، اس پر جزیہ عائد کی اور مال غنیمت اور رفعت سے زیر بار تھیبس واپس لوٹا جو انسانوں کی قتل و غارت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ تیس سالہ دور حکومت کے اختتام پر اس نے اپنی بیٹی حت شب سوت کو تخت میں شریک بنایا۔ ایک دور میں اس کے خاوند اور سوتیلے بھائی نے تحوت مس دوم کے طور پر حکومت کی۔ وہ تحوت مس اول کی داشتہ کے بطن سے جنم لینے والا بیٹا تھا۔ لیکن حت شب سوت نے اس بلند مقدر والے نوجوان کو برطرف کر کے شاہی اختیارات سنبھالے اور جنس کے علاوہ ہر اعتبار سے خود کو بادشاہ ثابت کیا۔

اس کی یہ استثنیٰ بھی بطور رعایت منظور نہ کی گئی۔ چونکہ مقدس روایت کی رو سے یہ ضروری تھا کہ ہر مصری حکمران عظیم دیوتا آمن کا کوئی بیٹا ہو، اس لئے حت شب سوت نے فوراً خود کو مرد اور الوہی بنانے کا انتظام کیا۔ اس کے لئے ایک سوانح عمری اختراع کی گئی جس کے مطابق آمن دیوتا نور اور عطر کے سیلاب میں حت شب سوت کی ماں احمسی کے پاس آیا۔ اس کی خواہشات شکریے کے ساتھ پوری کی گئیں اور آمن نے وقت رخصت اعلان کیا تھا کہ احمسی ایک

لڑکی کو جنم دے گی جس میں دیوتا کی زمین پر جلوہ گر تمام شجاعت، مردانگی اور قوت موجود ہوگی۔ اپنے لوگوں کے تعصبات دور کرنے اور شاید اپنی خفیہ دلی تمنا پوری کرنے کی خاطر یادگاروں پر ملکہ نے خود کو ایک باریش اور بغیر چھاتی جنگجو کے طور پر پیش کیا۔ اور اگرچہ اس کے حوالے سے کندہ تحریروں میں اس کا مونث اسم ضمیر استعمال کیا گیا لیکن انہوں نے اسے بطور ''ابن آفتاب'' اور ''دو سرزمینوں کا آقا'' کہنے میں کوئی تذبذب نہ کیا۔ عوام کے سامنے آتے وقت وہ مردانہ پوشاک اور ایک داڑھی بھی پہن لیتی تھی۔

وہ اپنی جنس کا تعین کرنے کا حق رکھتی تھی کیونکہ وہ مصر کے متعدد حکمرانوں میں انتہائی کامیاب اور فیاض حکمران بنی۔ اس نے کسی غیر ضروری ظلم کے بغیر داخلی نظم وضبط قائم کیا اور کسی نقصان کے بغیر خارجی امن۔ اس نے ''ک'' جانب ایک بہت بڑی فوجی مہم روانہ کی (جو غالباً افریقہ کا مشرقی ساحل ہے) اور یوں اپنے تاجروں کے لئے نئی منڈیاں اور لوگوں کے لئے نئے لطائف مہیا کئے۔ اس نے کارنک کو خوبصورت بنانے کی خاطر وہاں دو شاہانہ چہار پہلو ستون بنوائے، اور الباہری کے مقام پر پروقار معبد تعمیر کیا جس کا منصوبہ اس کے باپ نے بنایا تھا، اور اس کے علاوہ ہائیکسوس بادشاہوں کے ہاتھوں پرانے معبدوں کو پہنچنے والے نقصان کی مرمت کی۔ ایک مغرورانہ کندہ تحریر ہمیں بتاتی ہے:

> میں نے تباہ شدہ معبد کو بحال کیا۔ میں نے شمالی سرزمین کے وسط میں ایشائیوں کے آنے کے بعد سے نامکمل پڑی چیزوں کو مکمل کیا اور اس کی بنائی ہوئی چیزیں مسمار کر دیں۔

انجام کار اس نے دریائے نیل کی مغربی سمت میں بنتے مٹتے ریت کے پہاڑوں کے درمیان اپنے لئے ایک خفیہ اور آراستہ مقبرہ تعمیر کیا۔ یہ جگہ ''شاہی مقبروں کی وادی'' کے طور پر مشہور ہوئی۔ اس کے بعد تخت سنبھالنے والوں نے بھی اس کی پیروی کی۔ یہاں تک کہ تقریباً ساٹھ شاہی مرقد چھ پہاڑیوں میں تراشے گئے اور شہر خموشاں آبادی میں زندہ تھیبس کی ہمسری کرنے لگا۔ مصری شہروں میں ''مغربی کنارہ'' مردہ شرفاء کا مسکن تھا، کیونکہ ''مغرب میں جانے'' کا

مطلب تھا مر جانا۔

ملکہ نے بائیس برس تک دانش اور امن سے حکومت کی۔اس کے بعد تحوت مس سوم کا دور حکومت کئی سال تک رہا۔حت شپ موت کی موت سے فائدہ اٹھا کر شام نے بغاوت کر دی۔ شامیوں کو یہ قرین قیاس نہیں لگتا تھا کہ محض بائیس برس کا چھوکرا تحوت مس اپنے باپ کی بنائی ہوئی شہنشاہیت کو برقرار رکھنے کے قابل ہوگا۔تحوت مس نے تخت نشینی کے برس ہی میں اپنی فوجوں کو قنطارہ اور الغزہ کے 20 میل فی یوم کی رفتار سے روانہ کیا۔ ہرمیگید و کے مقاپ پر باغ فوجوں کے ساتھ آمنا سامنا ہوا۔

یہ ان پندرہ مہمات میں سے پہلی تھی، جن میں نا قابل مزاحمت تحوت مس نے مصر کو بحیرہ روم کی دنیا کا آقا بنا دیا۔اس نے صرف فتح ہی نہیں بلکہ تنظیم بھی کیا۔وہ ہر جگہ پر شجاع فوجی دستے اور قبابل گورنر چھوڑتا گیا۔سمندری قوت کی اہمیت تسلیم کرنے والا وہ پہلا معلوم تاریخی شخص تھا۔اس نے ایک بحری بیڑہ بنایا جس نے مشرق قریب کو موثر انداز میں قابو کئے رکھا۔اس کا ضبط کردہ مال غنیمت شہنشاہت کے دور میں مصری فن کی اساس بنا۔جو کمال اس نے شام سے باہر کھینچا تھا،اس نے لوگوں کو عشرت پسندانہ آسانی فراہم کی اور فنکاروں کا ایک نیا طبقہ تخلیق کیا جس نے مصر کو قیمتی چیزوں سے بھر دیا۔استعماری حکومت کی دولت کا اندازہ ہمیں اس امر سے ہوتا ہے کہ اس موقع پر خزانے میں سے سونے اور چاندی بھرت کے نو ہزار پونڈ نکالے جاسکتے تھے۔تھیبس میں تجارت ایسی چمکی کہ ماضی میں اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔معبد چڑھاووں سے لبریز ہو گئے اور کارنک میں شاندار اور سیر گاہ اور تقریباتی ہال دیوتا اور بادشاہ کے عظیم تر عروج تک سرفراز ہوا۔پھر بادشاہ میدان جنگ سے ریٹائر ہوا،اس نے عمدہ گلدان بنائے اور اندرونی انتظامی امور میں مشغول ہو گیا۔نپولین کے تھکے ہوئے سیکرٹریوں کی طرح اس کے وزیر نے بھی کہا۔"دیکھو! جہاں پناہ کو سارے واقعات کا علم تھا۔وہ کسی بھی بات سے لاعلم نہیں تھا۔وہ ہر چیز کے علم کا دیوتا تھا۔کوئی ایسا معاملہ نہیں،جو اس نے پایہ تکمیل تک نہ پہنچایا۔وہ 32 سال حکومت کر کے فوت ہوا اور بحیرہ رومی دنیا میں مصری قیادت کو مکمل بنا گیا۔" (ول ڈیورانٹ ص 64-60)

اس کے بعد ایک اور فاتح آمن حوتپ دوم نے شام میں آزادی کے مخصوص پرستاروں کو دوبارہ زیر کیا اور سات زیر حراست بادشاہوں کے ساتھ واپس تھیبس آیا جو ہنوز زندہ، سر نیہوڑائے شہنشاہی بحری جہاز میں سے باہر آئے۔ چھ کو اس نے اپنے ہاتھ سے آمن کے حضور قربان کر دیا۔ پھر ایک اور تحوت مس آیا جو قابل ذکر نہیں اور 1412 میں آمن حوتپ سوم نے طویل دور اقتدار کا آغاز کیا جس کے دوران مصر کی صدسالہ فرمانروائی میں جمع شدہ دولت نے مصر کو انتہائے کمال تک پہنچایا۔ برٹش میوزیم میں نصف دھڑ کا ایک شاندار مجسمہ اسے فوراً ایک مہذب اور طاقتور آدمی ظاہر کرتا ہے، حالانکہ وہ پیٹرونیئس یا میدیسی کی نظر میں بھی قابل رشک آسائش اور زینت کے ماحول میں رہتا تھا۔ توت آنخ آمن کی باقیات کو کھود نکالنے پر ہی ہم آمن حوتپ کی امارتوں اور عیش وعشرت کی روئیدادیں اور روایات جان سکتے ہیں۔ اس کے دور میں تھیبس تاریخ میں کسی بھی دوسرے شہر سے زیادہ پرشکوہ تھا۔ اس کی گلیاں اور بازار تاجروں سے پرہجوم تھے۔ منڈیاں دنیا بھر کی اشیاء سے بھری ہوئی تھیں۔ اس کی عمارتیں قدیم یا جدید دور کے دارالحکومتوں کو شان وشوکت میں نیچا دکھا رہی تھیں۔ پرشکوہ محل جاگیردارانہ ریاستوں کے ایک غیر مختتم سلسلے میں خراج وصول کرتے تھے۔ وسیع معبد "سونے سے مالا مال اور مزین" اور ہر فن سے آراستہ تھے۔ کشادہ بنگلے اور مہنگے قلعہ نما محل، سایہ دار سیر گاہیں اور مصنوعی جھیلیں اس پرتعیش انداز کا نظارہ مہیا کر رہی تھیں جو استعماری روم کی پیش بندی تھا........ مصر کے عہد عروج میں، زوال سے پہلے کے دور حکومت میں اس کا دارالحکومت ایسا تھا۔

مصر فراعین کے دور میں

قدیم مصر میں جنسی چال چلن

(ماخوذ از ول ڈیورانٹ)

فراعین کی حکومت نپولین کی حکومت جیسی تھی، حتیٰ کہ محرمات کے جنسی تعلقات کے اعتبار سے بھی۔ اکثر و بیشتر بادشاہ اپنی بہن سے شادی کرتا ...... کبھی کبھار اپنی بیٹی سے ...... تاکہ شاہی خون کا خالص پن محفوظ رہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس سے نسل کمزور ہوئی۔ کئی ہزار سالہ تجربے کے بعد یقیناً مصر ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ بہن سے شادی کی روایت لوگوں میں پھیل گئی اور دوسری صدی عیسوی تک آرسینوئے کے دو تہائی شہریوں کو اس روایت پر عمل کرتے پایا۔ مصری شاعری میں لفظ بھائی اور بہن کا مطلب وہی ہے جو ہم نے محبوب اور محبوبہ کا۔ اپنی بہنوں کے علاوہ فرعون کے پاس ایک وافر حرم بھی ہوتا تھا، جس میں قیدی عورتیں ہی نہیں بلکہ اشرافیہ کی بیٹیاں اور غیر ملکی بادشاہوں کی جانب سے آنے والے "تحفے" بھی بھرتی کیے جاتے تھے۔ چنانچہ آمن حوتب سوم نے ناہارنیا (Naharina) کے بادشاہ سے اس کی سب سے بڑی بیٹی اور تین سو منتخب نوکرانیاں وصول کیں۔ کچھ اشراف نے بھی ایک چھوٹے پیمانے پر اپنا چال چلن ذرائع کی مطابقت میں رکھتے ہوئے اس اکتا دینے والی فضول خرچ کی نقل کی۔

ہر کہیں کے متوسط آمدنی والے لوگوں کی طرح مصر کے زیادہ تر عام لوگ بھی یک زوجی پر قانع رہتے تھے۔ خانگی زندگی بدیہی طور پر اتنی بہتر حد تک منظم تھی جتنی کہ ہمارے وقت کی اعلیٰ ترین تہذیبوں میں کرداری خصوصیت اور اثر میں اخلاقی ہے۔ انحطاط پذیر سلطنتوں میں بھی طلاق شاذ و نادر ہوتی تھی۔ اگر خاوند کو اپنی بیوی کی بدکرداری کا پتہ چل جاتا تو ہرجانہ ادا کیے بغیر اسے

برطرف کرسکتا تھا۔دیگر وجوہات کی بناء پر طلاق دینے کی صورت میں خاوند کو اپنی خاندانی جائیداد کا کافی بڑا حصہ بیوی کے نام کرنا پڑتا تھا۔خاوند کی وفاداری........ جہاں تک ہم اس بھید کی گہرائی میں جاسکتے ہیں........ بعد کی ثقافتوں جتنی ہی تن دہ تھی اور عورت کی حیثیت آج کے انتہائی جدید ترین ممالک کے مقابلہ میں بھی زیادہ جدید۔میکس میولر کا کہنا ہے: ''کہیں بھی قدیم یا جدید لوگوں نے عورتوں کو اتنا بلند قانونی رتبہ نہیں دیا ہے جتنا کہ وادئ نیل کے باشندوں نے دیا تھا۔یادگاریں انہیں عوام میں کھاتے پیتے۔ بلاخوف اور بلانگرانی گلیوں میں اپنے کام کرتے اور صنعت وتجارت میں آزادانہ طور پر مشغول دکھاتی ہیں۔اپنی تندخو (سقرطی) بیویوں کو گھر میں بند رکھنے کے عادی یونانی سیاح یہ آزادی دیکھ کر ششدر رہ گئے۔وہ بیویوں سے تنگ مصری شوہروں پر ہنسے اور ڈیوڈورس سکولس نے غالباً آنکھ جھپکنے میں یہ رپورٹ کی کہ دریائے نیل کے ساتھ والے علاقے میں بیوی کے لئے شوہر کی فرمانبرداری شادی کے بندھن کا تقاضا تھی امریکہ میں یہ اقرار ضروری نہیں۔عورتوں کی جائیدادیں تھیں، جنہیں وہ اپنے ناموں سے ترکے میں حاصل کرتیں۔تیسری سلطنت کا ایک اقرار نامہ تاریخ کی ایک قدیم ترین دستاویز ہے، جس میں خاتون نیب سنت نے اپنی زمینیں بچوں کے نام منتقل کیں۔حت شپ سوت اور کلوپترا ملکہ بنیں اور انہوں نے بادشاہوں کے مانند تباہی اور حکومت کی۔

قرین قیاس ہے کہ عورتوں کی اعلیٰ حیثیت مصری معاشرے کے خفیف سے مادرسری کردار میں سے ابھری۔عورت نہ صرف گھر کی مکمل مالکن تھی، بلکہ جائیدادیں مونث نسبت سے چلتی تھیں۔پیٹری کہتا ہے: ''موخر ادوار میں بھی شوہر شادی کے معاہدہ میں اپنی ساری جائیداد اور تمام آئندہ آمدنی بیوی کے نام کردیتا۔'' مرد اپنی بہنوں سے شادی اس لئے نہیں کرتے تھے کہ قربت کے باعث محبت ہو جاتی تھی بلکہ اس کی وجہ خاندانی وراثت سے لطف اندوز ہونے کی خواہش تھی اور وہ یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ان کی دولت اجنبیوں کو راحت اور سہارا دے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بیوی کے اختیار میں سست رو تخفیف شروع ہوگئی۔شاید اس کی وجہ ہائیکسوس کی پدرسری روایات کے ساتھ تعلق بنا اور مصر کی الگ تھلگ زراعتی حیثیت اور امن سے

استعماریت اور جنگ میں تبدیلی تھی۔ بطلیموس کے دور میں یونانیوں کا اثر اس قدر زیادہ تھا کہ قبل ازیں بیوی کو حاصل طلاق کا حق شوہر کی خصوصی مراعت بن گئی۔ تاہم تب بھی صرف بالائی طبقات نے اس تبدیلی کو قبول کیا تھا، جب کہ عام مصری مدرسری نظام کی روایات سے چمٹا رہا۔ ممکن ہے عورتوں کو اپنے معاملات پر پورا اختیار ہونے کی وجہ سے بچوں کی اموات شاذ و نادر تھیں۔ ڈیوڈورس نے اس بات کو مصریوں کی کرداری خصوصیت خیال کیا کہ جنم لینے والا ہر بچہ پرورش پاتا ہے۔ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ اپنے بچے کی موت پر احساس جرم کا شکار ماں باپ کے لئے قانون کی رو سے ضروری تھا کہ وہ تین دن اور تین رات تک مردہ بچہ بازوؤں میں اٹھائے رکھیں۔ خاندان بہت بڑے تھے۔ جھونپڑوں اور محلات دونوں جگہ پر بچوں کا ہجوم لگا رہتا۔ کھاتے پیتے افراد کو اپنے بچے گننے میں بہت مشکل در پیش آتی۔

معاشقوں میں بھی عموماً عورت شروعات کرتی۔ ہم تک پہنچنے والی زیادہ تر محبت کی نظمیں اور خطوط عورت کی جانب سے مرد کو لکھے ہوئے ہیں۔ وہ سپردگی کی درخواست کرتی، اپنا مدعا براہ راست بیان کرتی۔ وہ رسمی طور پر شادی کی پیشکش کرتی ہے۔ ایک خط میں کہا گیا: ''اے میرے دلکش دوست، میری تمنا ہے کہ میں تمہاری بیوی کی حیثیت سے تمہاری تمام املاک کی مالکن بن جاؤں۔'' چنانچہ پاک دامنی، وفاداری سے ممیز طور پر مصریوں کے درمیان نمایاں نہیں تھی۔ وہ جنسی معاملات کی بات اس قدر واضح پن کے ساتھ کرتے کہ یہ انداز ہماری بہت بعد کی اخلاقیات میں بھی غیر مانوس ہے۔ انہوں نے اپنے معبدوں کو چونکا دینے والے جسمانی کھلے پن والی تصاویر اور ابھرواں منبت کاریوں سے مزین کیا اور قبر میں لطف اندوز ہونے کے لئے اپنے مردوں کے ساتھ فحش تحریریں بھی رکھ دیتے۔ دریائے نیل کے ساتھ گرم خون چلتا رہتا۔ لڑکیاں دس برس کی عمر میں شادی کے قابل ہو جاتیں اور قبل از شادی جنسی سرگرمی آزادانہ اور آسان تھی۔ بطلیموسی ایام میں ایک طوائف کے بارے میں مشہور تھا کہ اس نے اپنی بچیوں سے ایک حرم تعمیر کر لیا ہے۔ حتیٰ کہ مردوں کے گاہک بھی موجود تھے۔ جاپان کے انداز میں دل بہلانے اور جسمانی تربیت کا سامان پیدا کرنے والیوں کے طور پر رقاصاؤں کو بہترین مرد برادری میں قبول کر لیا جاتا تھا۔ وہ

نہایت مہین عبائیں پہنتیں، یا پھر پائلیں، کنگن اور انگوٹھیاں پہن کر مسرور ہوتیں۔ بہت چھوٹے پیمانے پر مذہبی عصمت فروشی کے شواہد ملتے ہیں۔ رومی تسلط قائم ہونے کے وقت بھی تھیبس کے اونچے خاندانوں میں سے خوبصورت لڑکی آمن دیوتا کو وقف کرنے کے لئے چنی جاتی۔ جب وہ دیوتا کو مطمئن نہ کر سکنے کی عمر کو پہنچتی تو اسے باعزت رخصتانہ وصول ہوتا۔ وہ شادی کر کے اعلیٰ ترین حلقوں میں چلی جاتی۔ (ول ڈیورانٹ ص 77-73)

انیسواں خاندان

اخناتون کے ''اتحاد'' سے ملک میں جو کمزوری وابتری پیدا ہوئی تھی، دور ہوگئی۔ بنی اسرائیل اسی زمانے میں مصر سے نکلے۔

(1) ہورم ہبب (ہرمہاب) تقریباً 1350 تا 1321 ق م (2) رامسس اول تقریباً 1321 تا 1320 ق م (3) سیتی اول (سیتھوس) تقریباً 1320 تا 1300 ق م (4) مرام سس دوم تقریباً 1300 تا 1335 ق م (5) میرن پھناح (فناح) تقریباً 1225 تا 1215 ق م (6) امن مبیس تقریباً 1215 ق م (7) سا۔ پتاح 1215 تا 1209 ق م (8) سیتی دوم تقریباً 1209 تا 1205 ق م

بیسواں خاندان

کچھ مدت کے لیے پھر ابتری پھیل گئی تھی اور ایک شامی سردار نے مصر پر قبضہ کرلیا تھا۔ سیتجت ے جو رامسس دوم کی نسل سے تھا نے پھر سے مصر کو آزاد کرایا۔ شام کا علاقہ، مصر کے ہاتھ سے نکل گیا۔

(1) سیتخت تقریباً 1200 تا 1198 ق م (2) رامسس سوم تقریباً 1198 تا 1167 ق م (3) رامسس چہارم 1167 تا 1161 ق م (4) رامسس پنجم تقریباً 1161 تا 1157 ق م (5) رامسس ششم تقریباً 1157 تا 1154 ق م (6) رامسس ہفتم تقریباً 1154 تا 1152 ق م (7) رامسس ہشتم تقریباً 1152 تا 1150 ق م

(8) رامسس نہم تقریباً 1150 تا 1130 ق م (9) رامسس دہم تقریباً 1130 تا 1124 ق م (10) رامسس یازدہم تقریباً 1124 تا 1094 ق م۔

اکیسواں خاندان 1094 تا 947 ق م

بیسویں خاندان کے آخری کئی فرعون' امن دیوتا کے کاہنوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے رہے۔ آخری فرعون کے مرنے پر کاہن ''ہری ہریا'' یا ہیرو نے فرعونی لقب اختیار کر لیا تھا اور مذہبی پیشواؤں کی بادشاہی قائم کر دی تھی مگر یہ بادشاہی کمزور رہی اور مصر برابر بد سے بدتر حالت میں ہوتا چلا گیا۔ لیبیا اور حبش کے سرداروں نے بھی یلغاریں کیں اور باری باری راج کرتے رہے' یہاں تک کہ 663 ق م پہلے اشوریوں نے مصر فتح کر لیا پھر 525 ق م میں نصرانیوں نے قبضہ کیا۔ پھر 305 ق م میں سکندر مقدونی نے ایرانیوں کو مصر سے نکال دیا اور بطلیموسی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی۔ بعد کے تاریخی واقعات زیادہ مشہور ہیں اور آسانی سے تاریخی کتابوں میں پڑھے جا سکتے ہیں۔

✽

مصری کتب خانے

قدیم مصر کا ادب ہیروگلفی رسم الخط میں ہے۔ اس کا بہت تھوڑا حصہ بچا ہے۔ وقت نے مصر کے شیکسپیئروں کو فنا کر دیا اور صرف شاعروں کا امتیاز محفوظ رکھا۔ چوتھی سلطنت کے ایک اہلکار کے مقبرہ پر ''دار الکتب کا منشی'' لکھا گیا ہے۔ موجود قدیم ترین مصری ادب ''ہرمی عبارات'' پر مشتمل ہے جو پانچویں اور چھٹی سلطنتوں کے پانچ اہرام کی دیواروں پر کندہ متبرک تحریریں ہیں۔ 2000ق۔م تک کے قدیم دور کے کتب خانے ہم تک پہنچے ہیں۔

''تباہ شدہ جہازی کی کہانی'' ایک سادہ سی خود نوشتہ سوانح عمری کا جزو ہے۔

ایک اور کہانی انتظامی اہلکار سی نوحے کی مہمات بیان کرتی ہے جو آمن ام حت اول کی وفات پر مصر سے فرار ہوتا، مشرق قریب کے ملک ملک میں بھٹکتا اور پھر اپنی خوشحالی اور عزت افزائیوں کے باوجود وطن کے لئے تنہائی کا دکھ اٹھاتا ہے۔

مصری ادب کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں مختصر کہانیاں مختلف اور بکثرت ہیں۔ ان میں بھوتوں، معجزوں اور دیگر تخیلاتی اختراعات کی زبردست اور اس قدر اعلیٰ جاسوسی کہانیاں موجود ہیں کہ جدید ریاست کار کو بھی مطمئن کر دیں۔ شہزادوں اور شہزادیوں، بادشاہوں اور ملکاؤں کے بلند بانگ عشقیہ قصے ہیں، جانوروں کے ایسے افسانے موجود ہیں جن میں ان کے رویہ کے ذریعہ انسانی نقائص اور تمناؤں کی تصویر کشی اور حکیمانہ اخلاقیات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

مصریوں کا ابتدائی ادب مذہبی نوعیت کا ہے اور قدیم ترین مصری نظمیں ہری ادب کی

مناجاتیں ہیں۔ان کی طرز قدیم ترین شاعرانہ طرز ہے .... وہ ’’قافیہ بندی‘‘ یا مختلف مصرعوں میں ایک ہی خیال کو بار بار دہرانے کا انداز جو عبرانی شاعروں نے اہل مصر اور اہل بابل سے لیا اور مناجات میں امر کر دیا۔قدیم سلطنت سے وسطی سلطنت تک آتے آتے ادب سیکولر اور ’’الحادی‘‘ بننے پر راغب ہوتا ہے۔’’ گڈریئے اور دیوی کی کہانی‘‘ کا بچا کچھا حصہ اصل کہانی کی جھلک پیش کرتا ہے۔

اہل مصر جانتے تھے کہ موسیقی اور جذبات شاعری کے جڑواں جواہر ہیں۔ان کی موجودگی میں ظاہری صورت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔تاہم الفاظ کی متوازیت کے ذریعہ موسیقیت نمایاں کی گئی۔شاعر نے ہر مصرعہ یا بند ایک ہی لفظ سے شروع کرنے کا طریقہ استعمال کیا، کہیں مختلف معنی یا بے جوڑ چیزوں اور ایک جیسی آوازوں کے ساتھ کسی ابہام گو کی طرح نغمہ بجایا۔تجنیس حرفی (یعنی ایک جیسے الفاظ یا آوازوں کو بار بار لانا) کا ہنر اہرام جتنا ہی قدیم ہے۔یہ سادہ سے انداز بہت کافی ہے۔

مصر میں تاریخ نویسی بھی تاریخ جتنی ہی پرانی ہے۔حتیٰ کہ قبل از سلطنت دور کے بادشاہوں نے بھی فخر مندی کے ساتھ تاریخی ریکارڈ رکھے۔سرکاری تاریخ دان فراعین کے ساتھ جنگی مہمات پر جاتے تھے۔انہوں نے کبھی ان کی شکستیں نہ دیکھیں اور صرف فتوحات کی روئیداد لکھی۔تاریخ نویسی ایک حسن افروز فنون بن چکا تھا۔2500ق۔م میں مصری دانشوروں نے بادشاہوں کی فہرستیں بنائیں، ان کے ناموں سے سال منسوب کئے اور ہر سال اور حکومت کے قابل ذکر واقعات زمانی ترتیب میں لکھے۔تحوت مس سوم کے وقت تک یہ دستاویزات مکمل تاریخیں بن گئیں۔وسطی سلطنت کے مصری مفکروں نے انسان اور تاریخ دونوں کو قدیم اور عظیم خیال کیا اور اپنی نسل کی تابدار جوانی پر سوگ منایا۔سن اسرت دوم کے دور حکومت میں خاخپ اررا سونپ، ایک عالم شخص نے تقریباً 2150ق۔م میں شکایت کی کہ سب کچھ کہا جا چکا تھا اور ادب میں تکرار کے سوا کچھ نہیں رہ گیا۔

وادئ سندھ کی تہذیب 2500 ق م

ماخوذ از ڈی ڈی کوسمبی

پہلے دوابواب میں ہندوستان میں باہمی ثقافت اثر پذیری کا تذکرہ ہوا ہے۔ ہندوستان کے دیہاتی جواب ملک کی آبادی کی بہت بڑی اکثریت ہیں اور تھوڑے سے بچے کھچے قبائلی طویل زمانوں سے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ دیہاتی طبقہ کی پر پیچ وخم مگر مجموعی طور پر مسلسل ترقی کا خاکہ زیادہ دشواری کے بغیر مرتب کیا جاسکتا ہے۔ یہ ترقی غذا کی بہتر فراہمی کے باعث اندرونی بالیدگی کی بنا پر ہوئی اور خارجی طور پر قبائلی زندگی کی خزاں زدگی نے اس کو آگے بڑھایا۔ اس خاکے کے بیرونی خطوط بالکل واضح ہیں اگر چہ علاقے میں ترقی کے مراحل کی ترتیب یا زمانہ ایک ہی نہیں ہے۔ اب شہری زندگی کے آغاز وفروغ کا سوال باقی رہ جاتا ہے خواہ کچھ بھی ہو بہر حال تہذیب کا مفہوم ہوتا ہے شہری تمدنی زندگی کی تشکیل اور ایک پورے ملک کی زندگی میں اس کی قائدانہ خصوصیت۔ اگر چہ موجودہ جدید دور کے ہندوستانی شہروں کی حیثیت ایک غیر ملکی طریقِ پیداوار کی مرہون منت ہے تاہم مشینی زمانے اور جاگیرداری عہد سے بہت پہلے اس ملک میں شہر موجود تھے۔ یہ شہر قبل تاریخی عہد کے بطن سے کس طرح پیدا ہوئے؟

ایک نسل پہلے تک اسی نقطہ نظر کو تسلیم کیا جاتا تھا کہ ہندوستان میں کسی بھی اہمیت کے اولین شہر پہلے دو ہزار سال قبل مسیح کے دوران نمودار ہوئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ شہر چوپان خانہ بدوشوں یعنی آریوں کے اخلاف نے بنائے تھے جو کانسی کے زمانے کے حملہ آور قبائیلیوں کی حیثیت سے شمال مغرب کی جانب سے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ 1500 قبل مسیح کے

قدرے بعد تک یہ لوگ آپس میں اور پنجاب کے قدیم اصلی باشندوں سے لڑتے رہے۔ اس کے بعد شہر زندگی اور تہذیب قدرے آہستہ رفتار سے گنگا کے میدان میں داخل ہوئے۔ پرانے نقطہ نظر کے مطابق سب سے پہلے بڑا شہر ہندوستان معلوم ہوتا ہے لیکن یہ سب قیاس آرائی پرانی سنسکرت کتابوں، اشلوکوں اور داستانوں سے ہوئی جو سب کی سب اساطیر وخرافات کی سطح کی چیزیں تھیں۔ 1925ء میں ماہرین آثار قدیمہ نے بہت بڑے شہری کھنڈروں کی ایک حیرت انگیز و شاندار دریافت کا اعلان کیا۔ جن کا قدیم ادب میں کوئی ذکر نہیں تھا۔ ان میں سے خاص کھنڈر دو شہروں کے تھے جن میں سے ہر ایک شہر دو اور تین ہزار سال ق۔م کے درمیان اپنے عروج کے زمانے میں ایک میل مربع تھا۔ دونوں شہر وادی سندھ میں تھے اور دونوں ہی اہم دریاؤں پر واقع تھے۔ جنوبی شہر جو کہ اب سندھ میں موہن جو داڑو کا نام پر ایک ویران ٹیلہ ہے خاص دریائے سندھ پر تھا۔ بالائی شہر ہڑپہ مغربی پنجاب میں کسی زمانے میں دریائے راوی کے کنارے پر تھا جو دریائے سندھ کا ایک بڑا معاون ہے۔ جیسا کہ تاریخ میں اکثر ہوا ہے ان دریاؤں نے اب نئے راستے بنائے ہیں کیونکہ وہ گہری سیلابی مٹی میں سے بہتے ہیں۔ ان شہروں کے مکان کئی منزلہ اور محل نما تھے۔ ٹھوس طریقہ پر خوب پختہ اینٹوں کے بنے ہوئے تھے اور ان میں رہائش کی سہولتیں مثلاً نہایت عمدہ غسل خانے اور بیت الخلا تھے۔ مٹی کے برتن اچھی قسم کے تھے۔ اگرچہ ان پر کوئی خاص آرائش کا کام نہیں تھا ان کو تیز رفتار چاک پر بہ یک وقت بڑی تعداد میں بنایا جاتا تھا۔ سونا، چاندی، جواہرات اور گم گشتہ دولت کے دیگر ثبوت بھی روشنی میں آئے۔ آبادی کا نقشہ لاجواب تھا عمارات کے 400x 200 گز کے مستطیل سلسلے تھے جن میں وسیع بڑی سڑکیں اور عمدہ چھوٹی گلیاں تھیں۔ دنیا میں اور کہیں بھی شہری آبادی کا ایسا نظام نہیں ملا جو اس قدر پیچیدگی ونفاست رکھتا ہو اور اتنے قدیم زمانے میں اسے محتاط منصوبے کے تحت قائم کیا گیا ہو۔ مصر کے شہر اس کے حکمرانوں کے کوہ پیکر مقبروں اور عظیم معبدوں کے مقابلہ میں فن تعمیر کے لحاظ سے ہیچ تھے۔ سمریا، عکاد، بابل کے اینٹوں کے شہر وادی سندھ کے نمونے زیادہ قریب تھے لیکن وہ کسی منصوبے کے بغیر بس یوں ہی بنتے چلے گئے۔ ان تمام شہروں کی سڑکیں روم، لندن، پیرس اور بدیں وجہ کے بعد کے ہندوستانی قصبوں کی طرح

بے قاعدہ دیہاتی راستوں کا نمونہ تھیں۔ وادی سندھ کے شہر حقیقی معنی میں ایک حیرت ناک قسم کی شہری منصوبہ بندی کا مظہر ہیں اور قائمہ بناتی ہوئی سیدھی سڑکوں کے علاوہ بارش کے پانی کے لئے ایک نہایت ہی اعلا نکاسی کا نظام موجود تھا اور نالیوں کو گندے پانی سے صاف کرنے کے لئے چوبچے تھے۔ اس طرح کی کوئی بھی چیز کسی ہندوستانی شہر میں عہد حاضرہ تک نہیں تھی۔ توقع سے بہت زیادہ شہر اب بھی ایسے ہیں جہاں ان سہولتوں کا فقدان ہے وہاں غلے کے بہت بڑے بڑے گودام تھے۔ اتنے بڑے کہ غیر سرکاری ملکیت کے نہیں ہو سکتے۔ ان سے ملحق باقاعدہ بلاکوں میں چھوٹے چھوٹے رہائشی مکان تھے جن میں یقینی طور پر وہ خاص قسم کے مزدور یا غلام رہتے تھے جو اناج کوٹنے اور جمع کرنے کا کام کرتے تھے۔ اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ کافی بڑے پیمانے پر تجارت ہوتی تھی اور اس میں سے کچھ سمندر پار تک ہوئی تھی۔

اس دریافت کے یہ معنی تھے کہ قدیم ہندوستان کی تاریخ کے باب میں تمام سابقہ تصورات کو ایک نئی سمت دینا ضروری تھا۔ ہندوستان کی ثقافتی ترقی ایک مستقیم و منطقی سلسلہ کی شکل میں نہیں ہوئی بلکہ اس میں زبردست رجعت قہقری بھی ہوئی اور جو پانی پت کی طرف غیر مصرح واپسی تھی۔ ہڑپا جیسے بڑے شہر کی موجودگی کے معنی یہ ہیں کہ اس کی کفالت کرنے والا کوئی بھی موجود تھا جو کافی فاضل غذا پیدا کرتا ہے.... یا عام حالات میں اقتدار کا مرکز بن جاتا ہے یعنی ایک یا زیادہ شہروں کی موجودگی کے معنی یہ ہوئے کہ ایک ریاست بناتے، ہدایات دیتے اور اس پر نگرانی وتسلط رکھتے تھے۔ اس کے فقط یہی معنی ہیں کہ کسی ایسی طبقاتی تقسیم اور تقسیم محنت کے بغیر جو ''چند لوگوں کی حکومت بہت سے لوگوں پر'' کے اصول پر مبنی ہو کسی قسم کے شہر عہد قدیم میں قائم و زندہ نہیں رہ سکتے۔ لیکن پھر ایک ایشیا اپنے جانشین یا نشان چھوڑے بغیر کیوں غائب ہو گیا۔ اس کی تباہی کے معنی تو یہ ہونا چاہئے تھے کہ کچھ اور ایسے شہر وجود میں آئے ہوتے جو یا تو براہ راست اس کے اثرات کا نتیجہ ہوتے یا اس کی رقابت کا۔ عراق میں جن لوگوں نے شہروں کو فتح کیا وہ ان پر قابض رہے۔ بابل کا مشہور بادشاہ اور واضع قوانین حمورابی (سترھویں صدی قبل مسیح) ایسے ہی فاتحین میں سے تھا جو شروع میں وحشی تھے۔ مصر میں بھی یہی ہوا۔ شہری ثقافت کا یہ متوقع تسلسل ہندستان میں مفقود

تھا۔عراق عرب کے اکتشافات میں دریافت ہونے والی دوسری چیزوں سے مقابلہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ دو ہزار اور تین ہزار قبل مسیح کے درمیان ان شہروں اور دوسرے ملکوں کے اسی طرح کے شہروں کے درمیان تجارت تھی۔وادی سندھ کی شہری ثقافت کی مدت کا عام اندازہ تین ہزار قبل مسیح تا دو ہزار قبل مسیح کیا جاسکتا ہے۔اس کا خاتمہ زیادہ سے زیادہ 1750 قبل مسیح کے فوراً بعد ہو گیا۔خاتمے سے پہلے تاریخی انحطاط کا ایک طویل دور گزرا لیکن اصل اختتام ناگہانی ہوا۔موہن جودوڑو میں تو شہر کو آگ لگا دی گئی۔باشندے قتل کر دیئے گئے اور اس قتل عام کے بعد آبادی ناقابل ذکر حد تک کم رہ گئی۔ہڑپہ میں اس قسم کے نشانات ناقص ہیں کیونکہ اس کے اوپر کی تہیں برباد ہو چکی ہیں۔ملبہ (زیادہ تر اینٹیں) جدید عمارتوں کے لئے لیا گیا۔لیکن اس سے کہیں زیادہ حصہ ریلوے نے نہایت سستی روڑی پا کر استعمال کر لی۔بہر حال اس قسم کی شہادت موجود ہے کہ اس شہر کا خاتمہ تشدد کے ہاتھوں ہوا۔اس لئے یہ سمجھنا ممکن ہو گیا کہ قدیم سنسکرت کتابوں کی استعماراتی و خیالی داستانیں ایک حقیقت ہیں جن میں دشمنوں کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ ان کو لڑائی میں بے دردی سے کچل ڈالا، ان کے خزانے لوٹ لئے گئے اور شہر جلا دیئے گئے۔اس طرح ظاہر ہے کہ جس چیز کا زمانہ اور قدیم ہندوستانی ثقافت کے دوسرے ہزار سالہ چوپانی عہد کا آغاز سمجھا گیا تھا اس کا مفہوم دراصل ایک کہیں زیادہ قدیم اور مسلمہ طور پر اعلا تر شہری ثقافت پر بربریت کی فتح تھی۔اس تے تاریخی ترقی کے عام متوقع عمل کو ایک تازہ تحریک دینے کے بجائے بڑی طاقت سے پیچھے دھکیل دیا تھا۔

اس صورت حال سے مورخ کے سامنے ایک عجیب مسئلہ آجاتا ہے۔سندھ کی تاریخی دستاویزات میں سے کسی کا بھی مفہوم معلوم نہیں کیا جاسکا ہے۔علاوہ ازیں یہ دستاویزات مہروں یا نشانات پر محض مختصر سی حکایات ہیں یا برتنوں کے ٹکڑوں پر چند خراشیں سی ہیں۔ان کے حروف تہجی سے کوئی واقف نہیں اور اب تک کوئی ان کو پڑھ نہیں سکا۔اگر انہیں پڑھ لیا جاتا تو محض چند اشخاص کے نام شاید چند تجارتی اداروں کے یا ایک دو دیوتاؤں کے نام ہی معلوم ہو سکتے۔تمام تر قدیم تاریخ اس بات پر منحصر ہے کہ اثریاتی دریافتیں تحریری دستاویزوں، کتبوں اور اس قسم کی چیزوں سے

مطابق رکھتی ہوں اور ان کا مؤخر الذ سے مقابلہ کیا جا سکے۔ یہاں وادی سندھ کی اثریات کا دائرہ تو وسیع ہے لیکن کوئی متعلقہ دستاویز آخر تک نہیں پڑھی گئی خاص دریافت سے کسی ایک شخص یا واقعے کا بھی تعلق قائم نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ لوگ کون سی زبان بولتے تھے۔ دوسری طرف وحشی حملہ آور جنہوں نے ایک ہزار سالہ ثقافت کو ناقابل احیا حد تک تباہ و برباد کیا حقیقی معنی میں کوئی معروف اثریاتی ذخیرہ اپنے بعد نہیں چھوڑ گئے۔ اس طرح قدیم سنسکرت تحریریں اہم تفصیلات کے باب میں ٹھوس معنی سے محروم ہی رہتی ہیں کیونکہ بعض اہم الفاظ کا رشتہ خاص مقامات اور اشیاء سے نہیں جوڑا جا سکتا اور کچھ اصطلاحیں تو سمجھ میں بھی نہیں آتیں۔ سندھ کی تہذیب کے خاتمے اور نسبتاً چھوٹے نئے ہندوستانی شہروں کی اولین ممکن شروعات کے درمیان چھ سو سال سے زیادہ ایک واضح خلا رہ جاتا ہے یعنی وہ نئے شہر جو ہمیں ایسے تاریخی دور میں لے آتے ہیں جس کے تسلسل میں آئندہ کوئی خلل نہیں پڑتا۔ یہ غارت گر اور غارت زدہ لوگ برصغیر کے ایک گوشے میں مصروف عمل رہے جو آج کل مغربی پاکستان ہے اس سرزمین کے باقی حصے پر خوراک جمع کرنے والوں کی بہت ہی منتشر و قلیل آبادی تھی جو پتھر کے زمانے کی ننھی ننھی قبائل جماعتوں کی تشکیل میں اپنی اپنی زندگی کے مختلف راستوں پر گامزن تھے۔ ہندوستان کی اصل ثقافتی ترقی کے آغاز اور دوسرے اور تیسرے ہزار سالہ قبل مسیح کی ہندوستانی تاریخ قلم بند کرنے کے امکان سے دونوں کو ہی بہت سخت نقصان پہنچا ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ کوئی معقول قیاس اس باب میں قائم کیا جائے کہ فاضل اناج کو ان لوگوں سے جو اسے پیدا کرتے تھے کن طریقوں سے لے لیا جاتا تھا۔ اس مقصد کے لئے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ تیسرے ہزار سالہ عہد قبل مسیح میں مصر اور عراق (میسوپوٹامیہ) میں جو ترقیات رونما ہوئیں ان سے وادی سندھ کے شہروں کو کون سی چیز الگ تھلگ رکھتی ہے؟ اس کے بعد اس فرق کی وضاحت پیش کرنا وادی سندھ کے معاشرہ کا خاکہ مرتب کرنے کا ایک طریقہ ہوگا۔

اس سلسلے میں پہلا نکتہ تو بتایا جا چکا ہے۔ عظیم تبدیلیوں کی عدم موجودگی۔ یہ تمام شہر پوری طرح منصوبے کے تحت بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں کا نقشہ جہاں تک معلوم کیا جا سکتا

ہے ایک ہی جیسا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی اس عہد کے ٹھیک اختتام تک تبدیل نہیں ہوا اور مہریں ایک ہی حالت پر قائم رہیں۔ حروف تہجی بھی ایک شکل پر جمے رہے۔ یہ بات تاریخی دور کے ہندوستان سے شدید تضاد رکھتی ہے۔ جہاں حروف کی شکل ایک صدی سے دوسری صدی تک اتنی بدل جاتی تھی کہ مسودوں اور کتبوں کا زمانہ متعین کرنے کے لئے یہ رسم الخط ایک کافی اچھا طریقہ ......اور بعض اوقات واحد معروف طریقہ فراہم کرتا ہے۔ شہروں کی زمینی سطح مسلسل و مستقل طور پر بلند ہوتی جاتی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ موہن جودارو میں مکان کی زیریں منزلوں کو معیاری سیلابوں سے اونچا کرنے کے لئے مٹی سے بھر دیا گیا ہو اور پھر ان کے اوپر نئی منزلیں تعمیر کی گئی ہوں۔ کچھ مکان قدرتی طور پر خراب وخستہ ہو گئے اور ملبے کو ہموار کر کے اس پر دوبارہ تعمیر کئے گئے۔ سڑکوں کی سطح بھی اونچی کر دی گئی بایں ہمہ گلیوں سڑکوں کا نقشہ وہی قائم رہا۔ پہلی ہی دیواروں یا کمروں کے نقشہ پر بہت تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مکانوں کی بلندی اور بڑھا دی گئی۔ اینٹوں کی سابقہ گول دیواروں پر کنوئیں اتنے اونچے بنا دیئے گئے کہ کھدائی جب زیادہ گہری سطحوں تک پہنچ جاتی ہے تو یہ کنوئیں فیکٹری کی چمنیاں معلوم ہوتے ہیں۔ صرف آخر دور میں انحطاط اور بے ترتیبی کی علامات ملتی ہیں کچھ بلند تر سطح کے مکانات ناقص سامنے سے اور بھدے سے ڈھنگ پر تعمیر کئے گئے ہیں اور سڑکوں کے نقشہ میں دخل انداز بھی ہوتے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ شہر کا یہ حصہ اس وقت تباہ ہو چکا تھا۔ مٹی کے برتن پکانے کے آوے شہر کے حدود میں نمودار ہو گئے تھے۔ اس سے قبل کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ اینٹوں کے بھٹے کہیں نہیں ملے۔ ان شہروں کی خوشحالی کے ہزار سالہ دور میں اینٹیں دور فاصلہ پر بنتی تھیں جہاں ایندھن آسانی سے میسر تھا اور اس کے بعد دارالخلافہ تک گاڑیوں میں یا کشتیوں میں یا دریائی بہاؤ کی طرف بیڑوں پر بہا کر لائی جاتی تھیں۔ لکڑی ہمالیہ سے بڑے دریاؤں میں بہہ کر آتی تھی۔ جو مکانات بنے ان میں پرانا سامان دھوپ میں سکھائی ہوئی کچی اینٹوں کے ساتھ دوبارہ استعمال کیا گیا۔ سندھ کے ہزار سالہ عہد کے دوران مصر میں دوبارہ مکمل شاہی خاندان گزر چکے تھے۔ سمیریا کو عکاد فتح کر چکا تھا اور فرعون اعظم نے ایک سلطنت قائم کر ڈالی تھی جو اس کے جانشینوں کے دور میں ختم ہوئی۔ اس زمانے میں عراق عرب

کے ہر ایک شہر کی ساخت میں اہم تبدیلی ہوئی لیکن ہندوستان میں ایسا نہیں ہوا۔

دوئم یہ کہ وادی سندھ کے شہروں میں ایک ممکن استثنا کے علاوہ کسی طرح کی عوامی یادگاریں یا نمود ونمائش کی چیزیں دو متوازی ثقافتوں کے مفہوم کے لحاظ سے موجود نہیں۔ کوئی بڑی جلسہ گاہ نہیں ہے اگرچہ موہن جوداڑو میں ایک ستر میٹر لمبا ہال موجود ہے جس میں ستونوں کے درمیان ایک بغلی راستہ یا غلام گردش ہے اور ممکن ہے یہ ہال عوامی استعمال کے لئے ہو۔ وہاں کسی طرح کے معروف کتبے مخروطی چوٹی والے مربع یا مستطیل مینار یا مجسمے کے سرکاری فرامین نہیں ہیں۔ نسبتاً متمول خوب پختہ اینٹوں کی سات فٹ موٹی دیواریں رکھتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ مکانوں کی کئی منزلیں تھیں۔ یہاں عمارت کو باقی پر ایسی فوقیت نہیں تھی جیسے کہ محل یا معبدوں کو دوسری ہم عصر ساحلی تہائیوں کو حاصل تھی۔ مکانات کی سڑک کی طرف والا حصہ جہاں تک دیکھا جاسکتا ہے سادہ اور غیر مزین دیواروں پر مشتمل ہوتا تھا۔ پچی کاری تصویر روغنی چمک دار ٹائلیں، خاص طور کے سانچوں میں بنی مختلف تصاویر والی، اینٹیں کچ کا کام اور آراستہ دروازے تک مفقود تھے۔ مکان میں داخل ہونے کا راستہ ایک بغلی گلی میں سے ہوتا تھا اور دروازہ اتنا تنگ ہوتا تھا کہ مضبوطی سے بند کرنے میں آسانی ہو۔ یعنی گھروں کے اندر رکھی ہوئی دولت کا اس زبردست نمود ونمائش سے کوئی تعلق نہ تھا، معبدوں یا فوجی فتوحات کے تزک واحتشام سے وابستہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جمع شدہ خزانے قزاقوں یا سماج دشمن عناصر سے محفوظ نہیں تھے۔ شہر پر جیسی حکومت تھی اس کے پاس قابل اعتماد پولیس کے انتظامات نہیں تھے۔

اب ہم تیسری امتیازی خصوصیت پر آتے ہیں۔ یعنی جنگی نظام کی حیرت ناک کمزوری۔ موہن جوداڑو میں جو ہتھیار ملے ہیں وہ نیس اوزاروں کی نسبت کمزور ہیں۔ نیزے بہت پتلے ہیں۔ جن میں مضبوطی کے لئے کوئی چیز نہیں لگائی گی۔ نیزے کا پھل پہلے ہی زور حملے پر مرجاتا ہوگا۔ تلواروں کو نشان ہی نہیں۔ مضبوط چاقو اور پستو لچے تو اوزار میں ہتھیار نہیں۔ ''تیر انداز'' ایک تصوراتی علامت بن گیا ہے لیکن تیروں کا پیکان کانسہ کے نہیں بلکہ صرف پتھر کے تھے۔ جو بھی حکومت عوام کو قابو میں رکھتی تھی اسے کوئی زیادہ طاقت کا استعمال نہیں کرنا پڑتا تھا۔ ہر ایک شہر

کے ایک پہلو پر ''قلعے'' کا اونچا ٹیلا سا نظر آتا ہے۔ ہڑپا میں اس کو بعد کے زمانے میں مستحکم بنا دیا گیا تھا۔ اس سے پہلے ایک میٹر اونچی مصنوعی چبوترے پر یہ غیر مستحکم عمارتوں کا ایک سلسلہ تھا چبوترے کے پہلوؤں پر اوپر تک ڈھلواں راستے بنے ہوئے تھے جن سے خاص رسوم کے موقع پر آسانی سے چڑھا جا سکتا تھا لیکن دفاع یا حفاظت کو یہ چیز بالکل تباہ کر دیتی تھی۔

وادی سندھ میں تغیر وتبدل کا فقدان محض کاہلی یا قدامت پرستی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس کے وجود زیادہ گہرے تھے۔ بات یہ تھی کہ لوگ دانستہ وارادتاً نئی باتیں سیکھنے سے اس وقت بھی انکار کرتے تھے جب کہ بدعت وجدت سے معاملات بڑی حد تک بہتر ہو سکتے تھے۔ تاجروں کو بابل اور سوریا (سمیریا) کی نہری آب پاشی کا یقین طور پر علم تھا لیکن وادی سندھ کے علاقے کے کسی برائی فوٹو آب پاشی کے جدید انتظامات سے قطع نہروں کا کوئی وجود نظر نہیں آتا۔ کانسہ کی کھلی ڈھلائی کا بسولہ بطور اوزار استعمال ہوتا رہا۔ حالانکہ کلہاڑی اور تیشہ جس میں چوبی دستہ کے لئے ایک خانہ یا سوراخ ہو یقیناً وادی سندھ کے کاریگروں کی صنعتی استعداد سے باہر نہیں تھے۔ موخر الذکر اوزاروں کے نمونے اوپر کی تہوں میں ملتے ہیں اور بلا شک وشبہ شمال مغربی حملہ آوروں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی قبروں میں ہندوستان سے باہر اوزار پائے جاتے ہیں۔ یہی حال زیادہ کارگر اسلحہ مثلاً تلواروں کا ہے۔ یہ تمام چیزیں ثقافت سندھ کے لئے بے کار ہیں۔ ایسے شہروں کا جن کا پیش رو کوئی شہر نہیں تھا اس قدر اچانک گویا ایک صدی کے اندر اندر درجہ صفر سے ترقی کر کے معراج تکمیل کو پہنچ جاتا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس کی ترغیب باہر سے ملی ہے تغیرات سے نا آشنا مستقل استحکام اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ زندگی میں جس شکل وصورت کا ارتقا ہو چکا تھا وہ مقامی حالات کے لئے سازگار تھی اور خود اس ارتقا کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ علاقہ سندھ کے مغرب اور شمال کی طرف بلوچستان میں جن قبل تاریخی دیہات کے کھنڈر پائے جاتے ہیں۔ ان کے بتدریج عروج سے زندگی کی یہ ارتقا یافتہ شکل پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ بلوچی قسم کے بہترین ہڑپا شہر سے ذرا نیچے ملتے ہیں لیکن شہر میں انہیں شہروں کی تعمیر کرنے والے بیرونی تارکین وطن نے بڑی تعداد میں حملہ نہیں کیا۔ وادی سندھ کا فن تعمیر اور اس کی عام تکنیک مخصوص اور امتیازی

انفرادیت رکھتی ہے۔ کسی دوسرے بڑے پیمانے کی شہری ثقافت مثلاً سومیر سے مستعار نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ سمریائی قسم کی دو قدیم مہریں (غلغمیش اور عنقیدو سے متعلق) وادی سندھ میں ہوئیں جو مقامی سندھی تکنیک سے بنائی گئی ہیں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے خود اہل سمیریا بھی دجلہ وفرات کے دریائی ساحلوں کے لئے ملکی نہیں تھے۔ بلکہ شروع میں کسی پہاڑی علاقے سے آئے تھے ان کے بڑے بڑے خاص معبد کچی اینٹوں کے ستر فٹ یا اس سے زیادہ اونچے چبوتروں پر بنائے گئے تھے جو دراصل مصنوعی پہاڑ تھے اور زکوۃ (Ziggurat) کہلاتے تھے۔ (اہل بابل کا ایک پر تسلط مندر کا برج کئی منزلہ مینار قسم کی اونچی عمارت تھی سیڑھیاں باہر کی طرف ہوتی تھیں اور عبادت گاہ اوپر ہوتی) عراق و عراب (میسو پوٹامیہ) میں سب سے نیچی شہری تہوں کے نیچے جو قدیم برتن پائے جاتے ہیں وہ پانچویں ہزار سالہ عہد قبل مسیح کے ان کسانوں سے تعلق رکھتے ہیں جو ایرانی حدب یعنی جرمو کے مقام پر رہتے تھے۔ یہی حالت مصر کی اولین سلطنتوں کی تشکیل میں ان لوگوں کی مرہون منت نظر آتی ہے جو باہر سے آتے تھے۔ مصر میں (جبل الارک کے مقام پر) ایک قبل تاریخی غیر معمولی چاقو کا دستہ دریافت ہوا ہے جس پر ایک پہلوان کو دو ببر شیروں کا گلا گھونٹ کر ہلاک کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یہ تصویر بھی غلمغیش والی مہر سے مشابہ ہے۔ اگرچہ اس کا زمانہ نیل کے شہری ارتقا کا بہت ابتدائی دور ہے۔ لیکن ایک خاص فرق یہ ہے کہ یہاں شیر کو مارنے والا ایک ایسا لمبا چغہ پہنے ہوئے جو مصری لوگ کبھی نہیں پہنتے تھے۔ سمریا اور ہندوستان کے شیر افگن مادر زاد برہنہ تھے۔ آرٹ میں اس طرح کے غیر ملکی محرکات اس امر کی کھلی ہوئی علامت ہیں کہ ان عظیم ثقافتوں کے تخم باہر سے آئے۔ باایں ہمہ جن دریائی وادیوں کی ثقافتوں کا موازنہ ہم نے کیا ہے انہوں نے جب اپنی اپنی اپنی جگہ وسعت پائی تو اپنے سازگار یکسر مختلف مقامی حالات سے باعث تین ایسی تہذیبوں کی شکل اختیار کی جو ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ نوعیت کی تھیں۔

اس امر کی بہترین تصریح کچھ اس طرح معلوم ہوتی ہے۔ ان طاقت ور دریائی ثقافتوں کا جن لوگوں نے آغاز کیا وہ کسی محدود ترقی یافتہ مقام یا مقامات سے آئے تھے۔ محدود اس اعتبار

سے کہ ان کے نامعلوم ابتدائی وطن میں کہیں بھی کسی طرح کی توسیع کی گنجائش تھی اور ترقی یافتہ اس کے لئے کہ یہ تینوں قدیم اور عظیم تہذیبیں زراعت، خشت سازی، مکانات کے تعمیر وخوش ترتیبی اور قدرے فوجی تکنیک سے واقف معلوم ہوتے ہیں۔ آخری چیز کی ضرورت دو جہوں سے تھی۔ بعض اوقات پانی تک رسائی حاصل کرنے کے لئے لڑنا پڑتا تھا۔ صحرا کے درمیان بہتے ہوئے دریاؤں کی وادیوں میں جو زرخیز سیلابی مٹی سے بنی تھیں محض زراعت کی موجودگی میں غذا جمع کرنے والوں کو کسان دیہاتیوں میں تبدیل کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتی تھی۔ ہندوستان میں بھی بعد کے مرحلوں میں تبدیلی کے ساتھ بڑھتے تھے اور زیادہ سے زیادہ غیر علاقے پر قابض ہو جاتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں فطری طور پر ان دونوں گروہوں کے درمیان مسلح تنازعہ کی نوبت آ گئی ہے۔ ایسی صورت حال میں کسی نہ کسی منزل پر یہ بات ناگزیر طور پر دریافت ہو گئی کہ زیادہ مزدوروں کی جو ضرورت لاحق ہے اس کو ہتھیاروں کی طاقت سے یعنی لوگوں کو غلام بنا کر بڑی تیزی سے پورا کیا جا سکتا ہے۔

نسل انسانی کی ابتدائی تقاضوں کی ممکنہ اصلی شکلیں یا کم سے کم ان کے ابتدائی نمونے اناطولیہ کتال ہیوک کے مقام پر یا فلسطین میں جریکو کے مقام پر ساتویں ہزار سالہ عہد قبل مسیح تک پائے جاتے ہیں۔ پہلے مقام پر ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جس کی آبادی خاصی گھنی ہوئی تھی اور جس میں مداخلت کاروں کا راستہ سلسلہ اور سیڑھیوں کو اوپر کھینچے سے بند کر دیا جاتا تھا۔ ٹوکریاں بنانے کے کام سے مٹی کے برتن بنانے کا فن ابھر رہا تھا۔ پتھر کی مورتیاں بنائی جاتی تھیں اور ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ برتن سازی سے صبل ''حجرات خورد'' کے زمانے میں بھی جبریکو میں پتھر کے بڑے بڑے ٹکروں سے بنا ہوا ایک حیرت ناک مینار موجود تھا جس کو دفاعی مقصد کے لئے مستحکم بنایا گیا تھا۔ یہ مینار پانی کے چشمے کی حفاظت کرتا تھا جو اس خشک علاقے میں پانی کے حصول کا واحد ذریعہ تھا۔ ان دونوں مقامات میں سے کوئی بھی وادی نیل میسوپوٹامیہ اور وادی سندھ کی تہذیبوں کا سرچشمہ ہونے کا امکان نہیں رہتا۔ کوئی ایسی چیز دریافت نہیں ہوئی جو ان کے درمیان براہ راست تعلق ظاہر کرتی ہو۔ ان کے درمیان جو زمانی اور مکانی خلا حائل ہے اس کو آثار قدیمہ کے ذرائع

سے پُر کرنے میں بھی بہت وقت لگے گا۔ بہر حال ایک چھوٹے پیمانے پر کاشت کرنے فرقوں کی ایسے مقامات پر موجودگی پر مسلسل ترقی پا کر بڑی شہری ریاستوں میں تبدیل ہونے کی صلاحیت سے محروم تھے ایک ایسے تخم کی حیثیت رکھتی تھی جو آنے والے زمانے میں دریائی ساحلوں کی شاندار تہذیبوں کی بالیدگی کے لئے لازمی اور ناگزیر تھا۔ (قدیم ہندوستان از ڈی ڈی کوسمبی)

موہنجوداڑو (سندھ)

موہنجوداڑو کی قدیم مہر (سندھ)

موہنجوداڑو (سندھ)

مشرق وسطیٰ 600ق م میں
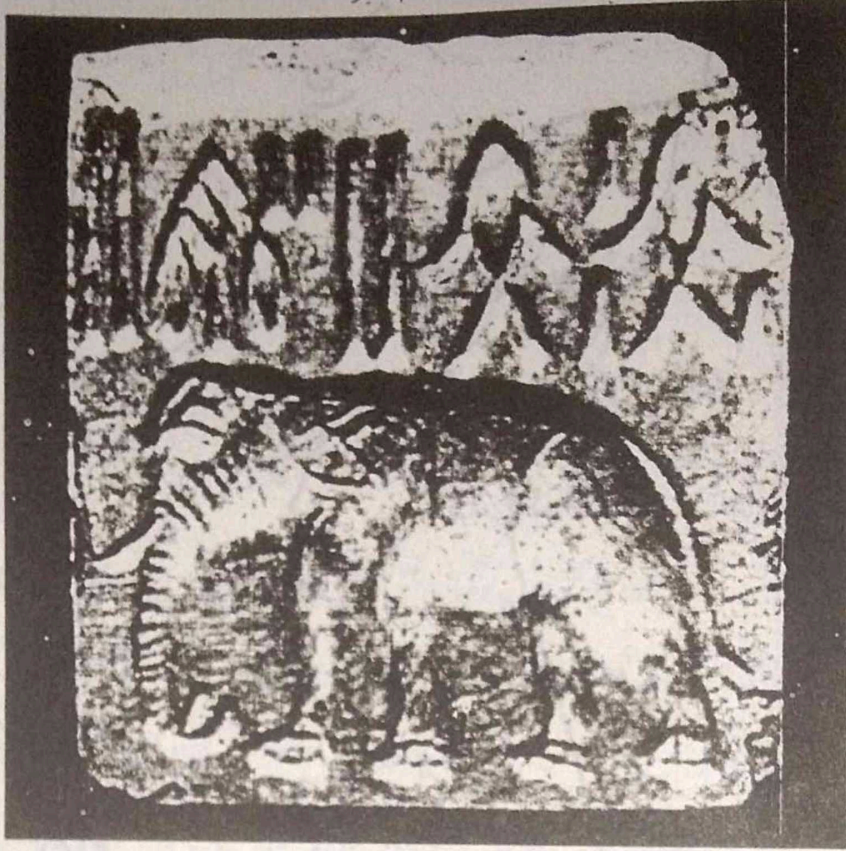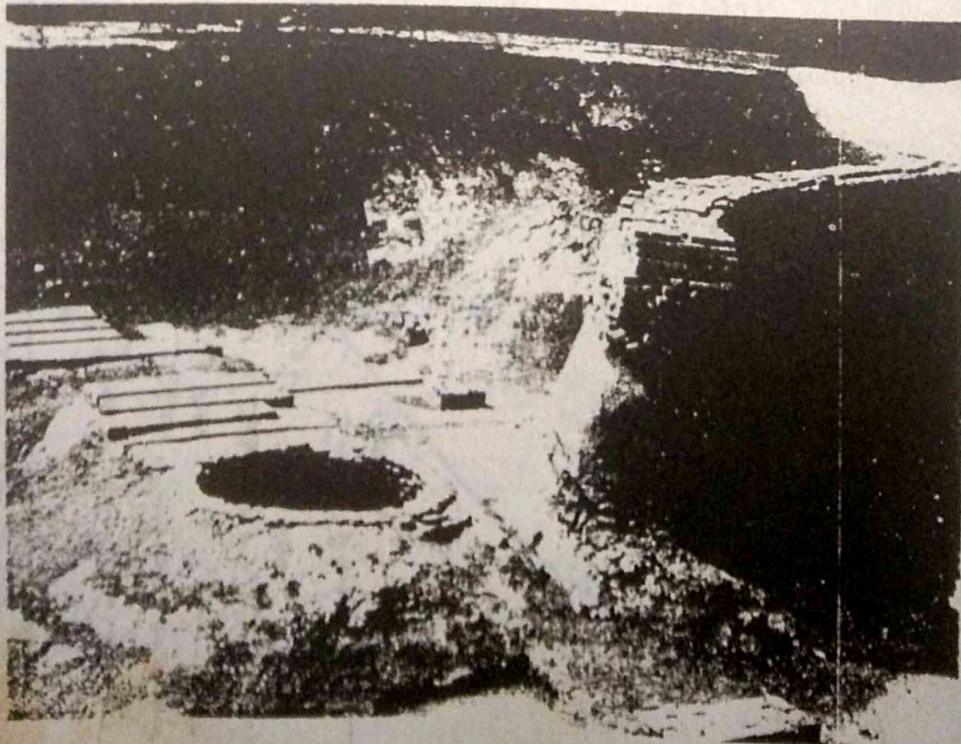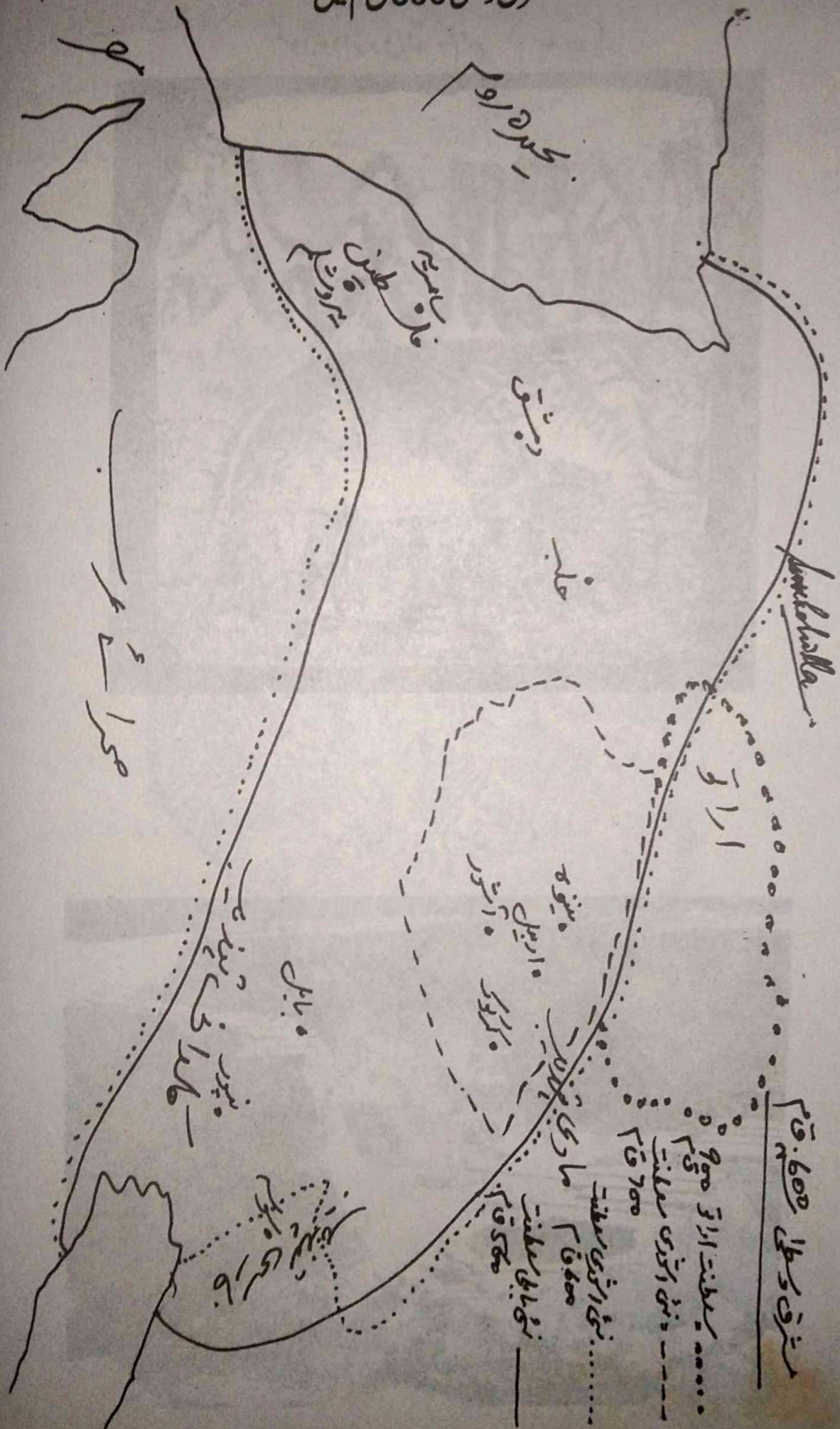
بابل کی تہذیب

حمورابی سے بنوکدرضر تک

مشہور مورخ ول ڈیورانٹ لکھتا ہے کہ:

''قدیم بابل کے آثار دیکھ کر آپ کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ دریائے فرات کے ساتھ یہ گرم اور غمگین باقیات کبھی تہذیب کا ایک امیر اور طاقتور دارالحکومت تھیں جس نے علم فلکیات تقریباً تخلیق کیا، طب کی ترقی میں بھرپور حصہ ڈالا، علم لسانیات بنایا، قانون کے اولین عظیم ضابطے تیار کئے، یونانیوں کو علم ریاضی طبیعات اور فلسفہ کی مبادیات سکھائی، یہودیوں کو اسطوریات دی جسے انہوں نے دنیا کو دیا، اور عربوں کو وہ سائنسی وتعمیراتی دانش منتقل کی جس کے ساتھ انہوں نے عہد وسطی کے یورپ کی خوابیدہ روح کو بیدار کیا۔ خاموش دجلہ وفرات کے سامنے کھڑے ہو کر آپ کو یہ یقین کرنا مشکل لگتا ہے کہ یہی دریا سومیر اور اکاد کو سیراب کرتے تھے اور انہوں نے ہی بابل کے معلق باغات کو سرسبز وشاداب بنایا۔

کچھ اعتبار سے یہ وہی دریا نہیں ہیں۔ صرف اس لئے نہیں کہ'' آپ ایک ہی دریا میں دو مرتبہ پاؤں نہیں رکھ سکتے'' بلکہ س لئے بھی کہ بہت عرصہ پہلے ان دریاؤں نے نئی گزرگاہیں اپنالی تھیں اور اپنے کٹاؤ کے ساتھ نئے کنارے بنائے۔ مصر میں دریائے نیل کی طرح یہاں دجلہ و فرات نے ہزاروں میل تک تجارت کی ذرائع رسائی اور....... جنوبی وسعتوں میں...... موسم بہار کا اتار چڑھاؤ مہیا کیا جس نے مٹی کو زرخیز بنانے میں کسان کی مدد کی، کیونکہ بابل میں بارش صرف سردی کے مہینوں میں آتی اور مئی سے نومبر تک بالکل نہیں نہ آتی، اور دریاؤں میں طغیانی کی عدم موجودگی میں زمین اتنی ہی بے آب وگیاہ ہوتی جتنا میسوپوٹیمیا تب تھا اور آج ہے۔ دریاؤں

کے وفور اور انسان کی کئی پشتوں کی محنت مشقت سے بابل سومیری داستان کا عدن بنا، مغربی ایشیا کا باغ اور اناج گھر۔

تاریخ اور نسلی اعتبار سے بابل اکادیوں اور سومیروں کے وصال کی پیداوار تھا۔ ان کی صحبت نے بابلی نوع پیدا کی جس میں اکادی سومیری تناؤ غالب ثابت ہوا۔ ان کی جنگ و پیکار اکاد کی فتح اور بابل کو سارے زیریں میسوپوٹیمیا کا دارالحکومت بنانے پر منتج ہوئی۔ اس تاریخ کے نقطہ آغاز پر حمورابی (2123 تا 2081 ق۔م) کی طاقتور شخصیت موجود ہے جو تینتالیس سالہ حکومت کے دوران فاتح اور قانون ساز تھا۔ عہد عتیق کی مہریں اور کندہ کاری اسے جزوی طور پر ہم تک پہنچاتی ہیں .... جوش اور جوہر کامل سے بھرپور نوجوان، جنگ میں ہوا کا جھکڑ جو تمام باغیوں کو کچلتا، اپنے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا اور نا قابل رسائی پہاڑوں پر چڑھائی کرتا اور ہرگز کوئی اقرار نہ توڑتا۔ اس کے ماتحت زیریں وادی کی جنگجو ریاستیں زبردستی متحد اور پرامن، اور ایک تاریخی ضابطہ قوانین سے نظم وضبط اور حفاظت میں پابند تھیں۔

حمورابی کا ضابطہ قانون 1902ء میں موسا سے کھود نکالا گیا۔ یہ خوبصورت کندہ کاری والا ایک ڈائیورائٹ اسطوانہ (سلنڈر) ہے جسے جنگ کی ٹرافی کے طور پر (اندازاً 100 ق۔م) میں بابل سے عیلام لایا گیا تھا۔ موسوی شریعت کی طرح یہ بھی آسمان کا تحفہ تھا، کیونکہ ستون کے ایک پہلو میں بادشاہ کو شمس دیوتا سے قوانین وصول کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔"

(ول ڈیورانٹ ص 147-145)

تہذیبِ بابل میں عورت کا مقام

''بابل کی طوائف پاپ کی دلدل میں'' دھنسی ہوئی تھی اور ساری قدیم دنیا کی عیاشانہ سہل کی مثال تھی۔ سکندر اعظم کو بھی بابل کی اخلاقیات سے دھچکا لگا تھا۔

ہیروڈوٹس کے ایک مشہور صفحے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

ہر مقامی عورت کو اپنی زندگی میں ایک مرتبہ وینس (زہرہ) کے معبد میں بیٹھنا اور کسی اجنبی کے ساتھ مباشرت کرنا پڑتی ہے اور متعدد اپنی دولت کے زعم میں دوسروں کے ساتھ ملنے کو تحقیر آمیز خیال کر کے پردوں والی گاڑیوں میں آتی اور بہت سے خدمت گاروں کے ہمراہ معبد میں ٹھہرتی ہیں۔ لیکن کہیں بڑا حصہ یوں کرتا ہے: تار کا تاج اپنے سروں پہ رکھ کر وینس کے معبد میں بیٹھ جاتی ہیں۔ متواتر کچھ عورتیں آتی جبکہ کچھ جاتی رہتی ہیں۔ سیدھی لکیر میں نشان لگے راستے ہر سمت میں عورتوں کے درمیان سے گزرتے ہیں اور اجنبی مرد ان پر چل کر اپنا انتخاب کرتے ہیں۔ ایک دفعہ وہاں آ کر بیٹھ جانے والی عورت اس وقت تک واپس نہیں جاسکتی جب تک کہ کوئی اجنبی اس کی گود میں چاندی کا ٹکرا نہ پھینکے اور اس کے ساتھ معبد سے باہر مجامعت نہ کرے۔ چاندی پھینکنے والے کو یوں کہنا پڑتا تھا: ''دیوی ملیتا سے میری التجا ہے کہ وہ تیری مددگار ہو۔'' کیونکہ اشوری وینس کو ملیتا ہی کہتے ہیں چاندی کا ٹکڑا چاہے کتنا ہی چھوٹا ہو، وہ کبھی اسے مسترد نہیں کرے گی کیونکہ ایسا کرنا اس کے لئے جائز نہیں اور یہ چاندی مقدس سمجھی جاتی ہے۔ عورت چاندی کا پہلا ٹکڑا پھینکنے والے کے پیچھے پیچھے جاتی ہے اور کسی کو انکار نہیں کرتی۔ لیکن مباشرت اور دیوی کا

فریضہ پورا کر چکنے کے بعد واپس گھر آ جاتی ہے اور پھر بڑی سے بڑی قیمت پر بھی خود پر کسی کو ملکیت حاصل نہیں کرنے دیتی۔ حسن اور جسمانی خوبصورتی والی عورتیں تو جلد ہی آزاد ہو جاتی ہیں لیکن بدہیئت عورتوں کو قانون کا تقاضا پورا کرنے کی خاطر کوئی تین سے چار سال تک انتظار میں بیٹھنا پڑتا ہے۔

اس انوکھی رسم کا منبع کیا تھا؟ کیا یہ مستقبل کے دولہا کی جانب سے پہلی رات کے حق کی رعایت یا قدیم جنسی اکثریت کا ایک رواج تھا؟ کیا اس دولہے کو خون بہانے کے خلاف ٹیبو کی خلاف ورزی سے نقصان اٹھانے کا خوف تھا؟ کیا شادی کے لئے جسمانی تیاری تھی یا پھر کیا یہ محض دیوی کے لئے چڑھاوا تھا؟

اس قسم کی عورتیں یقیناً جسم فروش نہ تھیں۔ جسم فروش عورتوں کے مختلف طبقات معبد کی گود کے اندر رہتے تھے۔ وہ وہاں تجارت کرتیں، اور عظیم خوش بختی حاصل کرتی تھیں۔ مغربی ایشیاء میں معبدی بیسوائیں عام تھیں۔ وہ ہمیں اسرائیل فریجیا، فونیقیا، شام وغیرہ میں ملتی ہیں۔ لیبیا اور سائپرس (قبرص) میں لڑکیاں اس طریقے سے اپنی شادی کا جہیز کماتی تھیں۔

بابلیوں کو شادی سے پہلے کافی تجربہ کرنے کی اجازت تھی۔ مردوں اور عورتوں کے لئے جائز سمجھا جاتا تھا کہ وہ بلا اجازت جوڑے بنائیں ("آزمائشی شادیاں") جو کسی ایک کی مرضی سے ختم ہوتے تھے۔ ایسی صورت میں عورتوں کو زیتونی رنگ پہننا پڑتا جوان کے جسم فروش ہونے کی علامت تھی۔ کچھ لوحیں اشارہ کناں ہیں کہ بابلیوں نے محبت کی نظمیں لکھیں اور گیت گائے۔

شادی کا اہتمام والدین کرتے تھے، اور تحائف کے تبادلے سے اس کی منظوری دی جاتی تھی۔ شادی کا طلب گار مرد دلہن کے باپ کو ایک بیش قیمت تحفہ پیش کیا کرتا تھا۔ لیکن باپ سے توقع کی جاتی کہ وہ اپنی بیٹی کو اس تحفے کی قیمت سے زیادہ قیمت کا جہیز دے گا۔ لہٰذا یہ کہنا مشکل ہے کہ عورت کو خریدا جاتا تھا یا مرد کو۔ تاہم کبھی کبھار بندوبست شرم ناک سودے بازی والا ہوتا تھا۔ مثلاً شمس ناضر نے اپنی بیٹی کی قیمت دس شیکل وصول کی۔ اگر ہم بابائے تاریخ پر یقین

کریں تو:

شادی کے قابل بیٹیوں کے باپ سال میں ایک مرتبہ انہیں اس جگہ پر لایا کرتے تھے جہاں مردوں کی ایک بہت بڑی تعداد ان کے گرد جمع ہوتی۔ ڈھنڈورچی انہیں کھڑا کر کے باری باری فروخت کرتا۔ سب سے پہلے خوبصورت ترین کی قیمت وصول کرنے کے بعد وہ دوسری خوبصورت لڑکی کو بیچنے کے لئے کھڑا کر دیتا۔ لیکن وہ انہیں صرف اس شرط پر فروخت کرتا تھا کہ خریدار ان سے شادی کریں گے .... یہ نہایت عقل مندانہ رسم اب موجود نہیں۔

شادی سے قبل کی آزادی کے بعد ازدواجی وفاداری کا کڑا انفاذ ہوا۔ ضابطہ قانون کے تحت بدکار بیوی اور اس کے آشنا کو غرق کر دیا جاتا تھا، بشرطیکہ عورت کا خاوند رحم کھا کر اپنی بیوی کو برہنہ کر کے گلیوں میں گھمانے کو ترجیح نہ دے۔ کسی شخص کی بیوی کی جانب کسی اور مرد کی وجہ سے انگلی اٹھے، اور اسے کسی مرد کے ساتھ لیٹے نہ پکڑا گیا ہو، تو خاوند کی خاطر وہ خود کو دریا کے حوالے کر دے گی۔ خاوند محض اپنی بیوی کو اس کا جہیز واپس دے کر یہ کہتے ہوئے اسے طلاق دے سکتا تھا، ''تم میری بیوی نہیں ہو۔'' اگر بیوی اسے کہے، ''تم میرے خاوند نہیں ہو'' تو اسے غرق آب ہونا تھا۔ بانجھ پن، بدکاری، ناسازی یا امور خانہ داری میں بدانتظامی مرد کو طلاق کی منظوری دینے میں قانونی تقاضے پوری کرنے کے لئے کافی تھے۔ درحقیقت ''اگر بیوی ذمہ دار نہ ہو، بے مطلب پھرے، اپنے گھر سے لاپروائی کرے اور اپنے بچوں کو کمتر سمجھے تو وہ اس عورت کو پانی میں پھینک دیں گے۔''

ول ڈیورانٹ لکھتا ہے کہ:

''بحیثیت مجموعی بابل میں عورت کا مقام مصر یا روم کی نسبت کمتر تھا، لیکن قدیم یونان یا عہد وسطی یورپ سے زیادہ برا نہیں۔ اپنے متعدد وظائف کی انجام دہی کے لئے .... بچے جننا اور پالنا، دریا یا عوامی کنوئیں سے پانی لانا، اناج پیسنا، پکانا، کاتنا، بننا صفائی کرنا .... اسے عام

لوگوں کے درمیان بالکل مرد کی طرح ادھر ادھر پھرنا پڑتا تھا۔ وہ جائیدادی ملکیت، اس کی آمدنی حاصل کر سکتی، خرید و فروخت اور ترکہ و میراث چھوڑ سکتی تھی۔ کچھ عورتیں دکانداری اور تجارت کرتی تھیں۔ کچھ تو منشی بھی بن گئیں، جس سے اشارہ ملتا ہے کہ لڑکوں کے ساتھ ساتھ لڑکیاں بھی تحصیل علم کر سکتی تھیں۔ لیکن خاندان کے سب سے معمر مرد کو بے حدود قوت تفویض کرنے کی سامی روایت نے ان مدرسری رجحانات کو شکست دے دی جو قبل از تاریخ میسوپوٹیمیا میں موجود رہے ہوں گے۔ بالائی طبقات کے درمیان عورتیں گھر کے مخصوص حصوں میں محدود تھیں، اور جب کبھی باہر جاتیں تو خواجہ سرا اور لونڈے ان کے ساتھ ہوتے۔ نچلے طبقات کی عورتیں زچگی کی مشینیں تھیں اور اگر ان کے پاس جہیز نہ ہوتا تو غلاموں کی حیثیت سے کچھ ہی اوپر ہوتیں۔ عشتار کی پرستش عہد وسطی میں مریم کی پوجا کی طرح عورت اور ممتا کے لئے ایک مخصوص تعظیم پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن ہیروڈوٹس کی اس رپورٹ میں ہمیں احترام کا کوئی شائبہ نہیں کرملتا کہ محاصرہ میں آنے کے بعد بابلیوں نے ''رسد کا اصراف روکنے کے لئے اپنی بیویوں کا گلا گھونٹ دیا۔''

تب ذرا معذرت کے ساتھ مصریوں نے بابلیوں کو بالکل مہذب نہ جان کر حقیر جانا۔ یہاں ہمیں کرار اور احساسات کی وہ لطافت نہیں ملتی جو مصریوں نے ادب و فن میں دکھائی۔ جب بابل میں لطافت آتی تو یہ ایک محض انحطاط کے روپ میں تھی۔ جوان مردوں نے اپنے بال رنگدار اور کنڈل دار بنائے، جسموں پہ عطر لگائے، رخساروں پر غازہ ملا اور خود کو گلوبندوں، کنگنوں، کان کی بالیوں اور بندوں سے سجایا۔ فارسی فتح کے بعد عزت نفس کی موت نے ضبط نفس کا خاتمہ کر دیا۔ طوائفانہ اخلاقیات ہر طبقہ میں رینگ آئیں۔ اچھے خاندانوں کی عورتیں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی عظیم تر خوشی کے لئے بلا امتیاز اپنے حسن کو ظاہر کرنا محض ایک انکساری خیال کرنے لگیں۔ اگر ہم ہیروڈوٹس پر اعتبار کر لیں تو ''عوام کا ہر فرد اپنی غربت میں رقم کی خاطر بیٹیوں سے جسم فروشی کرواتا تھا۔'' (ص 181-177)

فلسفی، پیغمبر اور مذہبی رہنماؤں کا خاکہ

نام	تاریخ	مقام
اخناتون	1375 - 1358 B.C	مصر
حضرت موسیٰؑ	13ویں صدی قبل مسیح	مصر
حضرت ایلیاہؑ	9ویں صدی قبل مسیح	اسرائیل
حضرت اموسؑ	8ویں صدی قبل مسیح	اسرائیل
حضرت یرمیاہؑ	628 - 586 B.C	اسرائیل
تھیلیس	636 - 564 B.C	یونان
زرتشت	628 - 551 B.,C	فارس (ایران)
لاؤزی	چھٹی صدی قبل مسیح	چین
عزاقیل	چھٹی صدی قبل مسیح	اسرائیل
عیسایاہ ثانی	چھٹی صدی قبل مسیح	اسرائیل
فیثاغورث	528 - 507 B.C	یونان
بدھا	563 - 482 B.C	ہندوستان
کنفیوشش	551 - 479 B.C	چین
مہاویر	540 - 468 - B.C	ہندوستان
ہیراکلیس	535 - 475 B.C	یونان
موزو	پانچویں صدی قبل مسیح	چین
سقراط	469 - 388 - B.C	یونان

افلاطون	427 - 322 B.C	یونان
ارسطو	384 - 288 B.C	یونان
مین شی اس	371 - 288 B.C	چین
عیسیٰ	4 B.C - 30 A.D	اسرائیل
سینٹ پال	پہلی صدی عیسوی	اسرائیل
جوہن بن ذکائی	پہلی صدی عیسوی	اسرائیل
پلوٹی نس	205 - 270 A.D	مصر
مانی	216 - 276 A.D	فارس
سینٹ آگسٹائن	354 - 430 A.D	شمالی افریقہ
حضرت محمد ﷺ	570 - 632 A.D	عرب

(میکگا کی ص 82-81)

بنی سام (2000 ق م)

بنی سام کے چند لوگ دریائے فرات کے شمال جانب ذرا فاصلہ پر رہتے تھے اور حضرت نوحؑ کی بعض تعلیموں پر کار بند تھے۔ یہ لوگ ہبروا (عبرانی) کہلاتے تھے۔

انہیں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ انہوں نے اعلان حق کیا۔ حاکم وقت نمرود نے آگ جلوا کے اس میں ڈلوانا چاہا مگر خدا نے بچالیا اور حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اس سرزمین کی راہ لو جو تمہارے لئے مخصوص ہے اور وہاں ہجرت کر جاؤ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس حکم خداوندی پر عمل کیا اور فلسطین آ گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی کوئی اولاد نہ تھی جس وقت آپ پہنچے ہیں اس وقت وہاں قوم کنعان تھی جو حام بن نوحؑ کی نسل سے تھے ان لوگوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم کر لی تھیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ آپ کے بھتیجے حضرت لوطؑ بھی یہاں آئے تھے۔ وہ شہر سدوم میں جا کر مقیم ہوئے۔ شاہان شنار اور الام نے ارض مشرق سے آ کر وادی اردن کے شہروں پر تسلط کر لیا۔ شہر سدوم پر حملہ کیا اور تمام باشندگان شہر اور حضرت لوطؑ کو بھی پکڑ کر لے گئے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ملازموں کو مسلح کر کے ان کا تعاقب کیا انہیں شکست دی اور اسیروں اور مال غنیمت کو صحیح و سالم واپس لائے۔ ایک دن شہر سدوم اپنی سیہ کاریوں ہی کی وجہ سے کلیتہً تباہ و برباد ہو گیا۔ اس تباہی سے یہ شہر ایک آتش فشاں جھیل بن گیا جو کہ آج ڈیڈ سی (بحر موت) کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت لوطؑ زندہ بچے جن کی نسل بنی مؤاب اور بنی عمون کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت ابراہیمؑ کے اولاد ہونا شروع ہوئی۔ جن میں سب سے بڑے حضرت اسماعیلؑ تھے۔ ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ اسماعیلؑ کو حجاز کی وادی غیر ذی زرع میں لے جا کر ان کی قربانی

کرو اور وہیں خانہ خدا کو تعمیر کرو۔ یہ بڑا نازک امتحان تھا۔ مگر توفیقِ الٰہی نے ابراہیمؑ کو ثابت قدم رکھا۔ خدا انہیں ثابت قدم دیکھ چکا تھا لہٰذا حکم دیا کہ اسماعیل کے عوض مینڈھے کی قربانی کرو، اسماعیلؑ مجازاً خدا کی نذر کر دیئے گئے پھر باپ بیٹوں نے مل کر کعبہ کو تعمیر کیا۔ ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو تو اس خانہ خدا کا خادم متکفل بنا کر مع ان کی والدہ کے یہیں چھوڑا۔ بی بی سارہ اور دوسرے بیٹے حضرت اسحٰقؑ کی خبر گیری کے لئے ارض کنعان میں واپس آ گئے اور وہیں وفات پائی۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے بیٹے اسماعیلؑ مکہ معظّمہ میں سکونت پذیر ہوئے اور دوسرے بیٹے حضرت اسحٰق خاص ارض کنعان میں اقامت گزیں رہے۔ اسحٰقؑ کا قیام خیمون میں تھا اور ملک کنعان کے جنوبی حصہ میں پھرتے تھے۔ ان کے دو بیٹے ہوئے۔ عیص اور یعقوب۔ عیص نے جنوبی پہاڑیوں میں سکونت اختیار کی۔ سرزمین ادوم میں ان کی نسل بڑھی اور پھیلی۔ انہیں میں سے حضرت ایوبؑ پیغمبر بھی تھے۔ اسحٰقؑ کے چھوٹے بیٹے یعقوبؑ جن کا لقب اسرائیل تھا اپنے دادا کے اصلی وطن بابل میں گئے۔ وہیں شادی کی اور پھر اسی ارض میں آ کر اقامت گزیں ہو گئے۔ یہاں ان کے بیٹے حضرت یوسفؑ کو سوتیلے بھائیوں نے بنی اسماعیل کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ وہ اسماعیلی یوسفؑ کو مصر لے گئے۔ جہاں حضرت یوسفؑ کو چند سال غلامی اور مصیبت میں مبتلا رہنے کے بعد عروج حاصل ہوا۔ اور بادشاہ مصر (فرعون) کے مشیر خاص یعنی وزیر اعظم بن گئے۔ اب یوسفؑ نے اپنے والد اور بھائیوں کو مع ان کے متعلقین کے مصر میں بلوایا اور نسل ابراہیمؑ اپنی مصر کے زرخیز اور شاداب ترین مقامات میں آباد ہو گئی۔

❁

بنی سام
فارس
حاران
نینوہ
اشور
بابل
ار
دمشق
حبرون
بیر سبع
مصر
عرب
2000 تا 1000 ق م
حضرت ابراہیم کا راستہ
حضرت یعقوب کا راستہ
حضرت موسیٰ کا راستہ
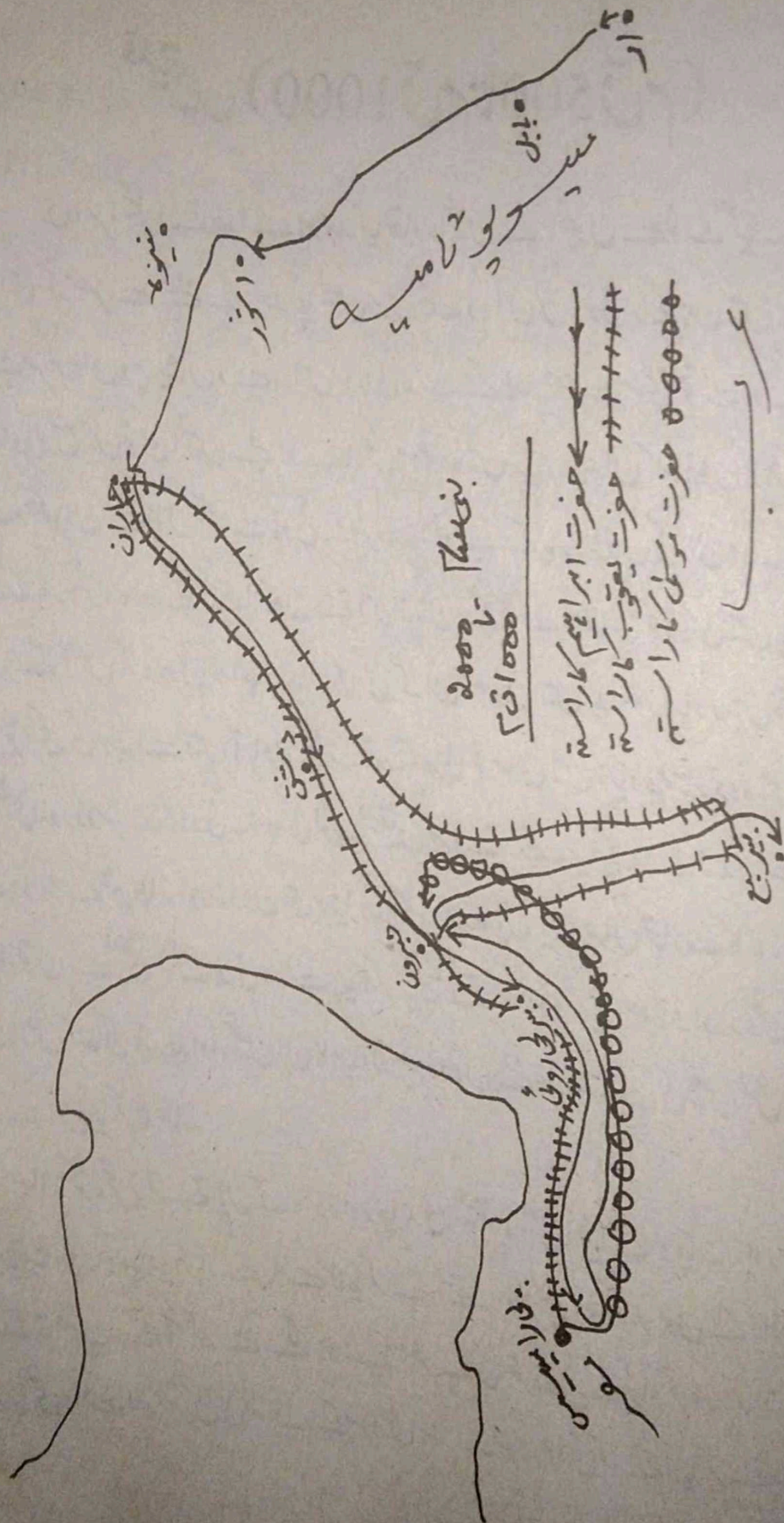
فنیقین (1000 ق م تا 500 ق م)

بنی اسرائیل نے خدا سے جو عہد کیا تھا وہ انہیں کے ہاتھوں سے ٹوٹ گیا۔ بنی اسرائیل کو یہ سزا ملی کہ مصر سے نکلنے کے بعد چالیس برس تک وہ اس لق ودق ریگستان میں جو وادی تیہ کہلاتا ہے سرگرداں و پریشاں رہے۔ اس طولانی مدت کے بعد حضرت موسیٰ فوت ہو چکے تھے ان کے جانشین یوشع بن نون انہیں لیے ہوئے ارض موعودہ میں پہنچے۔ جہاں کنعانیوں کو جو اس زمین کے مالک وحکمران تھے کامل شکست ہوئی۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں کی نسل ہونے کے لحاظ سے ان کے بارہ گروہ ہو گئے تھے جنہوں نے اس زمین کے مختلف اضلاع کو آپس میں بانٹ لیا۔ کنعانیوں کے بعض گروہوں کو اجازت دی گئی کہ ان حصوں میں بدستور آباد رہیں جنہیں بنی اسرائیل اپنی کمی کی وجہ سے نہیں آباد کر سکتے تھے۔ کنعانی قوموں میں زیادہ ممتاز دو قومیں تھیں۔ ایک تو فلسطینی اور دوسرے زدونی۔ زدونی لوگ فنیقین کہلاتے تھے۔ یہ ایک بڑی زبردست قوم تھی اور ان کے دو بڑے شہر طائر اور زدون ہی دنیا کی پہلی بندرگاہیں ہیں جہاں تجارت کا کاروبار قائم ہوا۔ ان تجارتوں سے فنیقی لوگ بڑی دولت پیدا کر لیتے تھے۔ علاوہ بریں مصالحہ اور روغن زیتون جو چیزیں کہ ارض کنعان کی پیداوار تھیں ان کا مبادلہ مصر والوں کے غلہ اور وہاں کی نفیس ململ سے نفع بخش طریقہ سے ہو جایا کرتا تھا۔

مولانا شرر تحریر کرتے ہیں کہ وہ سونا اور چاندی، شیتم (یعنی اشیائے کوچک) اور ترشیش (جس سے یقیناً ملک ہسپانیہ مراد ہے) سے لایا کرتے تھے۔ ادھر صحرا نورد عربوں کے قافلہ فنیقی سوداگروں کے قافلوں سے آکر ملنے لگے جو اپنے مغرب کی طرف سے راہ گزار افریقہ سے جواہرات اور ہاتھی دانت اور مشرق کی طرف کے سواحل ہند سے سونا تلاش کر کے لایا کرتے تھے۔

چنانچہ اسی تاجرانہ لین دین اور کاروبار نے فنیقی لوگوں کے دونوں شہروں طائر اور زدون کو تجارت کی بہت بڑی بارونق منڈیاں بنا دیا۔ بعل کو اپنا سب سے بڑا دیوتا مانتے تھے۔ ان کے دیگر دیوتاؤں کے ایک دیوتا ملوخ تھا جس کو دنیا میں آسمانی سیارہ زحل کی مورت تصور کرتے اور اس پر اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھینٹ چڑھایا کرتے۔

بنی اسرائیل بعض ضعیف الاعتقادیاں مصر سے اپنے ساتھ لیتے آئے تھے جو ان میں ایک مدت تک باقی رہیں۔ اب یہاں فنیقی لوگوں کی قربت نے ان پر بت پرستی کا اور اثر ڈالا۔ فنیقی لوگ ایک ایسی زبان بولتے تھے جو بنی اسرائیل کی زبان سے بہت ملتی جلتی تھی اور ان کی دولت مندی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ بنی اسرائیل کے تعلقات لازمی طور پر ان کے ساتھ روز بروز بڑھتے ہی گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود بنی اسرائیل بھی شرک و بت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

ارض فلسطین میں داخل ہونے کے بعد چار صدیوں تک قبائل بنی اسرائیل اپنی قوم کے بزرگوں یا قاضیوں کے زیر فرمان تھے اور ان کا کوئی بادشاہ یا سردار نہ تھا۔

بنی اسرائیل
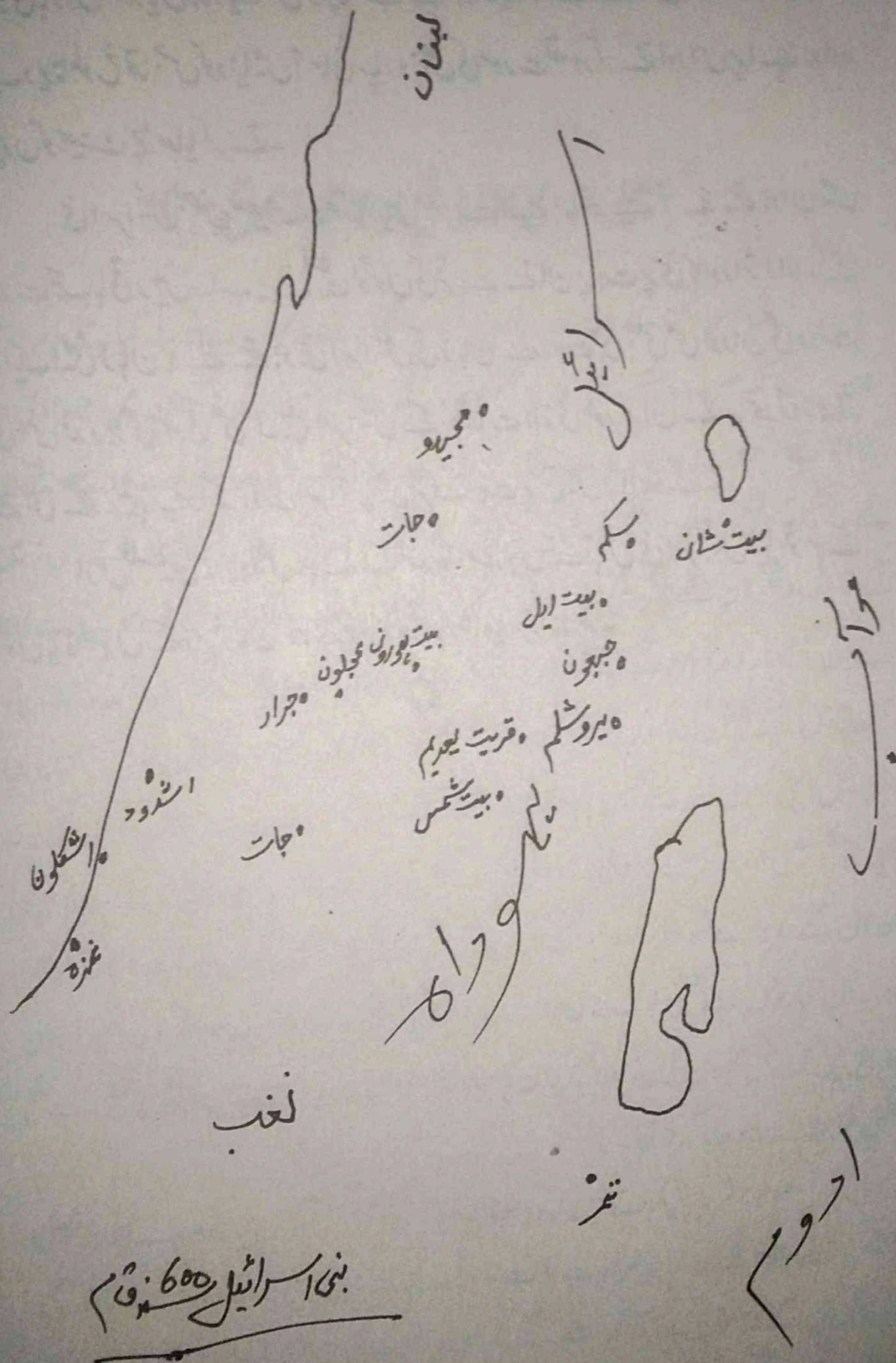
بنی اسرائیل 600 ق م

سلطنت بنی اسرائیل
(1000ق م تا600ق م)

بنی اسرائیل کو اس بات کی تمنا ہوئی کہ قرب و جوار کی دیگر اقوام کی طرح وہ بھی کسی بادشاہ کے تابع فرمان بن کے رہیں۔ حضرت سموئیلؑ نے بن یامین کے سبط میں سے ساؤل کو بادشاہ منتخب کیا۔ ساؤل نے شان سے حکومت کی اور سلطنت کو وسعت دی اور بنی اسرائل کو طاقتور کیا۔ فلسطین لوگوں کے مقابل کوہ گلوا کی لڑائی میں مارا گیا اوران کا بہادر دیندار بیٹا بھی ان کے ساتھ ہی قتل ہو گیا۔

حضرت داؤدؑ سریر آرائے سلطنت ہوئے جو خدارسیدہ پیغمبر اور ساؤل کے داماد تھے ان کے بعد حضرت سلیمانؑ تخت پر بیٹھے اور آپ نے بیت المقدس کی مبارک مسجد کو بنا کے کھڑا کر دیا۔ جس کے لئے بڑے بڑے اہتمام کئے گئے اور جس کا افتتاح بھی عجب شان وشوکت سے ہوا۔ حضرت سلیمانؑ کے عہد میں خدائے تعالیٰ نے جتنے وعدے حضرت موسیٰؑ سے کئے تھے سب پورے ہو گئے۔ انہوں نے فنیقی لوگوں کے ملک کو فتح کرے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اہل شام و دمشق کو باجگزار بنایا۔ بلقیس ملکہ سبا آپ کی مطیع ہوئی۔ الغرض آپ نے اپنی سلطنت کے حدود دریائے فرات سے لے کر سواحل بحیرۂ روم اور حدود مصر تک پھیلا دیئے۔

آپ کی وفات کے بعد یوربعم اور بنی اسرائیل کے دس سبطوں نے بغاوت کر کے سومرون کی سلطنت قائم کی جسے سامریہ یا سماریہ بھی کہتے ہیں۔ یہ تفرقہ پڑتے ہی ارض یہودا کی کمزور سلطنت پر فرعون مصر شیشاک نے چڑھائی کی۔

مولانا شرر فرماتے ہیں کہ ارض یہودا کی اصلی سلطنت یہود کے مقابل میں سلطنت

شومرون کو زیادہ قوت حاصل تھی۔ چنانچہ اس کے فرماں روا، ردا احاب نے فنیقی لوگوں سے ربط و ضبط بڑھایا۔ زدون والوں کی ایک شاہزادی جزبیل سے شادی کی اور فنیقون ہی کی طرح اپنا کاروبار تجارت جاری کیا۔ لیکن اس کے خاندان کے سب لوگ بادشاہ جیہو کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔

احاب کی بیٹی اثالیہ ارض یہودا کے بادشاہ یہورام کی بیوی تھی۔ جب اس کا بیٹا احاب زیاہ، احاب کے خاندان والوں کے ساتھ مارا گیا تو اس نے شاہی نسل کے اور لوگوں کو بھی قتل کرا ڈالا صرف ایک یوش زندہ بچا جس سے نسل داؤد دنیا میں باقی رہ گئی۔

اس اثناء میں اہل شام عروج پکڑتے جاتے تھے اور بنی اسرائیل کی سلطنت شومروں اور سلطنت یہودا دونوں کے خطرناک دشمن بن گئے تھے۔ یہاں تک کہ دنیا کی جو چار عظیم الشان شہنشاہیاں ان شہروں کو ویران و مسمار کرنے کے لئے قائم ہوئی تھیں ان میں سے پہلی سلطنت نے شام والوں کو بالکل پامال کر ڈالا۔

دان کا دروازہ (اسرائیل)
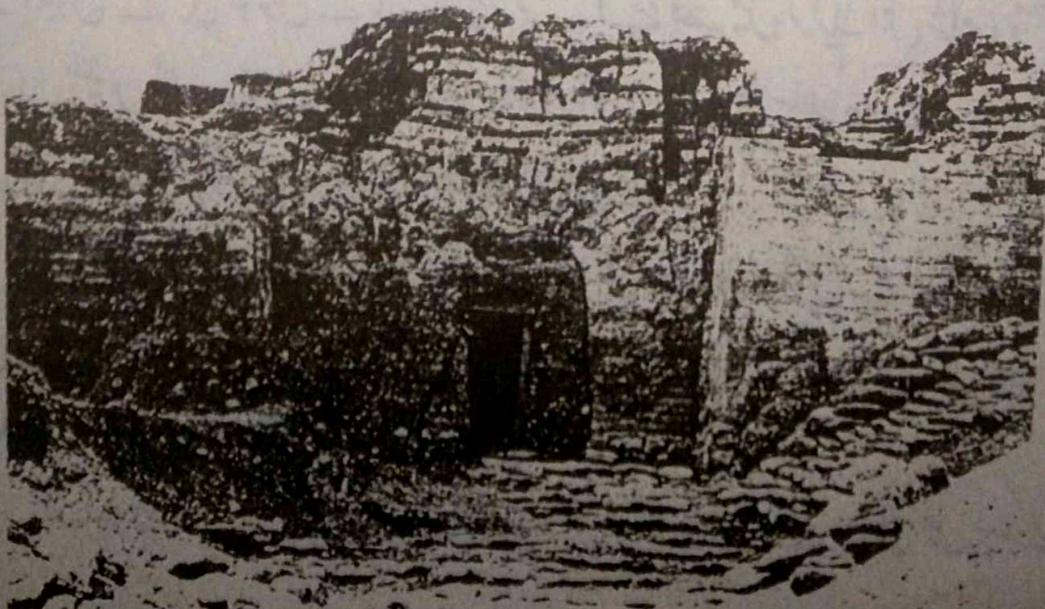
حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور کی یہودی عبادت گاہ (فلسطین)
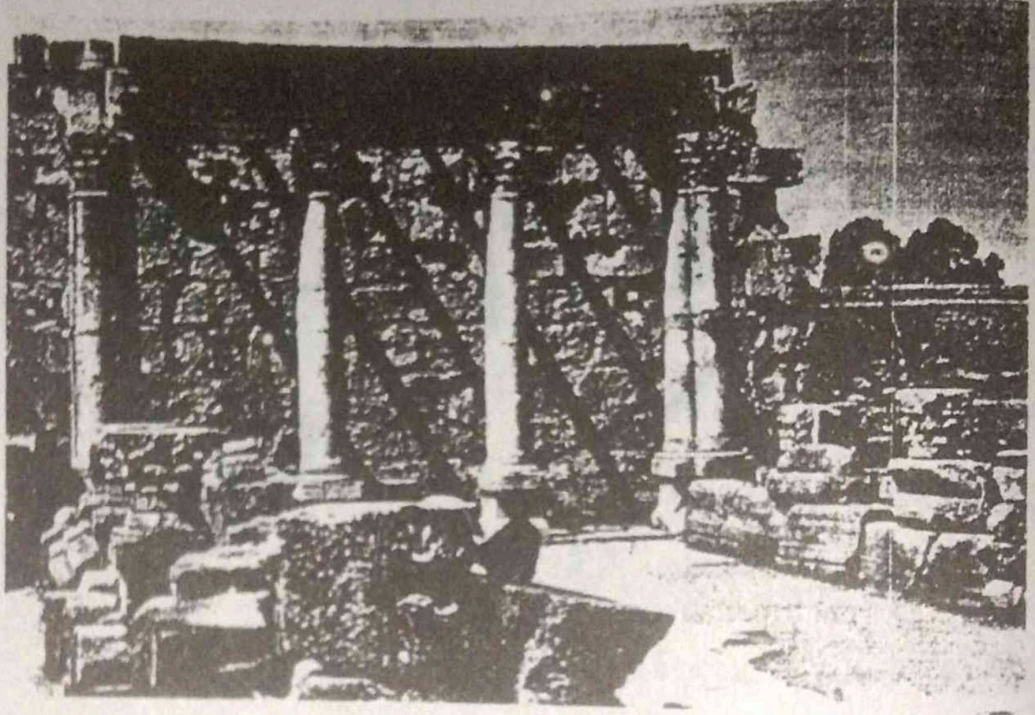
حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقبرہ (فلسطین)
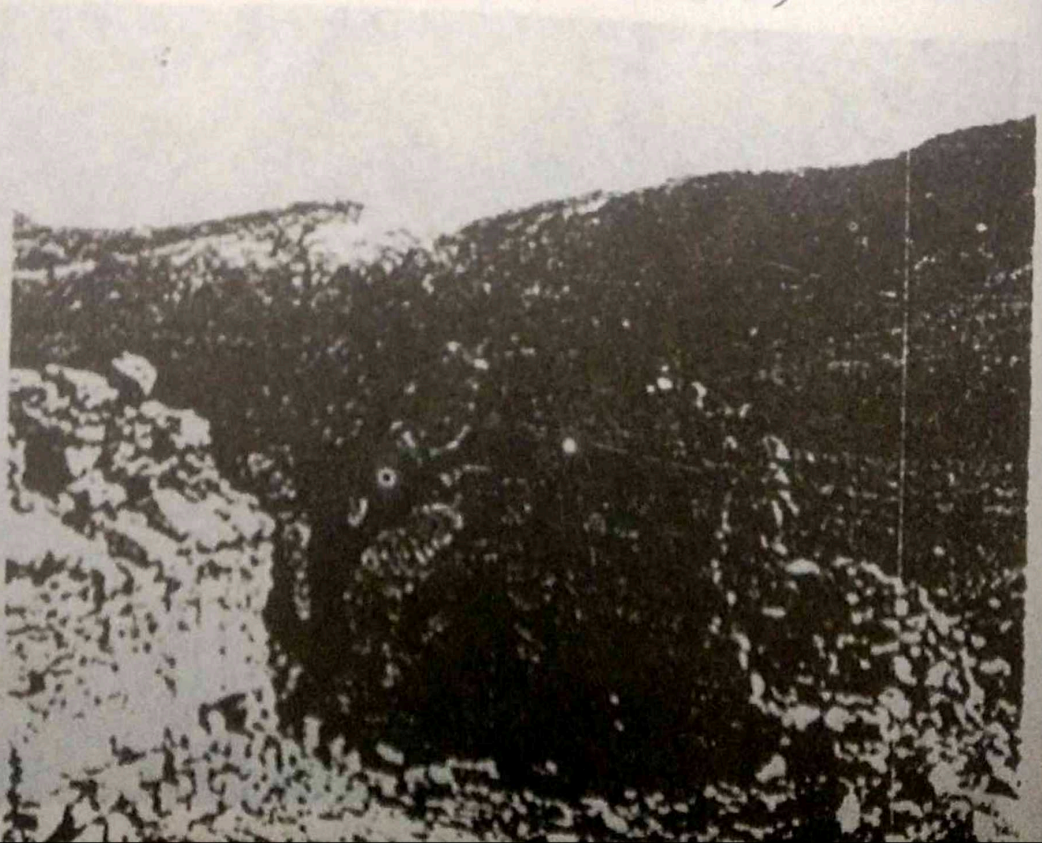
حضرت سلیمان علیہ السلام کا محل (اسرائیل)
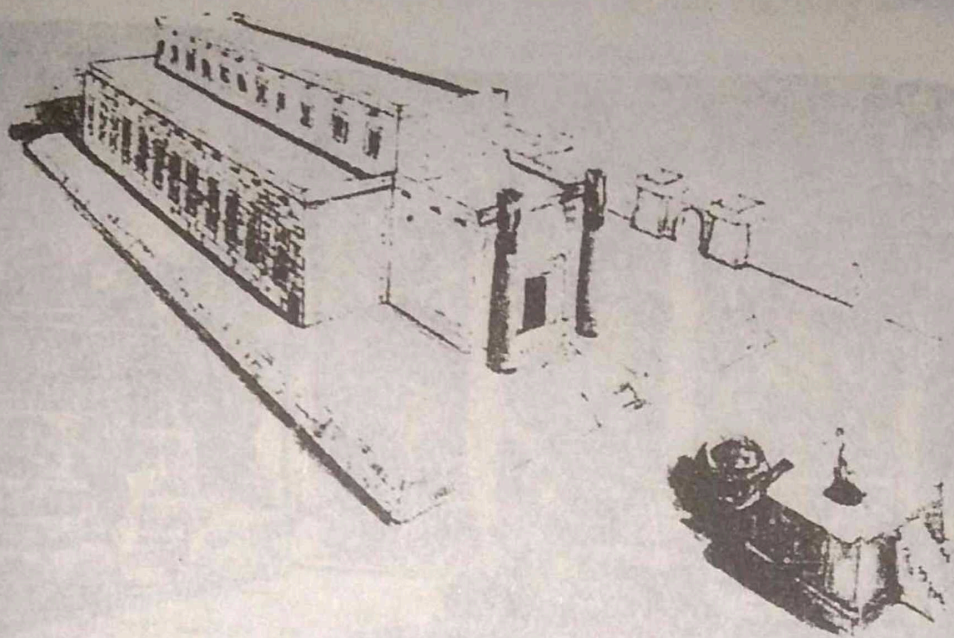
حضرت سلیمان علیہ السلام کا محل

نینوا

(700ق م تا600ق م)

دجلہ اور فرات ایک جگہ میں مل کے خلیج فارس میں گرتی ہیں وہ حصہ ''شط العرب'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقام ابتداء اُمیدان شِشغار کہلاتا تھا۔ یہیں نمرود نے اپنی سلطنت قائم کی جس کا دارالسلطنت شہر بابل تھا اور ایک سردار آشور نے دریائے دجلہ کے کنارے شہر نینوا بسایا۔ اس علاقہ کا نام اسی کی نسبت سے آشوریا ہو گیا۔ اسی لفظ اشوریا کو اسیریا کہتے ہیں۔

نینوا ایک بڑا عظیم الشان شہر تھا۔ اس کے چاروں طرف ایک ایسی شہر پناہ تھی جس کی دیواروں کا آثار قیاس سے باہر بتایا جاتا ہے۔

صوبہ بابل اور صوبہ میدیا (جو نینوا سے مشرق کی طرف ذراہٹ کے ہے) دونوں نینوا کے زیرنگیں تھے۔ یہاں کے فرمانروا شلمانصر نے بنی اسرائیل کے دس نافرمان سبطوں کے دارالسلطنت کا محاصرہ کر لیا۔ شلمانصر کا بیٹا شاہ سرغون ان دسوں سبطوں کو اسیر کر کے لے گیا جن میں سے کچھ تو نینوا میں رکھے گئے اور کچھ میڈیا میں بھیج دیئے گئے۔

اس کے بعد سناخریب بادشاہ ہوا جس نے فنیقین کے چند شہر بھی فتح کر لیئے۔ سناخریب بادشاہ جلدی جلدی کوچ کرتا ہوا چلا کہ ارض مقدس پر قبضہ کر لے۔ مگر اسے میدانِ جنگ کی صورت دیکھنا بھی نہ نصیب ہوا اور ایک ہی رات میں سناخریب کے سارے لشکر کا قلع قمع ہو گیا اور صبح کو دیکھا تو سب مرے پڑے تھے۔

سناخریب نینوا پہنچا تو خود بھی اپنے دو بیٹوں کے ہاتھ سے مار ڈالا گیا اور اس کا تیسرا بیٹا ایسرحدون باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ اس تاجدار نینوا نے اپنے بیٹے کو اس کام پر مامور کیا کہ دارالسلطنت کو نینوا سے میڈیا میں منتقل کر دے۔

نینوا کا آخری تاجدار بادشاہ سردانا پولیس تھا۔ نہایت ہی عیش پرست بادشاہ تھا۔ مہمات سلطنت میں مشغول ہونے کے بجائے اس نے اپنی بیبیوں اور حرموں کی صحبت اختیار کی۔ نتیجتاً میڈیا اور بابل کے ماتحت حکمرانوں نے بغاوت کر دی اور اپنی متحدہ فوجوں کے ساتھ شہر نینوا کا محاصرہ کر لیا۔ سراقس نے محل میں آگ لگا دی اور اپنی تمام بی بیوں، حرموں اور خزانوں کے ساتھ جل گیا۔

قدیم نینوا کی تباہی (عراق)
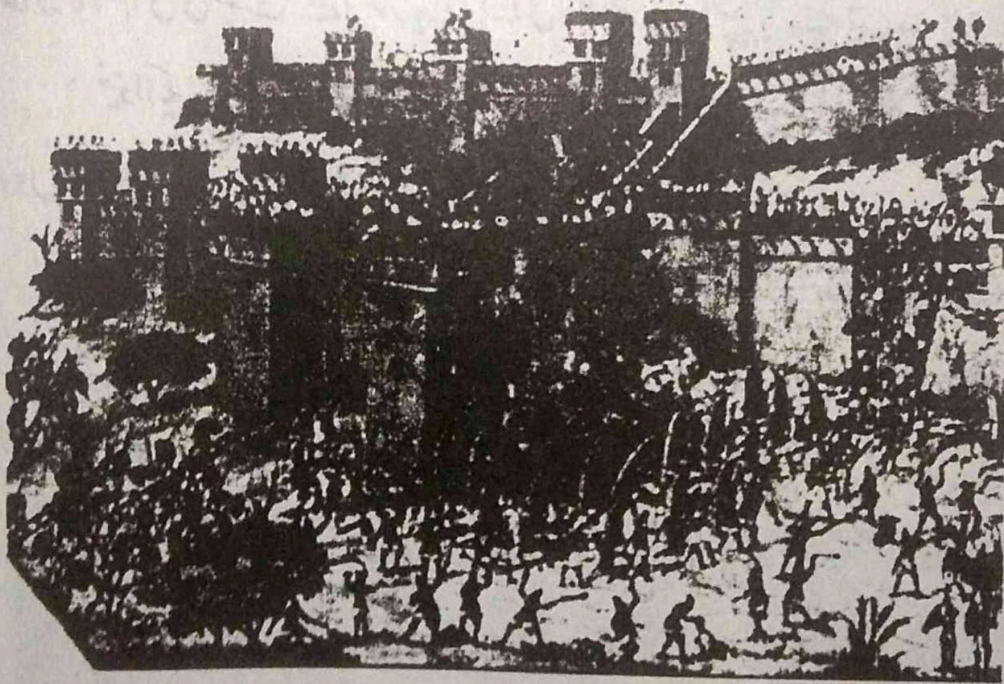
بابل

(550ق م)

نینوا کے زوال کے بعد اسیریا کا مرکز فرمانروائی شہر بابل قرار پایا۔ مولانا شرر کے مطابق دریائے فرات اس شہر کے اندر سے ہو کر گزرتا تھا اور یہ اتنا بڑا شہر تھا کہ معلوم ہوتا تھا گویا شہر نہیں بلکہ پورا ایک ضلع ہے جس کے گرد شہر پناہ کھینچ کے قلعہ بندی کر دی گئی ہے۔

اس شہر کے ممتاز ترین عجائبات میں وہ حوض اور نہریں تھیں جو اس غرض سے بنائی گئی تھیں کہ پہاڑوں کی برف کے پگھلنے سے جب دریائے فرات میں طغیانی ہو تو ان نہروں اور حوضوں کے ذریعہ سے پانی تقسیم ہو کے سیلاب کا زور ٹوٹ جائے۔ شہر کے عین وسط میں بعل کا مندر اور عالیشان شاہی محل تھا۔ یہی بعل کا مندر برج بابل کے نام سے مشہور ہے۔

کلدانی لوگ جو نینوا کی تباہی کے وقت بابل پر متصرف تھے قدیم قوم اسیریا سے تعلق نہ رکھتے تھے بلکہ شمال کی ان خانہ بدوش قوموں میں سے تھے جنہوں نے پہلی قوم کو فتح کیا اور شہر بابل کو اپنا مستقر سلطنت قرار دیا۔

نینوس اور زبردست فاتح ملکہ سمیرامیس کے متعلق بہت سے قصے بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر بقول مولانا شرر یہود کے بادشاہ حزقیا سے پیشتر کے شاہان بابل کے متعلق ہمیں کوئی امر متعین طور پر نہیں معلوم ہو سکتا۔ حزقیا کے پاس شاہ بابل میرودا خ بلادن اس وقت پہنچا جب کہ حزقیا بیماری کے بعد صحت یاب ہوا تھا۔

حزقیا کا شریر بیٹا منسہ گرفتار کر کے بابل میں لایا گیا۔ اس اسیری سے جب وہ اپنے

اعمال پر پچھتایا اور نادم ہوا تو پھر اپنی سلطنت پر بحال کر دیا گیا۔ اس صدمہ کے بعد سلطنت ارض یہودا کو پھر پنپنا نہ نصیب ہوا۔ اس زمانہ میں خیال کیا جاتا ہے کہ جودت نے ہولوفرنیس کو قتل کر کے علاقہ بتھولیا کو اس کے دشمنوں کے پنجہ سے چھڑایا تھا۔

منسہ کے بعد آمون شاہ یہود ہوا۔ یہودی بادشاہ آمون کلدانیوں کا خراج گزار ہو چکا تھا اور انہیں کی طرف سے غالباً شومرون کے اس حصہ پر بھی قابض تھا۔ جہاں کہ یربعام کی قربان گاہ یعنی اس کا معبد مسمار کیا جا چکا تھا۔ جب شاہ مصر فرعون نیخو نے ارض یہودا میں سے گزر کے شہنشاہی اسیریا یعنی بابل والوں پر حملہ کرنا چاہا تو آمون نے اپنی فوجیں جمع کیں۔ مغدد کے میدان میں مصریوں سے مقابلہ کیا اور ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔

آموں کا بیٹا یہواحاز باپ کی جگہ سریر سلطنت پر بیٹھا ہی تھا کہ تخت سے اتارا گیا اور فرعون نیخو اسے پابہ زنجیر کر کے مصر لے گیا اور اس کی جگہ یہوا کیم کو ارض یہودا کے تخت بٹھا دیا۔ فرعون کے واپس جاتے ہی بخت نصر نے یورش کر کے یروشلم پر قبضہ کر لیا۔ بہت سے یہودیوں کو پکڑ لے گیا۔ بخت نصر کے جانے کے بعد یہوا کیم نے پھر بغاوت کر دی۔ جس پر اہل بابل نے یروشلم کا محاصرہ کیا۔ بیت المقدس محصور ہی تھا کہ یہوا کیم مر گیا اور اس کا بیٹا یہواشیم اپنے بہت سے امرا اور معززین قوم کے گرفتار ہو کے بابل پہنچا اور اسی یورش میں ہیکل سلیمانی تباہ ہو گیا، صدر قیاہ بادشاہ کے دور میں یہودیوں نے مصر والوں کے وعدوں پر بھروسا کر کے بابل والوں سے پھر بغاوت کر دی۔ بابل والوں نے آ کے پھر بیت المقدس پر حملہ کیا۔

بخت نصر فتح یاب ہوا شہر کو فتح کر لیا۔ یہود صدقیا کے بیٹے اس کی آنکھوں کے سامنے جان سے مارے گئے۔ پھر اس کی آنکھیں نکال لی گئیں۔ اس کے بعد پیٹا گیا اور پھر اسیر کر کے بابل روانہ کیا گیا۔

بیت المقدس کے بعد بخت نصر نے شہر طائر کا محاصرہ کیا بابل والے تیرہ برس تک محاصرہ کیے پڑے رہے اور کلدائی لشکر نے پیہم بہت سے صدمات بھی اٹھائے۔ لیکن آخر کامیاب ہوئے فتح پاتے ہی سارے شہر کو ڈھا کر مسمار اور بالکل تباہ، ویران کر دیا۔

طائر کی مہم سے فراغت کر کے بخت نصر نے مصر پر چڑھائی کر دی۔ جہاں بہت سے یہودیوں نے پناہ لی تھی۔ بابل والوں نے چند ہی روز میں ساری مملکت مصر پر قبضہ کرلیا اور یہی زمانہ ہے جس کے بعد سے مصر کو پھر کبھی کوئی وطنی حکمران نصیب نہیں ہوا۔

1122 قبل محمد میں بخت نصر فوت ہوا اور اس کا پوتا بیل شزر بابل کا فرمان روا ہوا جو آخری حکمران تھا۔

اشتہار دروازہ بابل (عراق)
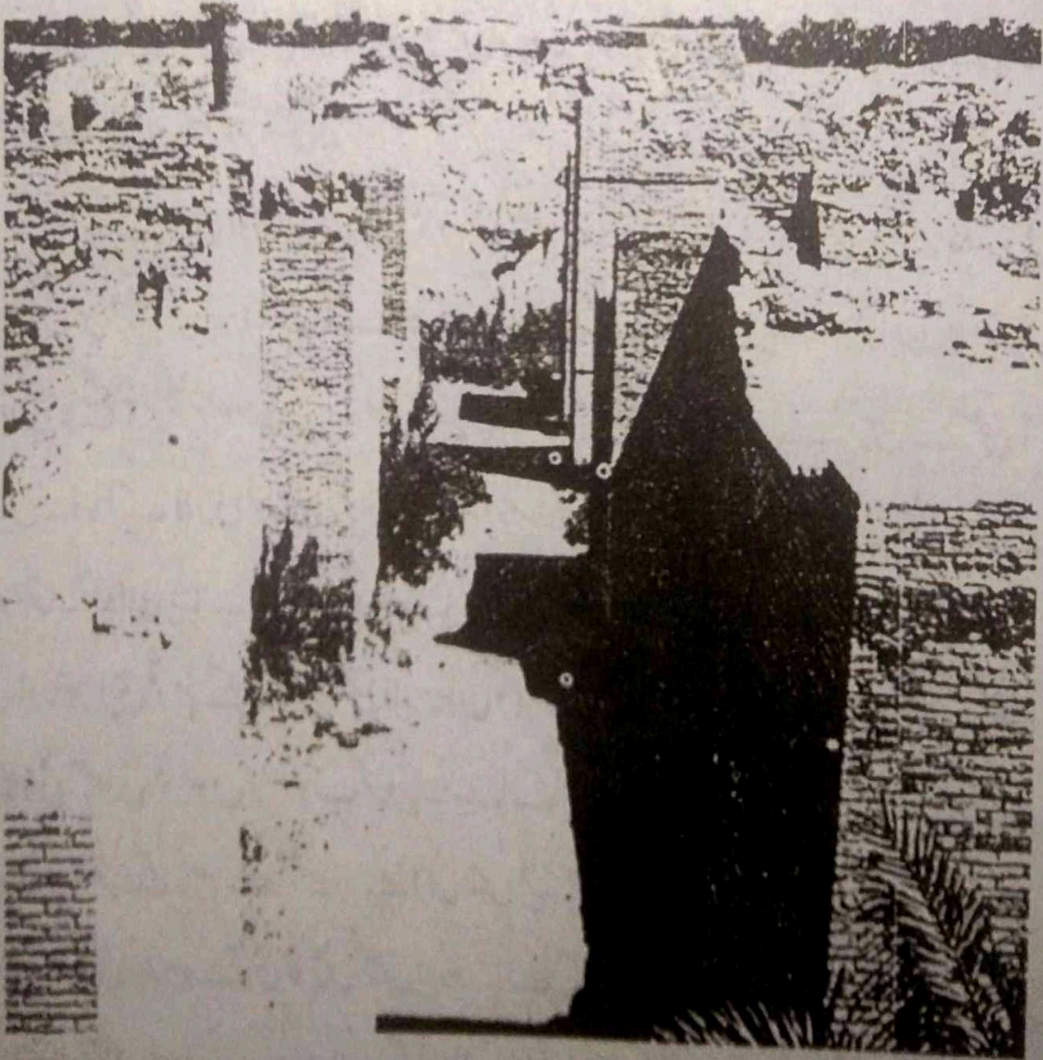
فارس 500 ق م

مولانا عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں کہ سلطنت نینوا سے بغاوت کرنے کے بعد میدیا والے ایک آزاد اور زبردست قوم بن گئے تھے۔ ان کا پہلا بادشاہ ڈیوسیس تھا جس کا خاندان مدت تک ان لوگوں پر حکومت کرتا رہا۔ ایرانی لوگ ان پہاڑوں میں آباد تھے جو بحر خزر اور خلیج فارس کے درمیان میں واقع ہیں اور ان قدیم الایام میں وہ میدیا والوں سے بہت متمائز تھے۔ ایرانیوں کی قوم ایک جفاکش اور جنگجو قوم تھی۔

یہ لوگ اپنی اولاد کو ساری زندگی کی تعلیم و تربیت دیتے اور انہیں بڑے ضبط و تحمل کے ساتھ لڑائی کی سختیاں برداشت کرنے کا عادی بناتے۔ اس قوم میں پہلا زبردست نامور سائرس تھا۔ جس کا صحیح نام کیخسرو ہے۔ یہ نام ایک پرانے فارسی لفظ سے ماخوذ ہے جس کے معنی آفتاب کے ہیں۔ وہ ایک فارسی فرمان روا کا بیٹا تھا اور میدیا کے بادشاہ اسٹیاغیس کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ عنفوانِ شباب ہی میں وہ میدیا کی دارالسلطنت شہر اقباطنہ میں چلا آیا۔ جہاں میدیا والوں اور نیز اپنی قوم کے لوگوں یعنی فارسیوں کی حکومت حاصل کر کے اس نے شمال و مغرب کی تمام چھوٹی چھوٹی قوموں کو مغلوب کر دیا۔ میدیا کے بادشاہ کرمی سوس کو اس پر حسد آیا۔ جو حصۂ زمین ایشیا مائنر کے نام سے مشہور ہے اس میں لیڈیا ایک نہایت ہی زرخیز صوبہ تھا۔ اس کے پہاڑوں میں کئی جگہ سونے کی کانیں تھیں اور دریائے پک تولوس کی ریتی میں اکثر مقامات میں سونا پایا جاتا تھا۔ انہیں اسباب سے یہاں کے فرماں روا کریسوس کو اپنی دولت مندی پر ناز تھا

کرمی سوس کو میدیا والوں اور فارسیوں کے مقابلہ پر جا کے میدان جنگ گرم کرنا پڑا۔ میدان میں اسے فارسیوں نے سخت شکست دی اور دارالسلطنت شہر سارڈیس کا محاصرہ کر لیا۔

تھوڑے ہی زمانہ کے محاصرہ میں سائرس نے یورش کر کے شہر پر قبضہ کر لیا اور کرمی سوس کو گرفتار کر کے حکم دیا کہ وہ آگ میں زندہ جلا دیا جائے۔ بعد ازاں سائرس نے کرمی سوس کا قصور معاف کر دیا اور اسے اپنا مشیر خاص بنا لیا۔

دارا اعظم (ایران)
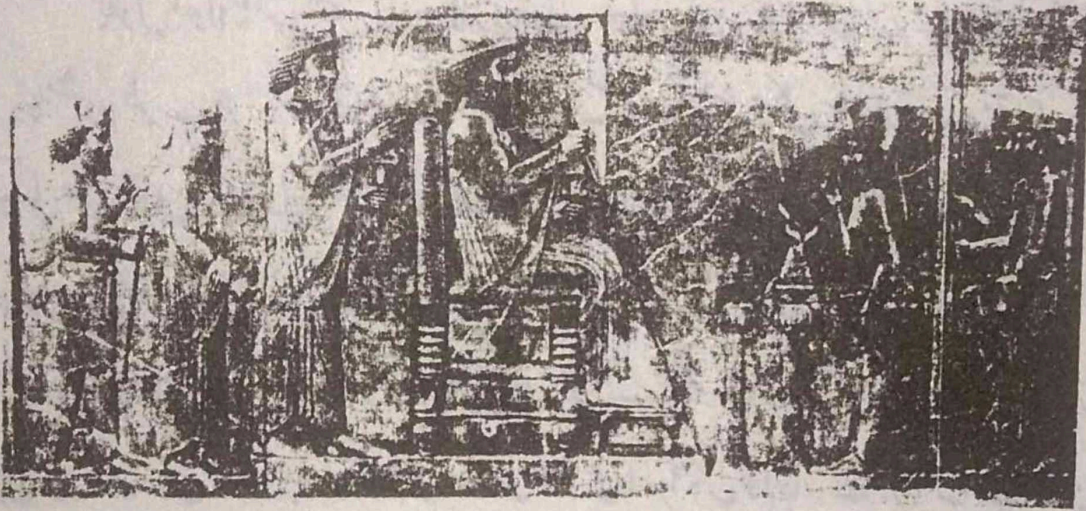
زوال بابل

اس فتح کے بعد سائرس نے بابل کا محاصرہ کر لیا۔ اہل بابل کو اپنے شہر پناہ کی مضبوطی پر غرور اور ناز تھا

بقول مولانا شرر جس رات فارسی لوگ دھاوے کی تجویزیں کر رہے تھے شہنشاہ بابل بلیشزر کا جشنِ طرب مزے پر تھا اور بنی اسرائیل کے معبد یعنی ہیکل سلیمان کے مقدس ظروف دعوت کی ضرورتوں کے لیے منگوائے گئے تھے۔ ناگہان سائرس اپنی الوالعزم و فتح مند فوج کے ساتھ شہر کے بیچوں بیچ میں نمایاں ہوا۔ شہر میں گھستے ہی اس نے یورش کر کے بلیشزر کو قتل کر ڈالا۔ دم بھر میں وہ عظیم الشان شہر مغلوب و مقہور ہو گیا اور اس کے مغلوب ہوتے ہی ساری قلمرو سائرس کی زیر نگین تھی۔ سائرس نے یہود کو آزادی عطا کی اور بنی اسرائیل کو اجازت دی کہ اپنے اصلی وطن ارض یہودا میں جا کے اپنے قدیم معبد الٰہی کو پھر تعمیر کریں۔

یہودا کے شاہی خاندان کا سرگروہ زروبابل اور یوشع اپنی قوم کو لے کے ارض مقدس میں واپس آئے۔ مگر ابھی انہیں کسی قسم کے اختیارات حکومت نہیں ملے تھے کیونکہ اس وقت سے ارض یہودا دولت ایران کا ایک صوبہ تصور کی جاتی تھی۔

فتح بابل کے بعد سائرس کا ماموں کیا کزارس جو میدیا والوں میں سے تھا بابل میں اقامت گزیں ہوا اور گرد و نواح کے ملک پر حکومت کرنے لگا۔ سائرس اچھی عمر تک جیا اور نہایت امن و امان اور اطمینان اور فارغ البالی سے مرا۔ ہرڈوٹوس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے میدیا والوں یعنی اہل خطا کی ملکہ طومے ریس سے ایک بڑی بھاری لڑائی ہوئی اور اس لڑائی

میں وہ مارا گیا۔

پرانی فارسی نظموں میں یہ بتایا گیا ہے کہ کی خسرو بڑی عظمت وجلال اور شان وشوکت کے ساتھ نوے برس تک زندہ رہا۔

سائرس کے جانشین
(چھٹی و پانچویں صدی ق م)

اسیریا کے فتح کرنے کے چند ہی روز بعد ایرانیوں نے اپنی اگلی سادگی اور جفاکشی کی وضع ہاتھ سے کھودی اور وہ عشرت پرستیاں سیکھ لیں جن سے ابتدائے عہد میں انہیں نفرت تھی۔ مولانا شرر کے مطابق اب بادشاہوں کے قصر وایوان دولت وحشمت اور شان وشوکت کے سامانوں سے بھر گئے۔ ان میں ہزار لونڈیاں اور بے شمار غلام بھرے ہوئے تھے اب فارسیوں میں بادشاہ کو امرائے ملک سے یہ امتیاز تھا کہ اس کے سر پر تاج رہا کرتا تھا۔

سائرس کا بیٹا کم بی سیس ایک ظالم اور جھکی بادشاہ تھا۔ اس نے مصر پر چڑھائی کی۔ اور وہاں سے ارض حبشہ پر چڑھ گیا۔ جہاں اس کی فوج رسد کا بندوبست نہ ہونے کے باعث مارے بھوک اور فاقوں کے تباہ ہوگئی۔ وہاں سے ناکام ونامراد واپس آیا تو اپنے بھائی سمیر دیس کو قتل کرڈالا اور اپنی بہن آتو سا سے اصرار کرنے لگا کہ مجھ سے شادی کرلو۔ رعایا کے ہر طبقہ اور ہر گروہ سے ناراضی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد ایک ناگہانی، فساد سے اس نے خود اپنی ہی تلوار سے اپنے آپ کو بھی زخمی کرلیا اور جانبر نہ ہوسکا۔ جب وہ مرا تو لوگوں میں علی العموم خوشیاں منائی گئیں۔

مولانا شرر تحریر کرتے ہیں کہ کمبی سیس کے بعد ایک مجوسی نے از راہ فریب دعویٰ کیا کہ میں ہی بادشاہ متوفی کا بھائی سمیر ویس ہوں جس کی موت کی خبر غلط مشہور ہوگئی تھی۔ تقریباً ایک سال تک ایرانیوں کا بادشاہ بنا رہا۔

اب چونکہ سائرس کے خاندان میں صرف اس کی بیٹی اتوسا باقی رہ گئی تھی اس لیے تمام امرا نے باہم مشورہ کر کے یہ رائے قرار دی کہ امرائے ملک میں کوئی اتوسا کے ساتھ نکاح کر لے اور وہی اس کا شوہر بن کے ملک پر حکومت کرے۔ دارا ابن گشتاسپ جسے یونانی ''داریوس ہستاسپس'' کے نام سے یاد کرتے ہیں اتوسا کا دولہا اور سلطنت کا مالک قرار دے دیا گیا۔

وہ ایک عقلمند اور لائق بادشاہ تھا۔ اس کی سلطنت دریائے اٹک کے کنارے سے لے کر سواحل بحر اسود تک پھیلی ہوئی تھی۔ سارا ایشیائے کوچک اس کے زیر نگین تھا اور اپنی فتوحات کو اس نے بحرائے جبن کے جزیروں یعنی مجمع الجزائر یونان تک پہنچا دیا اور یورپ کو زیر فرمان کرنے کی بھی کوشش کرنے لگا۔ ابتدا سیتھیا والوں سے کی جو کہ ایک وحشی قوم تھی۔ یہ لوگ یوزائن (بحر اسود) کے شمالی مرغزاروں میں اپنے گلہ چرایا کرتے۔ تیر اندازی میں کمال رکھتے۔ ان لوگوں کے مغلوب کرنے کے لیے وہ ہلسپانٹ (آبنائے ڈارڈنیلز) کے پار اترا اور دریائے ڈینیوب پر کشتیوں کا پل باندھ کران کی سرزمین میں داخل ہوا مگر وہاں پہنچ کے نظر آیا کہ زمین خشک و بے گیاہ ہے۔ آخر وہ واپس ہو گیا۔

۞

قدیم یورپ

قدیم یورپ کی تقریباً سب کی سب نسلیں ایک ہی نسل سے تعلق رکھتی ہیں وہ آریہ نسل ہیں جس کی تمام یورپی جماعتیں شاخیں ہیں۔ ان اقوام کے آباؤ اجداد ابتدائی زمانے میں ایک ہی جگہ پر رہا کرتے تھے جو وسط ایشیا کا علاقہ خیال کیا جاتا ہے۔ آریہ نسل کے مختلف گروہ مختلف ادوار میں زمین کے مختلف حصوں میں آباد ہوگئے۔ ان کی اولاد سے جو قومیں بنی ہیں ان کی زبانوں میں بہت سے لفظ ایک ہی طرح کے ہیں۔ جیسے انگریزی میں فادر، جرمن میں واتر، گریک میں پیٹر، لیٹن میں پیٹر، فارسی میں پدر، سنسکرت میں پتا۔ یورپ کی ذاتوں کے مختلف گروہ ایشیاء کو چک ہوتے ہوئے گال اور جرمن وغیرہ میں آباد ہوگئے۔ مدت تک ان کی حالت آوارہ گردی کی سی رہی اس لیے ان کی تاریخ نہیں ملتی۔ صرف یونانی اور رومن لوگوں نے شہر بنا کر رہنا شروع کیا۔ ان دونوں کی زبانوں میں بھی بہت سی مشابہت ہے۔ یونانی لوگ خود کو ہلینز اور اپنے ملک کو ہیلاس کہتے تھے۔

یونان نہ تو ایک ملک تھا اور نہ ایک قوم۔ اس میں کئی شہر تھے جو خود کو الگ الگ ریاست سمجھتے تھے ان کی آبادی تھوڑی اور رقبہ چند میل تک محدود تھا لیکن پھر بھی الگ گورنمنٹ الگ رسوم اور الگ قانون تھا۔ کبھی آپس میں لڑتے تھے اور کبھی صلح ہوتی تھی۔ ان شہروں میں سپارٹا اور ایتھنز دو بڑے شہر تھے۔

یونان کے لوگ

ان شہروں میں مختلف قبائل کے لوگ تھے جن کے مختلف دیوتا تھا۔ جن کی وہ پرستش

کرتے تھے۔ بعض اوقات کئی قبیلے مل کر کسی ایک بڑے مندر کے دیوتا کی پوجا کرتے تھے۔ ڈیلفی کے مندر میں بارہ قبیلے ''ایپالو'' کی پوجا کیا کرتے تھے اور سال میں دو دفعہ وہ کھیلوں میں مقابلہ کرنے کے لیے اکٹھے ہوتے تھے۔ اولمپیا میں دیوس دیوتا کا مندر تھا وہاں اولمپین کھیلیں اور دوڑیں ہر چوتھے سال منعقد ہوتی تھیں۔ جیتنے والوں کو انعام دیتے تھے۔

ہر شہری سپاہی کا کام کرتا تھا اور ہر ایک کو اپنی مجلس میں رائے دینے کا حق تھا۔ سمندر کے کنارے پر واقع شہروں کو ایک پرانی جہاز راں قوم فینشین کے ساتھ واسطہ پڑا جن سے ان لوگوں نے لکھنے کا ہنر' ماپ تول کا ہنر' رنگ بنانے کا طریقہ' دھاتوں کا نکالنا اور جہازوں کا بنانا سیکھا۔

سپارٹن

یونان کے ایک پہاڑی علاقے کا نام پیلا پنیس تھا جس میں ایکن اور آیونین دو بڑے قبیلے مختلف شہروں میں آباد تھے۔ ایک ہزار برس ق م ایک اور جنگلی قبیلہ ڈورین اس علاقے میں آیا جس نے شہروں کو فتح کر کے اپنی ریاستیں بنالیں۔ پرانے قبیلے کے لوگ ملک چھوڑ کر ایشیاء کوچک میں چلے گئے اور وہاں یونانی بستیاں یا شہر آباد کیے۔ ڈورین مفتوح قبیلوں کے ساتھ برا سلوک کرتے' ان کا زور سپارٹا میں بہت تھا۔ اس شہر کا یہ نام انہوں نے اناج وکھیتوں کی وجہ سے رکھا۔ انہوں نے مفتوح لوگوں کے دو حصے کیے جن کے پاس زمین تھی ان کو اپنی قوم میں شامل کرتے تھے اور دوسرے جن سے غلاموں کی طرح کھیتی کا کام لیتے تھے۔ ہمسایہ لوگوں سے ہمیشہ جنگ کرنے کی وجہ سے انہوں نے تجارت یا اچھے مکان بنانے کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ سپارٹا ہمیشہ ایک گاؤں ہی رہا۔

غیر قانونی بادشاہ

سپارٹی کے علاقہ سکیان' ارگاس اور کارینتھ وغیرہ کی ریاستیں پہلے بادشاہوں کے ہاتھ میں تھیں' پھر امراء کے ہاتھ میں آ گئیں۔ جگہ جگہ مطلق العنان آدمیوں نے بادشاہ کی جگہ لے لی۔ چونکہ وہ قانون توڑ کر بادشاہ بنے تھے اس لیے ان کو یونان میں ٹائرینٹ کہا جاتا ہے۔ کارینتھ میں

"ہیپ ینڈرز" ایک ٹائرینٹ ہوا۔ ٹائرینٹ حکومت کا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے عہد میں امیر خاندان اور باقی درجہ کے لوگ برابر درجہ کے ہو گئے اور جب ان لوگوں کی حکومت ختم ہوئی تو عام شہری بھی گورنمنٹ میں حصہ لینے لگ گئے اور امیروں اور غریبوں کی تمیز اُڑ گئی۔ ٹائرینٹوں کے ظلم کا نتیجہ یہ تھا کہ کئی شہری لوگ اپنا وطن چھوڑ کر بحیرہ روم اور بحیرہ اسود کے کنارے جا آباد ہوئے۔ کئی ایسی بستیاں جنوبی اٹلی اور سسلی کے کنارے پر بھی آباد کی گئیں۔

ایتھنز

ایتھنز (اٹیکا) ایتھنز کے لوگ آیونین کہلاتے تھے۔ اس علاقے میں کئی ریاستیں تھیں ایتھنز نے ان کو فتح نہ کیا بلکہ آہستہ آہستہ اپنے ساتھ ملا لیا۔

گورنمنٹ کی حالت

پہلے پہل ایتھنز میں بادشاہ کو حکومت ملی۔ پھر پروہت کا کام اس سے لے لیا۔ تب اسے ارکان کہتے تھے کچھ عرصہ کے بعد ارکان کا عہدہ صرف دس سال کے لیے کر دیا۔ 683 قبل مسیح اس عہدہ کو سالانہ بنا کر ایک کی جگہ نو ارکان مقرر کیے۔ ایتھنز کی آبادی کی تین قسمیں تھیں۔ امیر، کسان اور مزدور۔ شروع شروع میں سب طاقت اور مذہبی رسوم امیروں کے ہاتھ تھے۔ عام لوگوں کا گورنمنٹ میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ انصاف کرنے کے لیے نہ کوئی لکھا ہوا قانون تھا اور نہ کوئی جج تھے۔ امیر لوگ زبانی قانون بناتے اور اپنے دوستوں کی بڑی رعایت دیتے۔

کسانوں کی حالت بہت خراب تھی۔ قرضوں کا قانون بڑا سخت تھا جس سے بہت سے لوگوں کو غلام بنا دیا گیا۔ امیروں کو اس بات کا بہت ڈر لگنے لگا کہ وہاں بھی کوئی ٹائرینٹ نہ پیدا ہو جائے۔ انہوں نے سولن کو قانون بنانے کے لیے مقرر کیا۔ سولن نے سرکاری قرضہ کسانوں پر سے معاف کر دیا۔

پرانے قاعدے کے مطابق بچوں کے اوپر باپ کا بڑا اختیار تھا وہ انہیں قتل تک کر سکتے تھے سولن نے اس اختیار کو دور کر دیا۔

باوجود ان اصلاحوں کے ایتھنز میں تفرقات جاری رہے۔ غریبوں کی حالت بری

نقشہ ایتھنز 300 ق م
منادر
تھیٹرز
حکومتی
عمارات
کولیٹوس
اگورا
ایریوپاگس
باراتھرون
نیا
ایتھنز
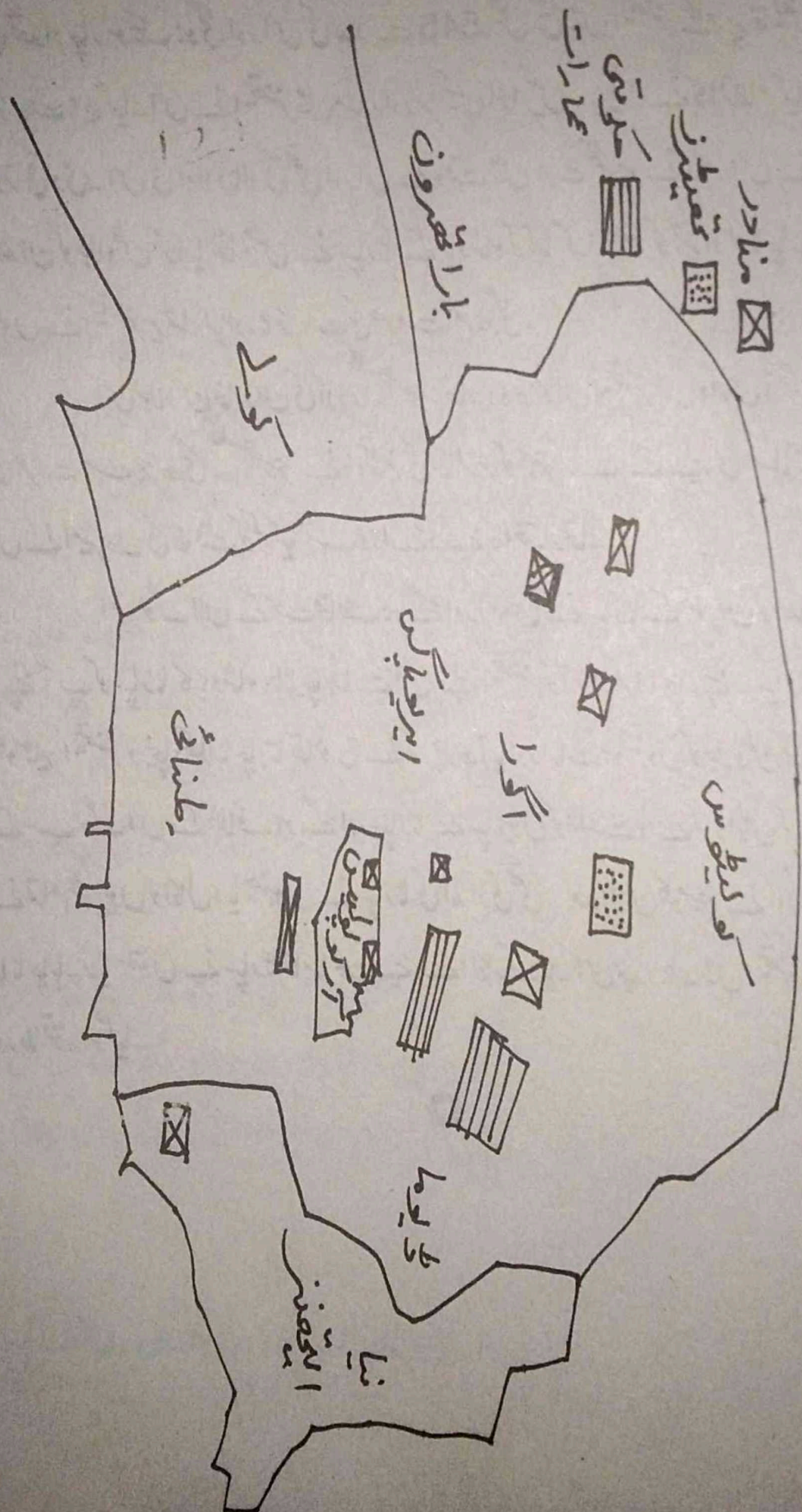
ہوگئی۔ آخر کار ایک امیر پیسٹریس ان کا لیڈر بن گیا ایک دن اس نے اپنے آپ کو خون آلودہ کر کے یہ مشہور کیا کہ امیر مجھے مارنا چاہتے ہیں اس پر اسے حفاظت کے لیے ایک گارد دی گئی جس کی تعداد چار سو تک ہوگئی اور اس کی مدد سے 545 قبل مسیح میں ایتھنز قلعے پر قابض ہوگیا اور ٹائرینٹ بن گیا۔ اس نے ایتھنز میں مندر اور سڑکیں بنوائیں۔ پانی لانے کا انتظام کیا اور شاعری کو ترقی دی۔ اس کی اولاد نالائق تھی اور ان کے وقت میں بہت ظلم ہونے لگا۔ اس نے ایک امیر خاندان کو جلاوطن کر دیا تھا جس نے سپارٹا کے بادشاہ کو کہا کہ ایتھنز کو آزاد کرنا چاہئے۔ سپارٹا والوں نے ایتھنز پر حملہ کیا اور ٹائرینٹ کی حکومت ختم ہوگئی۔

اس جلاوطن خاندان کی لاڈر کلستھینز تھا۔ وہ خاندان ایتھنز میں واپس آ گیا تو کلستھینز کی عزت بہت بڑھ گئی۔ کلستھینز نے ایتھنز کی حالت کو بہتر کرنے کے لیے کئی اصلاحیں کیں اور اس نے امیروں کی طاقت کو کم کیا' سب کو رائے دینے کا اختیار تھا۔

امیر لوگ اس کے سخت مخالف ہوگئے اور انہوں نے سپارٹا کے حکمران کو لکھا کہ کلستھینز اپنے آپ کو سپارٹا کا بادشاہ بنانا چاہتا ہے اس لیے ایتھنز کو آزاد کرانا چاہئے۔ سپارٹا کا حکمران کلومینیز ایتھنز کو نیچا دکھلانا چاہتا تھا فوج لے کر چڑھ آیا اور سات سو کنبوں کو جلاوطن کر دیا۔ ایتھنز کے سب لوگ اس کے خلاف ہوگئے اور سپارٹا کے سپاہیوں کو شکست دے کر واپس کر دیا۔ انہوں نے تمام شہریوں کو نکال دیا جنہوں نے سپارٹا کی امداد کی تھی۔ بعد ازاں کلومینز نے اور ریاستوں کو بلانا چاہا۔ ریاستوں نے سپارٹا کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اس جدوجہد میں ایتھنز بڑا مضبوط اور طاقتور ہوگیا۔

۞

ہندوستان

(قدیم دور)

ویدک دور

آریہ دنیا کی مشہور قوم ہے، جو نہایت دور زمانہ میں وسط ایشیا میں آباد تھی۔ ان کا رنگ گورا، قد لمبا اور جسم سڈول تھا۔ اس قدیم زمانے میں بھی یہ لوگ دوسری قوموں کے مقابلے میں کافی تہذیب یافتہ اور جنگ کے فن سے آشنا تھے۔ ان کے پیشے مویشی پالنا اور کھیتی باڑی تھا۔

آریوں کا اصل وطن

آریوں کے اصلی وطن کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض یورپین عالموں کے نزدیک آسٹریا۔ ہنگری اور بعض کی رائے میں بحیرہ بالٹک کے کنارے کے ممالک، کچھ مورخین قطب شمالی اور کئی ایک کا خیال ہے کہ آریہ ہندوستان ہی کے باشندے تھے۔ اور وہ کہیں باہر سے نہیں آئے۔ بعض تبت کو ان کا اصلی وطن کہتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ اصلی وطن وسط ایشیا میں بحیرہ خزر کے نزدیک کا علاقہ تھا۔

آریوں کے وطن چھوڑنے کا سبب کے بارے میں خیال ہے کہ انہیں کسی دوسری زبردست قوم نے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا یا ان کی تعداد بڑھ گئی اور ان کے ملک میں ان کا گزارہ مشکل ہو گیا ہو یا ان کا ملک بنجر ہو گیا ہو، اور انہیں نئی چراگاہوں کی تلاش میں اپنا وطن چھوڑنا پڑا ہو۔

ہندوستان میں آنے کا زمانہ

آریہ سب کے سب ایک ہی دفعہ ہندوستان میں نہیں آئے بلکہ ان کے مختلف گروہ

مختلف وقتوں میں ہندوستان میں آئے۔ یورپین مورخ ان کے آنے کا زمانہ 2000 (ق۔م) اور 1500 (ق۔م) کے درمیان مانتے ہیں۔ لیکن ہندو مورخ کا خیال ہے کہ آریوں کا پہلا گروہ چھ ہزار سال پہلے ہندوستان میں داخل ہوا۔

ہندوستان کی سرزمین میں آریوں کا پھیلنا

آریہ لوگوں نے پہلے شمال مغربی سرحد اور پنجاب میں (سپت سندھ) ڈیرے ڈالے اور یہاں کئی سو سال آباد رہے۔ عرصہ کے بعد آریوں کے اور قافلوں کے داخل ہونے سے یہ لوگ پنجاب سے جمنا اور گنگا کی وادیوں میں جا بسے اور وہاں سلطنتیں قائم کر لیں اور جنگلوں میں جوہر دکھائے۔ اس دور کی تہذیب. آریوں کی جنگی نظموں، رامائن اور مہابھارت سے معلوم ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ آریہ لوگ سارے شمالی ہند میں پھیل گئے اور اس ملک کا نام آریہ ورت پڑ گیا۔ اس دوران آریوں کی یہاں کے اصلی باشندوں (دراوڑوں) سے مڈبھیڑ ہوتی رہی۔ چونکہ آریہ ان کی نسبت مضبوط اور فن جنگ میں زیادہ ماہر تھے اس لیے انہوں نے انہیں دکن کی طرف بھگا دیا۔ دکن کا علاقہ عرصے تک آرین اثر سے محفوظ رہا اور دراوڑ تہذیب سے متاثر ہو گیا۔

آریوں کا نظام

ویدک زمانے میں آریہ لوگ دیہات میں رہتے تھے اور گاؤں ایک پنچایت کے ذمہ ہوتا تھا۔ کئی گاؤں مل کر ایک قبیلہ بن جاتا تھا۔ اس قسم کے اس وقت کئی قبیلے تھے۔ ہر قبیلے کا ایک سرپنچ ہوتا تھا، جسے راجہ کہتے تھے۔

کوئی آریہ، نہتے، سوئے ہوئے، زخمی یا ہتھیار شکستہ دشمن پر ہرگز وار نہ کرتا تھا۔ جو لوگ جنگ میں شریک نہ ہوں ان کو نقصان پہنچانا ایک بڑا پاپ گناہ سمجھا جاتا تھا۔ راجہ اور بڑے بڑے سردار رتھوں میں بیٹھ کر جنگ لڑتے تھے۔ مگر عام لوگ پیدل ہی ہوتے تھے۔

آریوں کا مذہب

ویدک آریوں کا مذہب یہ تھا کہ وہ سورج، چاند، آسمان، ہوا، پانی اور آگ وغیرہ کو دیوتا مان کر ان کی پرستش کرتے تھے تاکہ وہ خوش ہو کر ان کی مدد کریں۔ آریوں کے گھر بڑے

صاف، ہوادار اور کھلے ہوتے تھے۔ سادے اور لکڑی اور بانس کے بنے ہوتے تھے گھر میں باپ ہمارے خاندان کا سردار ہوتا تھا اور اسے ہر بات میں پورا اختیار تھا۔ آریہ لوگ اپنے مردوں کو جلایا کرتے تھے۔

خوراک اور پوشاک

آریوں کی خوراک بڑی سادہ تھی۔ وہ دودھ اور گھی کا استعمال زیادہ رکھتے تھے اور زیادہ تر اناج، سبزیاں شہد اور پھل کھاتے تھے۔ وہ سوم رس (یہ ایک قسم کی بوٹی کا عرق تھا) کے بہت شوقین تھے۔

آریوں کی پوشاک بھی بڑی سادہ تھی جو دو یا تین موٹے سوتی یا اونی کپڑوں کی ہوتی تھی۔ مرد بھی سونے اور چاندی کے زیورات کا استعمال کرتے تھے۔

سری رنگا ناتھا ٹمپل (انڈیا)
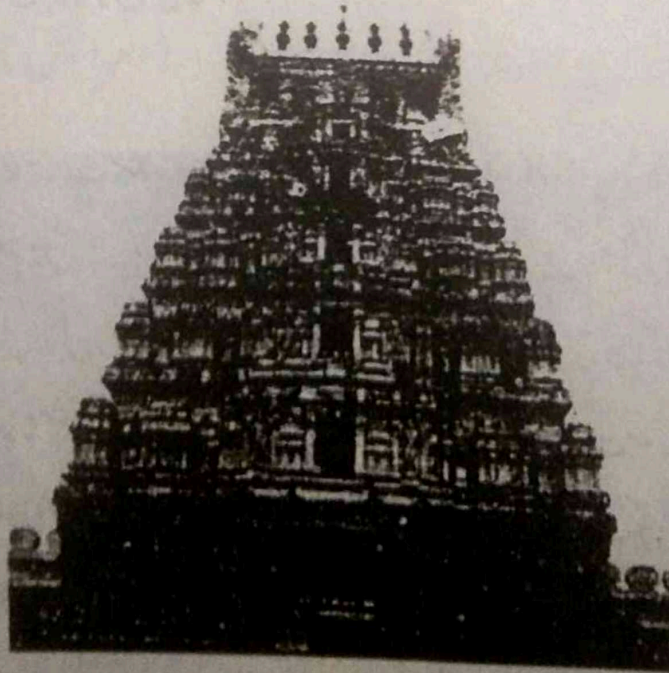
زمانۂ رزم

زمانہ شجاعت میں آریوں کی مشہور سلطنتیں یہ تھیں:

(۱) کوروؤں کی سلطنت (دارالسلطنت ہستنا پور)

(۲) پانچال سلطنت (دارالسلطنت کمپیلا)

(۳) کوشل سلطنت (موجودہ اودھ)

(۴) ریاست ودیہہ (موجودہ شمالی بہار)

(۵) ریاست کاشی (دارالسلطنت بنارس)

ان کے علاوہ کئی اور ریاستیں بھی تھیں۔ جن میں ریاست مگدھ (جنوبی بہار) بھی تھی جس نے آگے چل کر بہت ترقی کی۔

ذات پات

قدیم زمانہ سے ہندو چار بڑے بڑے گروہوں (۱) برہمن (۲) کشتری (۳) ویش (۴) شودر میں تقسیم ہیں۔ یہ گروہ ذاتیں کہلاتے ہیں۔ ذاتوں کا یہ بٹوارہ صرف ہندوستان ہی میں موجود ہے۔ اوّل اوّل ذاتوں کا یہ قانون محض پیشوں کے لحاظ سے بنایا گیا اور ایک ذات سے دوسری ذات میں جانا مشکل نہ تھا۔ مگر زمانہ گزرتے گزرتے ذات پات موروثی ہوتی گئی۔ جب آریہ لوگ پنجاب اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں مقیم تھے ذات پات کی کوئی خاص تمیز نہ تھی۔ گورے رنگ کے حملہ آور اپنے آپ کو آریہ اور اصلی باشندوں کو جن کا رنگ کالا تھا' داس یا دسیو یعنی غلام کہتے تھے۔

جب آریہ لوگ پنجاب سے بڑھتے ہوئے دریائے جمنا اور گنگا کی وادیوں میں آ پہنچے

قدیم ترین تورات کا ٹکڑا (500 سال قبل مسیح)

حضرت داؤد علیہ السلام کا مزار (اسرائیل)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقبرہ (150 سال پہلے۔ فلسطین)
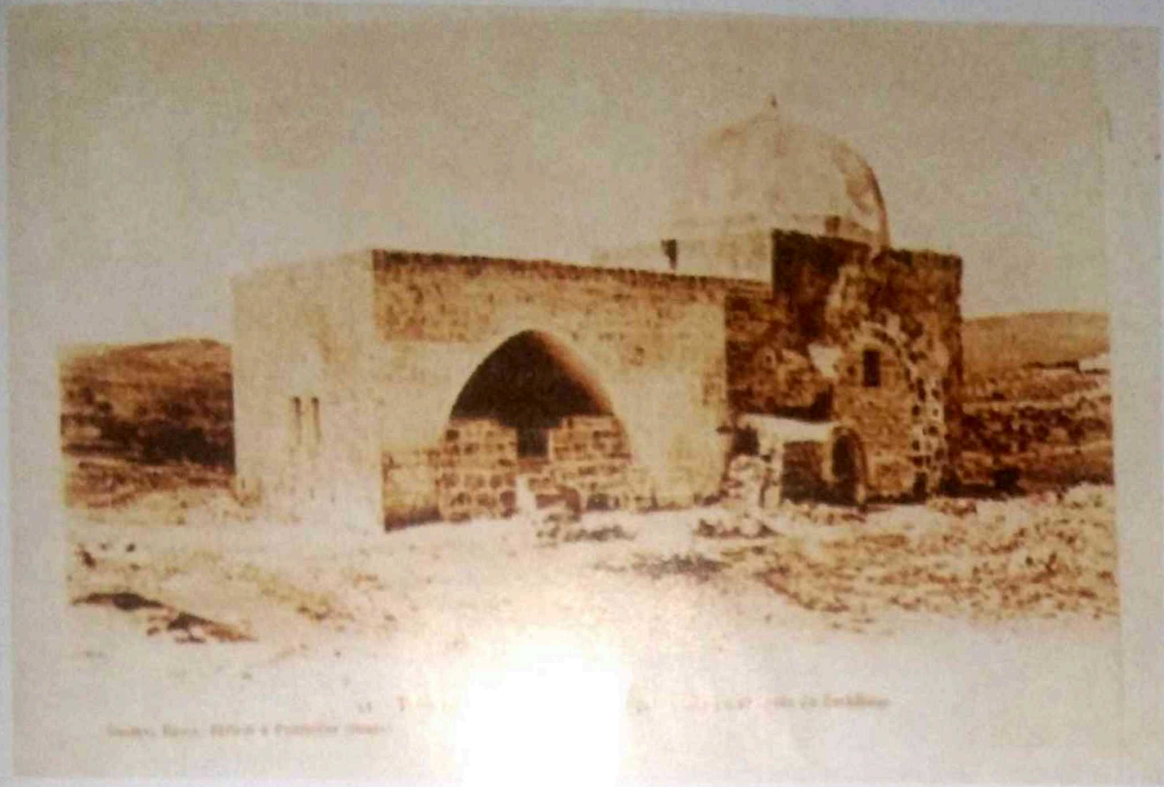
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مزار اندر سے (فلسطین)

دنیا کا قدیم ترین گلوب

قدیم چائنا کے میزائل پھینکنے کی مشین

رامائن کی جنگ کی قدیم تصویر (سری لنکا)
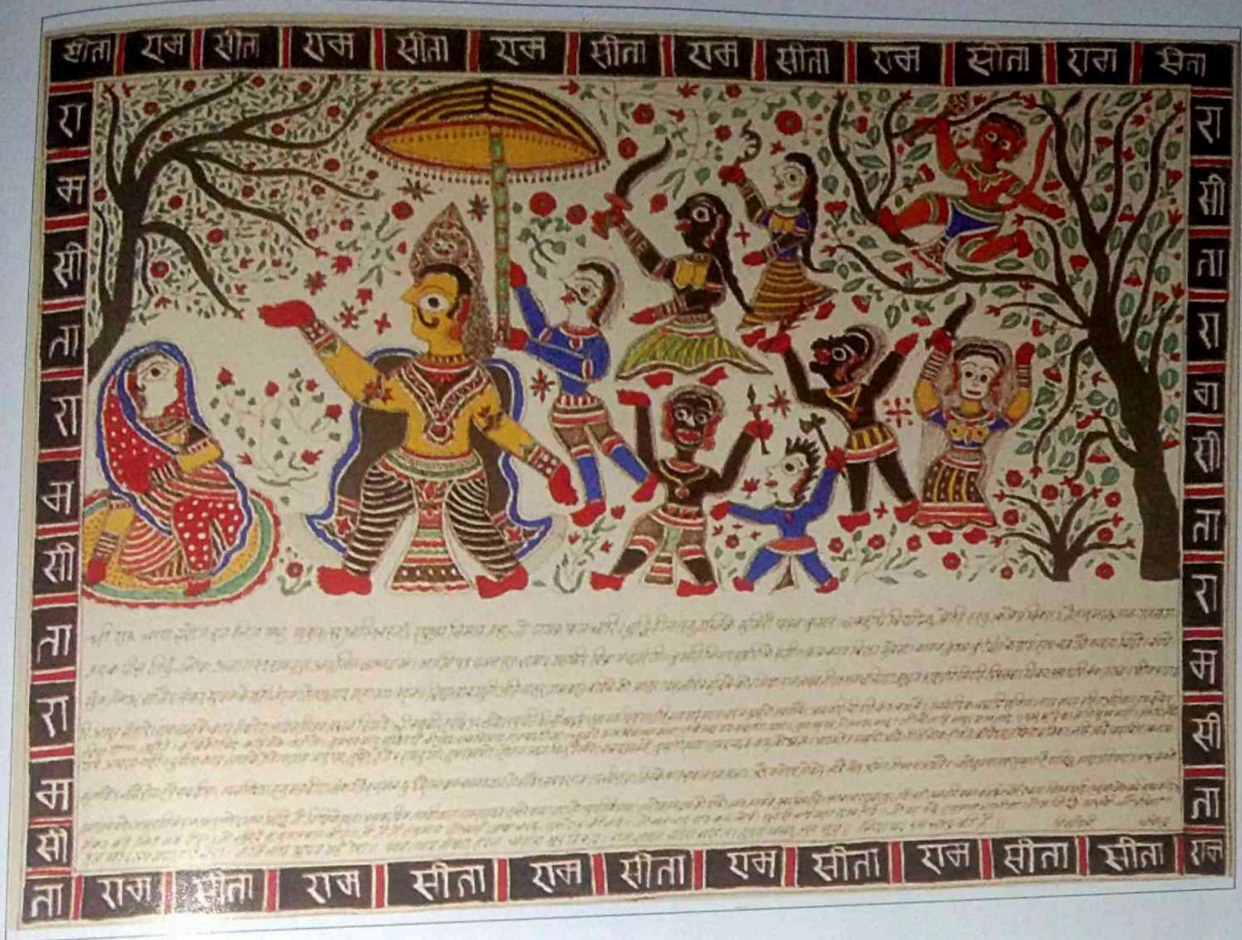
نابونیڈس کی تحریر کردہ دنیا کی قدیم ترین تاریخ (عراق)
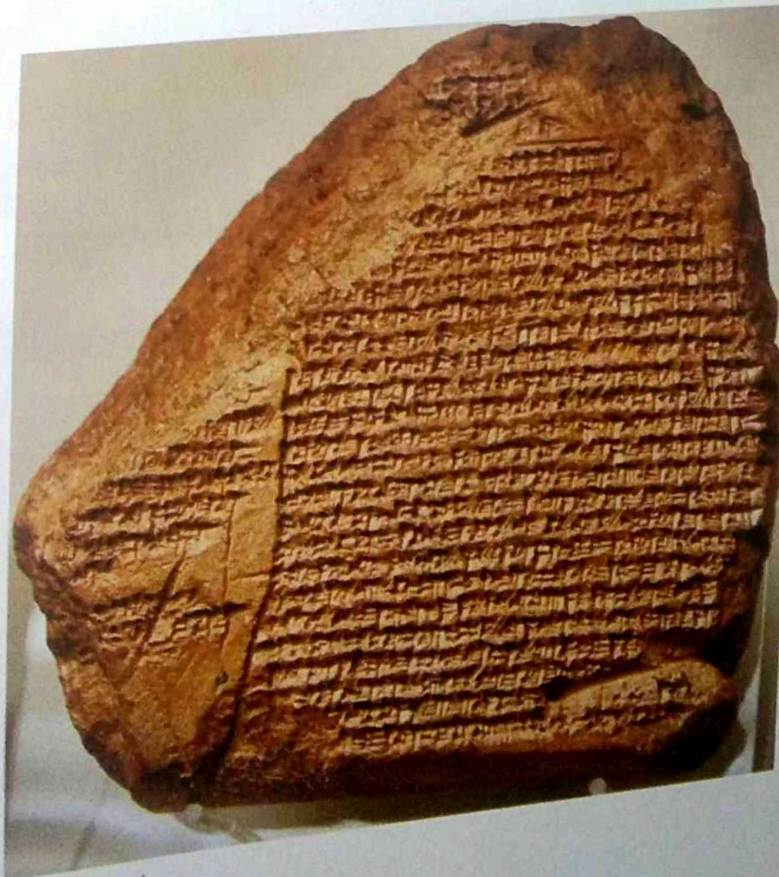
سائرس کا کیلنڈر (ایران)
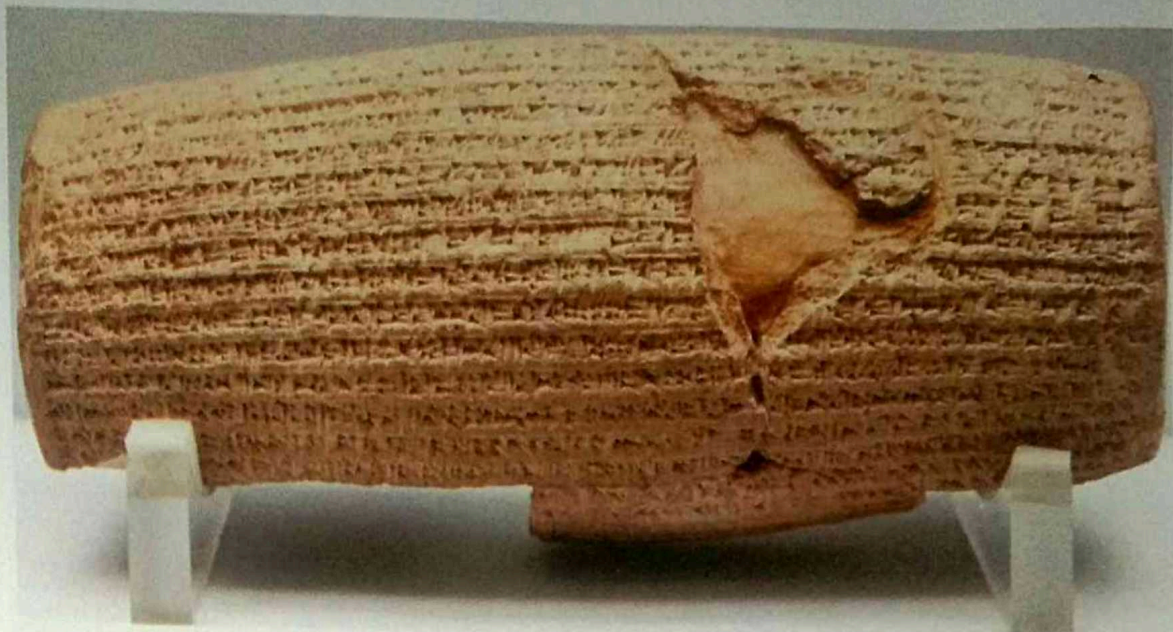
قصرہ کا محل (ایران)
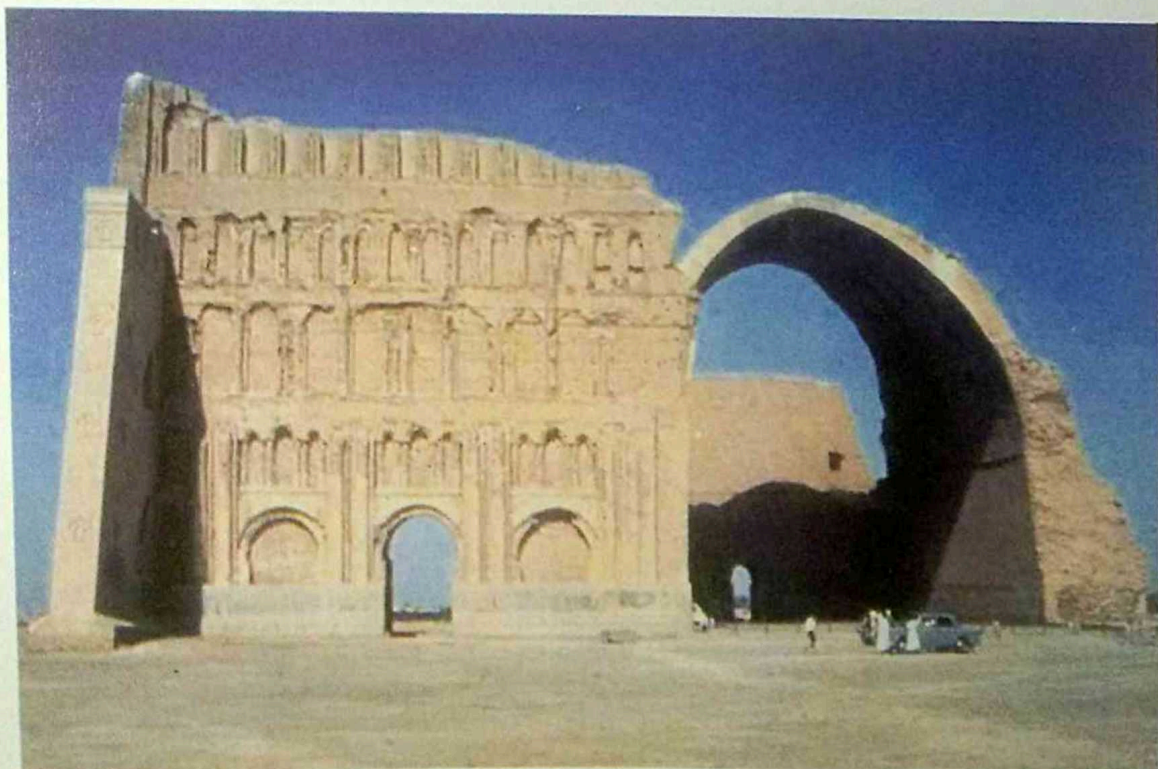
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے فرعون کی ممی (مصر)

سکندر اعظم کی اصل تصویر (یونان)

حضرت یوسف علیہ السلام کا مزار (باہر سے)

حضرت یوسف علیہ السلام کا مزار

حضرت یعقوب علیہ السلام کا مزار (اسرائیل)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا مزار (باہر سے)
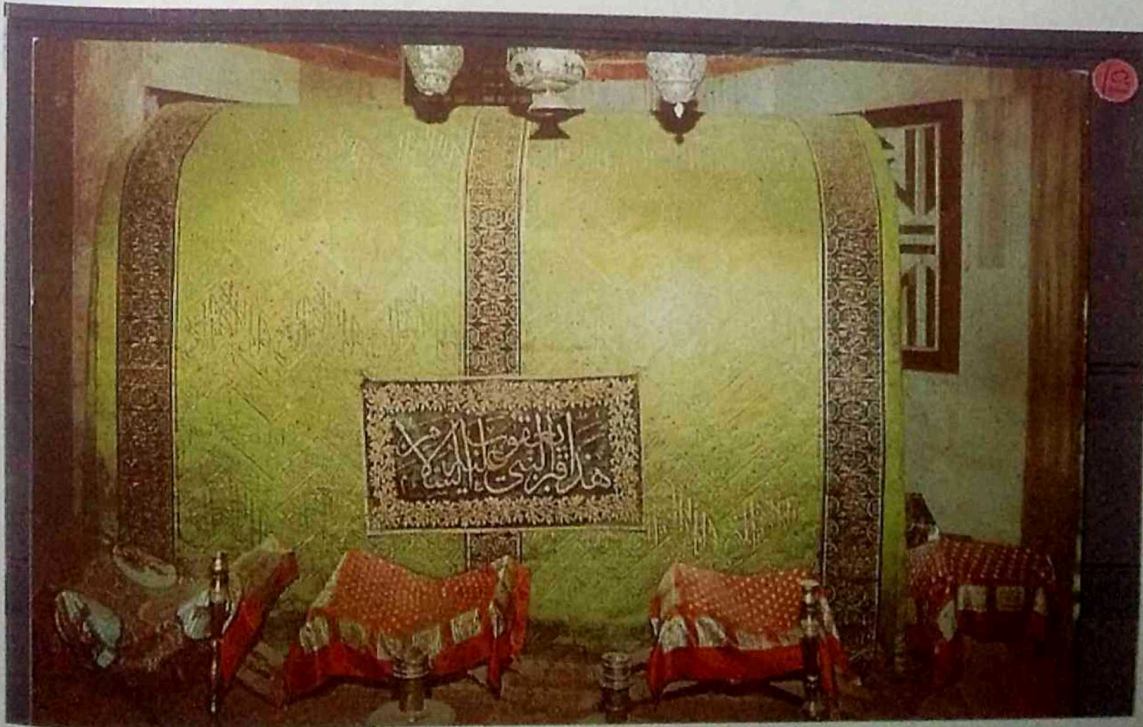
تو ان میں ذات پات کی تمیز شروع ہوئی کیونکہ آریوں نے اب بہت سی حکومتیں قائم کرلیں۔ ان میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس سے ان کی ضروریات اس قدر بڑھ گئیں مختلف کام جاتی کے مختلف گروہوں کے سپرد کیے گئے اور پیشوں کے لحاظ سے آریہ قوم چار حصوں یا چار ذاتوں میں بٹ گئی۔ یہ ذاتیں مندرجہ ذیل تھیں۔

ا۔ برہمن:۔ یہ عالم اور عبادت گزار تھے۔ ان کا کام پڑھنا پڑھانا اور مذہبی رسموں کا ادا کرنا تھا۔

۲۔ کشتری:۔ یہ لوگ جنگ لڑتے۔ راجے مہاراجے عموماً اسی ذات میں سے ہوتے تھے۔

۳۔ ویش:۔ ان کا کام تجارت اور کھیتی باڑی کرنا تھا۔

۴۔ شودر:۔ ان کا کام باقی تین ذاتوں کی خدمت کرنا تھا۔ ان میں ہندوستان کے اصلی باشندے شامل تھے۔

دو جنمے لوگ:۔ ان ذاتوں میں سے پہلی تین ذاتوں کے لوگ اونچے مانے جاتے تھے کیونکہ وہ تعلیم حاصل کر کے ایک نیا جنم پاتے تھے اس لیے انہیں دو جنما کہتے تھے۔

ذاتوں کی تعداد میں اضافہ

اس کے بعد ذاتوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی آج کل ہندوستان میں تقریباً تین ہزار چھوٹی ذاتیں ہیں۔ ذاتوں کی تعداد بڑھنے کے کئی سبب تھے۔ مثلاً:۔

(۱) ہندوستان کی اصلی قوموں نے ہندو مذہب اختیار کر کے اپنی ذاتیں الگ قائم کرلیں (مثلاً وسط ہند کے گونڈ اور بنگال کے راج ونشی)

(۲) غیر ملکی حملہ آوروں کی بھی علیحدہ ذاتیں بن گئیں۔ (جیسے گرجر اور ہون)

(۳) برادری سے خارج کیے ہوئے لوگ علیحدہ ذات میں شمار ہونے لگے۔

(۴) ایک ہی ذات کے لوگ مختلف مقامات پر رہنے سہنے کی وجہ سے نئی ذاتوں میں بٹ گئے۔ (کشمیری برہمن، گجراتی برہمن، پنجابی برہمن)۔

❁

بدھ مت

ہندو مت میں خرابیاں اور اس کا زوال

جب ہندی آریہ ہندوستان میں آئے تو ان کا وقت اصلی باشندوں کے ساتھ لڑنے میں گزرتا رہا۔ مگر جب گنگا کا میدان ان کے قبضے میں آ گیا اور وہاں ان کی ریاستیں قائم ہو گئیں وہ مذہب کی طرف مائل ہو گئے۔ مذہب مخفی رسومات کا مجموعہ رہ گیا۔ جانوروں کی قربانیاں زیادہ ہونے لگیں۔ بہت سا روپیہ اٹھنے لگا اور برہمنوں کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ سمجھ دار لوگ ان سے نفرت کرنے لگ گئے اور ہندوستان میں کئی نئے مذہبی فرقے ہندو مت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

ان میں ایک بدھ مت ہے دوسرا جین مت۔

گوتم بدھ

گوتم ایک کشتری شہزادہ اور ریاست کپل وستو کے راجہ شدھودن کا بیٹا تھا وہ 623(ق۔م) میں لمبنی گاؤں میں پیدا ہوا۔ نام سدھارتھ تھا لیکن بعد میں بدھ کے مذہب سے مشہور ہوا۔ اس کے خاندان کا نام گوتم تھا۔

گوتم بدھ نے بڑے ناز و نعمت میں پرورش پائی۔ اسے تعلیم دی گئی لیکن وہ بچپن ہی سے سوچ بچار میں غرق رہتا تھا۔ باپ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر 18 سال کی عمر میں اس کی شادی ایک خوب صورت شہزادی یشودھرا کے ساتھ کر دی لیکن اس سے شہزادے کی سوچ میں کمی کی جگہ اضافہ ہو گیا۔ اس کا دل دنیا سے اُچاٹ ہو گیا۔ چنانچہ شادی کے دس سال بعد 28 سال کی عمر میں ایک رات وہ گھر بار چھوڑ جنگلوں میں گیا۔ اس واقعے کو مہا تیاگ کہتے ہیں۔

اول گوتم نے برہمنوں سے تعلیم حاصل کی۔ مگر اس کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔ پھر اس نے

چھ سال تک سخت ریاضت کی۔ آخر وہ شہر گیا کے قریب ایک بڑ کے درخت کے نیچے سمادھی لگا کر بیٹھ گیا۔ یہاں اس نے اپنے خیال کیا کہ انسان کے اعمال نیک ہونے اور بنی نوع انسان سے محبت اور ہمدردی کرنے سے نجات حاصل ہوسکتی ہے اس وقت سے وہ بدھ یعنی عارف کہلانے لگا۔ اس وقت بدھ کی عمر 35 سال تھی۔

اس کے بعد مہاتما بدھ نے اپنے مذہب کا پرچار شروع کیا۔ سارناتھ کے مقام پر اپنا پہلا وعظ کیا۔ اس کے پیروؤں کی تعداد بڑھنے لگی اور بدھ نے بھکشوؤں یا مذہبی وعظوں کی ایک زبردست تنظیم یا سنگھ کی بنیاد ڈالی۔ جنہوں نے اس مذہب کو دُور دُور تک پھیلا دیا۔ بدھ نے اپنی عمر کے بقایا 45 سال ریاست مگدھ میں اپنے مذہب کی اشاعت میں گزارے وہ کپل وستو بھی گیا جہاں اسکے باپ اور تمام خاندان نے بھی اس مذہب کو قبول کرلیا۔

وفات:

آخر 80 سال کی عمر میں یعنی 542 (ق۔م) میں کشی نگر کے مقام پر بدھ نے وفات پائی۔ بدھ مت بہت جلدی ہندوستان اور دور دراز ملکوں میں پھیل گیا اس کے اسباب کئی ہیں:۔

(۱) بدھ مت کا بانی مہاتما بدھ نیک، پاک اور باعمل تھا اس لیے اس کی شخصیت میں خاص کشش تھی۔

(۲) بدھ مت کے اصول بڑے سادہ اور آسان تھے اور عام لوگ انہیں آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔

(۳) بدھ مت کی اشاعت روزمرہ کی بولی جانے والی پالی زبان میں کی گئی۔

(۴) بدھ مذہب میں ذات پات کی کوئی تمیز نہ تھی۔

(۵) عوام برہمنوں کی خونی قربانیوں۔ قیمتی مگیوں اور پیچیدہ فلسفے سے تنگ آچکے تھے اس لیے ان کے نزدیک بدھ مت زیادہ قابل قبول تھا۔

(۶) بدھ نے بھکشوؤں کا جو سلسلہ (سنگھ) قائم کیا تھا اس نے بدھ دھرم کو پھیلانے میں زبردست امداد دی۔

(۷) بدھ مت کی ترقی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ مہاراجہ اشوک خود بدھ مت کا پیرو بن گیا۔ اسکے بعد مہاراجہ کنشک نے بھی اس مذہب کو پھیلانے میں بڑی مدد دی۔

بدھ مت سترہ صدیوں تک ہندوستان کا مذہب رہا لیکن اس کے بعد یہ کمزور ہوتا چلا گیا اور آخر کار یہ بالکل ختم ہو گیا۔

بدھ مذہب کی موجودہ حالت

اس زمانے میں اگر چہ بدھ مذہب ہندوستان سے نابود ہو چکا ہے، تاہم دنیا کی آبادی کا چوتھا حصہ یعنی پچاس کروڑ لوگ ابھی تک اس کے پیرو موجود ہیں۔ تبت، چین، منگولیا، سیام، جاپان، لنکا، نیپال، برما اور ہند چینی وغیرہ ملکوں میں ابھی یہ مذہب رائج ہے۔

گوتم بدھ
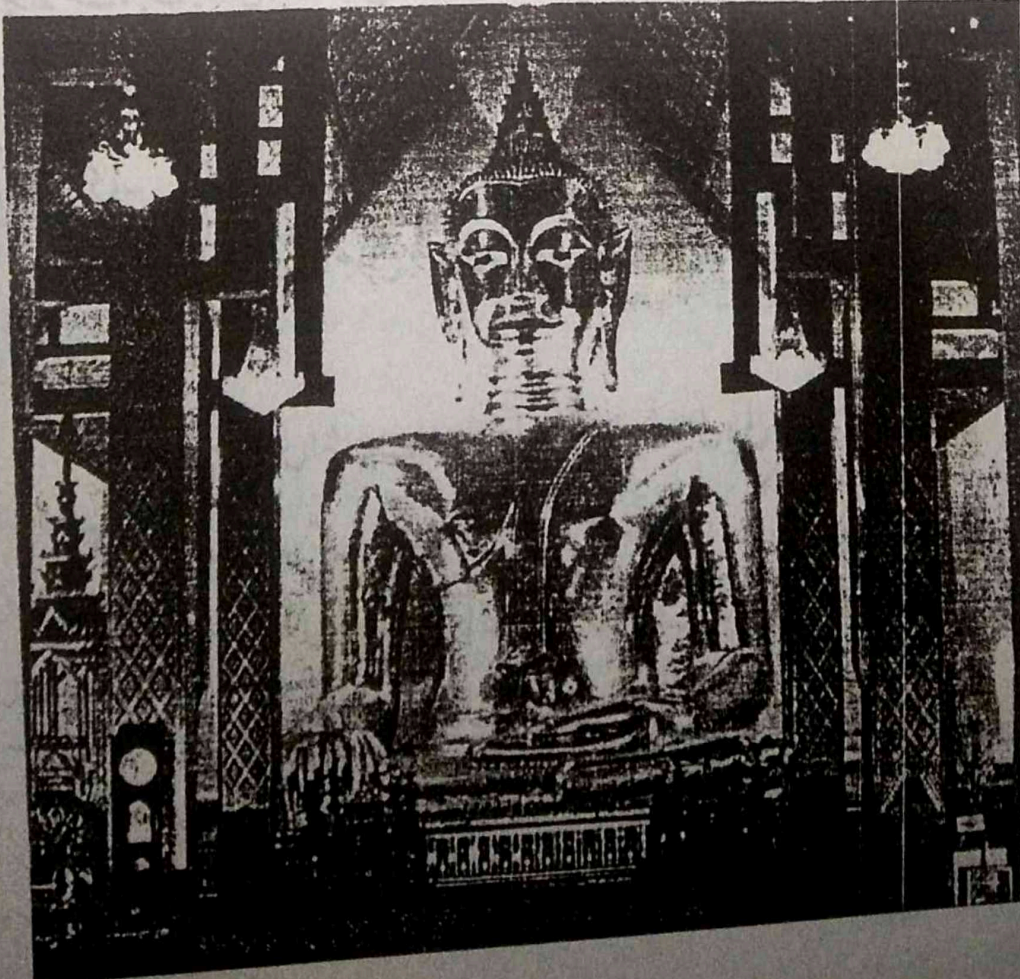
گوتم بدھ

نالندہ (انڈیا)
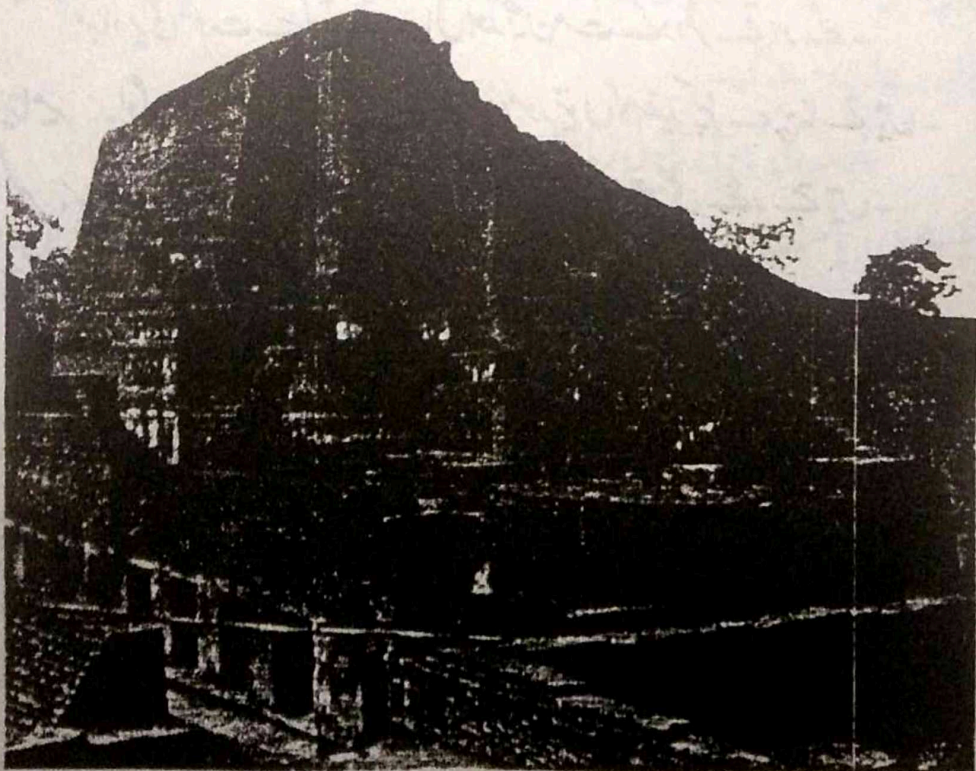
جین مت

وردھمان مہاویر

599 (ق-م) سے 527 (ق-م)

وردھمان مہاویر جین مت کا بانی ہے۔ وہ بہار کے ایک کشتری خاندان کا راجکمار تھا اور پٹنہ کے نزدیک ویسائی میں 599 (ق-م) میں پیدا ہوا۔ کافی عرصے تک وہ اور بدھ ہمسر رہے۔ تیس سال کی عمر میں اس نے گھر بار چھوڑ دیا اور پارشوناتھ کے بنائے ہوئے سادھوؤں کے فرقے میں شامل ہو گیا لیکن اسے کوئی تسلی نہ ہوئی اس لیے اس نے بارہ برس تک سخت ریاضت کی۔ اس عرصہ کے بعد وہ مہاویر کہلانے لگا۔ 42 برس کی عمر میں اس نے فرقے کی نئے سرے سے تنظیم کی اور اس کا نام جین مت رکھا۔ اس کے بعد مہاویر نے اپنی عمر کے باقی 30 سال مگدھ اور آس پاس کی ریاستوں میں پرچار کیا۔ کئی شاہی خاندانوں سے تعلق ہونے کی وجہ سے اسے اپنے مذہب کی اشاعت میں بڑی مدد مل گئی۔

مہاویر نے ضلع پٹنہ میں پاوا نامی مقام پر وفات پائی۔ اس کی میت کے وقت اس کے کل پیروؤں کی تعداد 14 ہزار کے لگ بھگ تھی۔

مہاویر کی موت سے کوئی دو سو سال بعد جین مت کے دو فرقے ہو گئے۔

۱۔ شویتامبر: یہ لوگ سفید کپڑے پہنتے ہیں اور اپنی مورتیوں کو سفید کپڑے پہناتے ہیں۔

۲۔ ڈگمبر: یہ لوگ ننگی مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں ان کے سادھو بھی ننگے رہتے ہیں۔

جین مت کی موجودہ حالت

جینیوں کی تعداد آج کل بارہ لاکھ کے قریب ہے یہ لوگ خوشحال ہیں اور تجارت پیشہ ہیں۔ گوہ آبو پر ان کے بڑے عالیشان مندر ہیں۔ جینی لوگ پنجاب، گجرات، راجپوتانہ، بنگال اور بمبئی میں بھی پائے جاتے تھے۔

سکندر اعظم کا حملہ

سکندر اعظم یونانی اور اس کی فتوحات

سکندر ریاست مقدونیہ واقع کے بادشاہ فیلقوس کا بیٹا تھا۔ وہ 356 (ق۔م) میں پیدا ہوا۔ ارسطو کا شاگرد تھا۔ سکندر بیس برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا اور اس تھوڑے ہی عرصے میں ایشیائے کوچک سے لے کر افغانستان تک کا تمام علاقہ فتح کرلیا پھر 326 (ق۔م) میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔

اس وقت ہندوستان میں کوئی بڑی مرکزی حکومت نہ تھی۔ سارا ملک کئی خودمختار ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ شمالی ہندوستان میں سب سے مشہور ریاست مگدھ (موجودہ بہار) تھی۔ یہ ایک بڑی ریاست تھی اور دریائے ستلج کے مشرق سے شروع ہوکر تمام وادی گنگا میں پھیلی ہوئی تھی اس کا دارالسلطنت پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) تھا۔ یہاں نندا خاندان کی حکومت تھی۔ اس کی فوج نہایت زبردست تھی۔

پنجاب کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔

ا۔ ٹیکسلا کی ریاست:۔ دریائے سندھ اور جہلم کے درمیان واقع تھی۔ یہاں کا حکمران راجہ امبھی تھا۔ راجہ پورس کے ساتھ اس کی دشمنی تھی۔

۲۔ پورس کی ریاست کا علاقہ دریائے جہلم اور چناب کے درمیان واقع تھا۔ یہاں کے راجہ نے سکندر کا خوب مقابلہ کیا۔

۳۔ دریائے راوی کے مشرق میں کئی خودمختار قبیلے آباد تھے جن میں زیادہ مشہور کٹھوئی قبیلہ تھا۔ ان کی راجدھانی سانگلہ، موجودہ ضلع گورداس پور میں کہیں واقع تھی۔

۴۔ جمہوری قبیلوں میں سب سے مشہور ملوئی قبیلہ تھا ان کا علاقہ موجودہ ملتان کے آس پاس تھا۔

پنجاب پر سکندر کا حملہ: 326 (ق۔م)

326 (ق۔م) میں سکندر اوہند کے مقام پر شہر اٹک سے کوئی 16 میل اوپر کشتیوں کا پل بنا کر اور دریائے سندھ کو عبور کر کے پنجاب میں داخل ہوا اس کے راستے میں ٹیکسلا پڑا۔ راجہ امبھی نے سکندر کو خوش آمدید کیا اور فوج اور روپے سے اس کی مدد کی۔ کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد سکندر نے دریائے جہلم اور چناب کی درمیانی ریاست کے راجہ پورس کو اطاعت کا پیغام بھیجا۔ لیکن اس نے انکار کیا اور دریائے جہلم کے مشرقی کنارے پر مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔

راجہ پورس سے لڑائی:

دریائے جہلم اُن دنوں طغیانی پر تھا' اس کو پار کرنا بڑا مشکل تھا۔ لیکن سکندر نے رات کی تاریکی میں کچھ میل اُوپر جا کر چوڑی جگہ سے دریا کو عبور کر لیا۔ پورس نے اپنے بیٹے کو فوج دے کر سکندر کو روکنے کے لیے بھیجا۔ وہ مارا گیا۔ باقی یونانی فوج بھی دریا جہلم کو پار کر کے اچانک پورس کی فوجوں پر آ پڑی۔ کری کے میدان میں زبردست لڑائی ہوئی۔ پورس کی فوج نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا پورس جو ایک بہادر سپاہی اور ساڑھے چھ فٹ لمبا جوان تھا لڑتے لڑتے زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا۔ سکندر نے اس کا علاقہ اسے واپس دے دیا۔

پورس سے نپٹ کر سکندر نے کٹھوئی قبیلہ کو شکست دی' اور بیاس تک جا پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا کیونکہ سپاہی لڑتے لڑتے تھک چکے تھے۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مگدھ کے راجہ مہاپدم نند کی فوجی طاقت کا حال سن کر انہیں خوف پیدا ہو گیا ہو۔ چنانچہ سکندر نے مجبوراً واپسی کی ٹھانی۔

سکندر کی واپسی

سکندر واپس جہلم پہنچا اور دو ہزار کشتیوں کا ایک بیڑا تیار کرا کر دریا کے راستے واپس ہوا۔ اپنے فتح کیے ہوئے علاقہ میں راجہ امبھی کو دریائے سندھ اور جہلم کے درمیانی علاقہ میں' اور پورس کو دریائے جہلم اور بیاس کے درمیانی علاقہ میں نائب مقرر کر گیا کچھ یونانی فوج بھی چھوڑ

گیا۔ راستے میں سکندر کو ملوئی یا مالی قوم ۔ز جو موجودہ علاقہ ملتان میں آباد تھی، سے بہت تنگ کیا۔ لیکن سکندر نے ان کو شکست دی، اور سندھ کے علاقے کو فاتح کرتا ہوا سمندر تک جا پہنچا۔

یہاں اس نے فوج کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ امیر البحر نیارکس کی کمان میں سمندر کی راہ روانہ ہوا اور دوسرے حصے کو سکندر خود ساتھ لے کر بلوچستان اور ایران سے ہوتا ہوا بابل پہنچا۔ لیکن اسے وطن نصیب نہ ہوا۔ وہ بابل کے مقام پر ہی 323 (ق۔م) میں 33 سال کی عمر میں فوت ہوا۔

قدیم ہندوستان
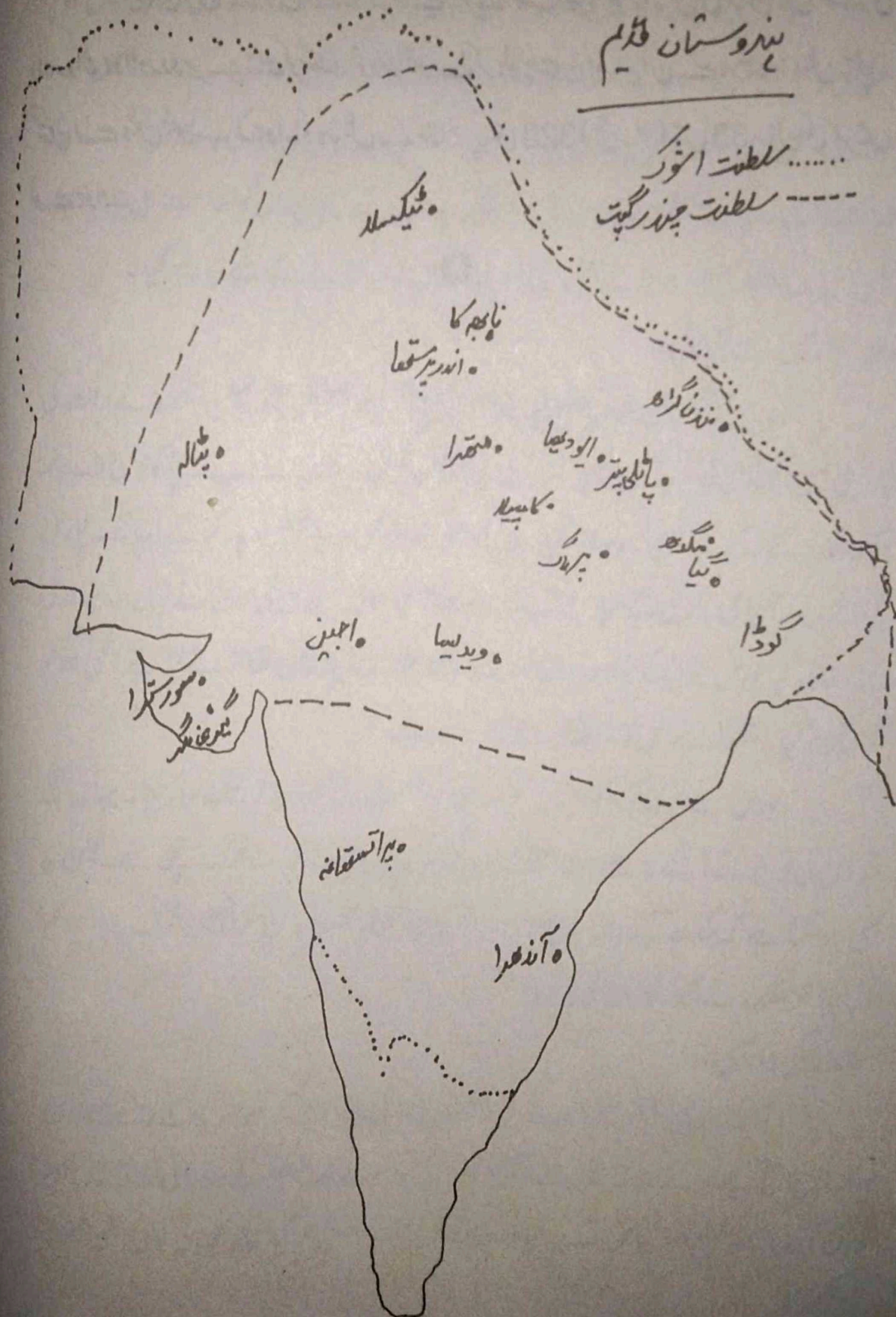
موریہ خاندان

322(ق م) سے 185(ق-م)

موریہ خاندان کا بانی چندرگپت تھا اور اس نے اپنی ماں مورا نا پر اس خاندان کا نام موریہ رکھا۔ چندرگپت موریہ ایک زبردست فرمانروا تھا لیکن اس کا پوتا اشوک اس خاندان کا سب سے بڑا بادشاہ تصور کیا جاتا ہے اس نے بدھ مت کی اشاعت کے لیے بہت کام کیا۔

چندرگپت موریہ

چندرگپت موریہ کا باپ مگدھ دیش کے نندا خاندان کا ایک شہزادہ تھا۔ لیکن چندرگپت کی ماں نیچ ذات سے تھی۔ مگدھ کے آخری راجہ مہاپد مانند نے چندرگپت کو جلاوطن کردیا۔ اپنی جلاوطنی کے ایام میں یہ پنجاب میں آیا۔ ان دنوں سکندراعظم پنجاب میں تھا۔ اس نے سکندراعظم کو مگدھ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔

سکندر کے بعد پنجاب میں یونانیوں کے خلاف بغاوت ہوگئی۔ چندرگپت نے اپنے اتالیق اور مشیر چانکیہ کی مدد سے بہت سی فوج اکٹھی کر کے یونانیوں کو شکست دی اور انہیں پنجاب سے باہر نکال کر پنجاب کے بہت سے حصے پر قابض ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے مگدھ کی ریاست پر بھی حملہ کردیا اور راجہ دھن نند کو تخت سے اتار کر خود بادشاہ بن گیا اور موریہ خاندان کی بنیاد ڈالی اور پھر شمالی ہند کی بہت سی ریاستوں کو فتح کر کے ایک مضبوط اور وسیع سلطنت کی بنیاد ڈالی۔

سکندر کا ایک جرنیل سلیوکس پہلے سکندر کی طرف سے ہندوستان کے سرحدی علاقے کا گورنر تھا۔ اور اس کی موت کے بعد اس کی سلطنت کے ایشیائی حصے پر قابض ہو کر خودمختار بن بیٹھا تھا اس نے سندھ عبور کر کے چندرگپت کے علاقے پر حملہ کردیا لیکن الٹی منہ کی کھائی اور صلح

کرلی نیز اپنی لڑکی چندر گپت سے بیاہ دی اور کابل، قندھار اور ہرات کے علاقے بطور جہیز اسے دیئے۔

وسعت سلطنت

پے در پے فتوحات کی وجہ سے چندر گپت کی سلطنت میں موجودہ ناموں کے یہ علاقے شامل تھے۔

افغانستان، پنجاب، یو۔ پی، بہار (مگدھ) بنگال اور گجرات (کاٹھیاواڑ) یہی وجہ ہے کہ اسے ہندوستان کا سب سے پہلا شہنشاہ افغانستان، پنجاب، صوبجات وسطی ہند، گجرات، بنگال اور بہار وغیرہ سمجھا جاتا ہے۔

مہاراجہ اشوک

273 (ق۔م) سے 232 تک

اشوک بندوسار کا بیٹا اور چندر گپت موریہ کا پوتا تھا۔ وہ موریہ خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ تھا اس نے کوئی چالیس سال حکومت کی۔ جب وہ شہزادہ تھا باپ نے اسے ٹیکسلا اور اجین کے صوبوں کا گورنر مقرر کیا ہوا تھا۔ اگر چہ وہ اپنے باپ کا سب سے بڑا لڑکا نہیں تھا لیکن پھر بھی باپ نے اسے ترجیح دی۔ رسم تاجپوشی تخت نشینی کے چار سال بعد ادا ہوئی۔ اشوک کی کوششوں سے یہ مذہب عالمگیر بنا۔

کلنگ کی فتح 261 (ق۔م)

اشوک کی تخت نشینی کے وقت تمام ہندوستان موریہ سلطنت میں شامل تھا۔ لیکن کلنگ (موجودہ اڑیسہ) کا علاقہ کسی دوسرے راجہ کے قبضے میں تھا۔ اشوک نے اسے فتح کرنے کے لیے 261 (ق۔م) میں چڑھائی کی اور ایک زبردست اور خونریز جنگ کے بعد وہ اس علاقہ کو فتح کرنے میں کامیاب ہو سکا۔ اس خونریز واقعے کا اس کے دل پر اثر ہوا اس نے آئندہ جنگ سے توبہ کرلی اور بدھ دھرم کا پیرو کار بن کر اسے ترقی دینے میں لگ گیا۔

سلطنت کی وسعت

اشوک کی وسیع سلطنت میں کوہ ہندوکش سے لے کر بنگال تک کا سارا علاقہ شامل تھا اور جنوب میں یہ میسور تک پھیلی ہوئی تھی۔ غرضیکہ تھوڑے سے جنوبی حصے کو چھوڑ کر باقی سارا ہندوستان اور افغانستان اس کے زیر نگین تھا۔

اشوک نے بدھ مت کو ترقی دینے کی خاطر دیگر ممالک میں بہت سے مذہبی مبلغ بھیجے۔

جولنکا، برما، چین، جاپان، نیپال، مصر شام اور یونان وغیرہ میں گئے۔ علاوہ ازیں اشوک نے اپنے لڑکے مہندر اور اپنی لڑکی سنگھ مترا کو لنکا بھیجا اور وہاں کے راجے اور تقریباً تمام رعایا نے بدھ مت اختیار کر لیا۔

اشوک کو عمارتیں بنوانے کا بہت شوق تھا اس نے بہت سے چھوٹے شہر ستوپ وہاں کتبے اور ستون بنوائے۔ پاٹلی پتر میں ایک عالی شان محل تیار کرایا۔ وادی کشمیر میں راجدھانی سری نگر کی بنیاد رکھی اور نیپال میں بھی ایک شہر بنوایا۔

اشوک بادشاہ کے کتبے پر یونانی اور آرامی تحریریں

اشوک کے دور کا کتبہ (انڈیا)

اشوک کا کھمبہ (انڈیا)
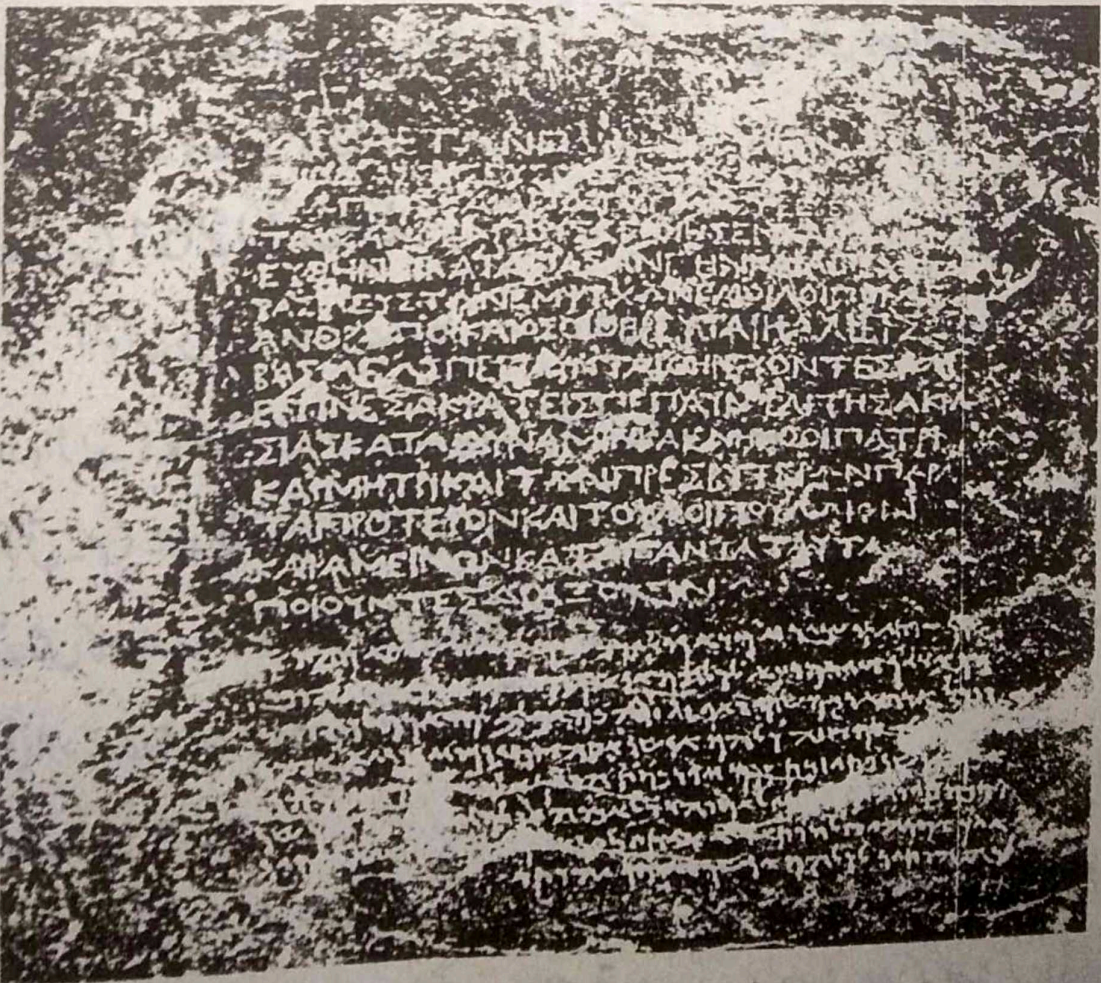
کشان اور کنشک

کشان

کشان مغربی چین کی ایک خانہ بدوش قوم (یوچی نامی) کی ایک شاخ تھے۔ انہوں نے ہند کی شمال مغربی سرحد پر یونانیوں کی حکومت کے نام ونشان کو مٹا کر کابل اور قندھار میں اپنا تسلط کیا پھر لوگ گنگا کی وادی پر قابض ہو گئے۔

کنشک

یہ کشان خاندان کا تیسرا فرماں روا ہے اس نے چالیس برس حکومت کی۔ کنشک کی عمر کا بیشتر حصہ وسط ایشیا کے قبائل کے ساتھ لڑائیوں میں گزرا۔ اس نے کشمیر کو فتح کیا، پھر چین کو شکست دے کر یارقند، ختن اور کاشغر پر قبضہ کیا۔ ملک گیری کی ہوس اس کی دشمن جاں ہو گئی اور ان فوجی افسروں نے سازش کر کے علاقہ ختن میں اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔

وسعت سلطنت

اس کی حکومت چینی ترکستان سے لے کر متھرا تک اور کوہ ہمالیہ سے کوہ بندھیا چل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا دارالسلطنت پرش پورہ (پشاور) تھا۔

کنشک بھی اشوک کی طرح بدھ مت کا زبردست حامی تھا اور اس نے اس کی اشاعت میں سرگرم حصہ لیا۔

اس نے سری نگر (کشمیر) کے قریب کیندل رونا کے مقام پر بدھ مت کی چوتھی مجلس منعقد کی۔ جس میں بدھ مت کے اصولوں کے متعلق کئی فیصلے ہوئے۔

(۲) چین، جاپان، تبت اور منگولیا میں بدھ مت کی اشاعت اسی کی کوششوں کا نتیجہ

ہے۔انہیں وجوہات کی بنا پر لوگ اسے ''اشوک ثانی'' مانتے ہیں۔

کنشک نے پشاور میں اس نے 4000 فٹ اونچا لکڑی کا ایک مینار بنوایا۔اس کے ساتھ اس نے ایک سٹوپا بنوایا۔جس میں بدھ کی ہڈیاں ایک صندوقچے میں بند کر کے رکھی گئیں۔یہ صندوقچہ 1919ء میں نکلا اس پر کنشک کی تصویر بنی ہوئی ہے۔متھرا اور ٹیکسلا میں بھی اس نے عمارتیں اور مٹھ بنوائے۔کشمیر میں اپنے نام پر کنشک پورہ بسایا۔آج کل یہ کانشی پورہ کے نام سے مشہور ہے۔

تجارت

یونانیوں اور پارتھین اقوام کے ہند میں آنے سے تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔چنانچہ ختن، کاشغر، یارقند، پنجاب، کشمیر اور افغانستان میں تجارت ہونے لگی۔

گپت خاندان

320ء میں ہند میں ایک نئے خاندان کا عہد حکومت شروع ہوا ہے۔ یعنی گپت خاندان جس نے دوسو سال حکومت کی۔ اس کے عہد میں ہندوستانیوں نے نہ صرف سیاسیات میں درجہ کمال حاصل کیا بلکہ علم و فضل اور فنون لطیفہ میں بھی کافی ترقی کی۔ اس خاندان کا بانی چندر گپت اول تھا اس کے سب سے مشہور بادشاہ سمدر گپت اور چندر گپت وکرمادتیہ (بکرماجیت) تھے۔

چندر گپت اول: 320ء سے 330 تک

یہ گپت خاندان کا بانی تھا۔ وہ مگدھ دیش میں ایک چھوٹی سی ریاست کا مالک تھا۔ اس کی شادی لچھاوی قوم کی ایک شہزادی کمار دیوی سے ہونے سے اس کی طاقت بڑھ گئی اور اس نے بہت جلد پاٹلی پتر پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر ترہت (بہار) موجودہ آگرہ اودھ اور ان کے اردگرد کے علاقے فتح کر کے ایک زبردست اور مضبوط سلطنت قائم کر لی۔ 320ء میں اس نے اپنے نام سے ایک نیا سال چلایا۔ 330ء میں فوت ہو گیا۔

سمدر گپت: 330ء تا 375ء

چندر گپت اول کے مرنے پر اس کا بیٹا سمدر گپت تخت پر بیٹھا۔ ہندو راجاؤں میں سب سے قابل اور نامور ہوا ہے۔ اس نے پے در پے فتوحات حاصل کر کے تمام ہند پر اپنی طاقت کا سکہ بٹھا دیا۔

سب سے پہلے اس نے شمالی ہند کی طرف توجہ دی اور گنگا کی وادی میں ممالک متحدہ آگرہ و اودھ، اڑیسہ، چھوٹا ناگ پور اور بنگال کو فتح کیا پنجاب اور سندھ پر قابض ہوا۔ پھر وسط ہند کی جنگلی اور وحشی اقوام کو مغلوب کر کے دکن پر چڑھائی کی خاندیش اور گجرات کو فتح کر کے دوسال

کے بعد پاٹلی پتر واپس آیا۔

سام اور نیپال خود بخود اس کی سلطنت میں شامل ہو گئے۔

سمدر گپت نے پاٹلی پتر کی بجائے اجودھیا کو دارالسلطنت بنایا اور مہاراجہ ادھیراج کا لقب اختیار کیا۔

سلطنت کی وسعت

سمدر گپت کی سلطنت شمالاً جنوباً کوہ ہمالیہ سے لے کر دریا نربدا تک پھیلی ہوئی تھی۔ مشرق میں اس کی سلطنت کی حد دریائے ہگلی تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور مغرب میں دریائے جمنا اور نربدا تک کا علاقہ اس کے قبضے میں تھا۔ علاوہ ازیں کئی علاقوں کے راجے اور مہاراجے اسے اپنا سردار اعلیٰ تسلیم کرتے تھے۔

چندر گپت وکرمادتیہ
375ء سے 413ء

چندر گپت وکرمادتیہ یا بکرماجیت' سمدر گپت کا بیٹا تھا، جری اور بہادر تھا اسنے تخت نشین ہوتے ہی ''وکرمادتیہ'' کا لقب اختیار کیا۔ (بہادری کا سورج) یہی لقب بگڑ کر بکرماجیت بن گیا۔

فتوحات

اس نے مالوہ' گجرات اور کاٹھیاواڑ کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا اور وہاں کے شک حکمرانوں کو شکست دی۔ گجرات کی فتح سے چندر گپت کی سلطنت بحیرہ عرب تک پھیل گئی اور کئی بندرگاہوں کے ہاتھ آ جانے سے تجارت بڑھ گئی۔ مغربی ممالک کے ساتھ تجارتی تعلق مضبوط ہو گیا اور ملک میں دولت بڑھنے لگی۔ سلطنت کے بڑھ جانے کی وجہ سے پاٹلی پتر کی بجائے اجودھیا دارالسلطنت مقرر کیا گیا۔

علم وادب کا شوق

چندر گپت وکرمادتیہ بڑا علم دوست بھی تھا۔ اس کے زمانے میں سنسکرت نے بہت ترقی کی۔

فاہیان

ایک چینی سیاح تھا' جو چندر گپت وکرمادتیہ کے عہد میں ہند آیا۔ اس کا مقصد بدھ مت کے مقدس مقامات کی زیارت کرنا اور مذہبی کتابوں کو حاصل کرنا تھا۔

ہن قوم کا حملہ

ہن وسط ایشیا کی ایک وحشی، خونخوار اور خانہ بدوش قوم تھی۔ یہ پانچویں صدی عیسوی میں ہند پر حملہ آور ہوئی۔ اس وقت سکندر گپت حکمران تھا۔ اس نے انہیں شکست دی لیکن شکست کے چند سال بعد وہ زیادہ ثابت قدمی سے ہند پر حملہ کرنے لگے اور ان کے سردار تورمان نے پنجاب، راجپوتانہ، سندھ اور مالوہ پر قبضہ کرلیا اور مہاراجہ ادھیراج کا لقب اختیار کیا۔

تورمان کے بعد اس کا لڑکا مہر گل بادشاہ بنا اور اس نے سیالکوٹ کو اپنی راجدھانی بنایا۔ وہ بے حد ظالم اور بے رحم تھا۔ آخر اس کے خلاف ایک بغاوت ہوئی۔ مالوہ اور مگدھ کے بادشاہوں نے مل کر 528ء میں اسے ملتان کے نزدیک شکست فاش دی۔ مہر گل (یا مہر کل) بھاگ گیا اور آخر کار 540ء میں مرگیا۔ اس کی موت کے بعد ہند میں ہنوں کی طاقت کا خاتمہ ہوگیا۔

ہن قوم کے حملوں سے گپت خاندان کا خاتمہ اور کئی چھوٹی ریاستیں قائم ہوگئیں۔

مہاراجہ ہرش
606ء سے 647ء

جب گپت سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تو ملک میں طوائف الملو کی پھیل گئی اور یہاں کئی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں قائم ہو گئیں ان میں سے ایک مشرقی پنجاب میں تھانیسر کی ریاست تھی۔ ساتویں صدی کے شروع میں تھانیسر کے راجہ پر بھاکر وردھن کے مرنے پر اس کا لڑکا ہرش وردھن تخت پر بیٹھا اور اس نے تمام شمالی ہند کو فتح کر کے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر لی۔

مہاراجہ ہرش وردھن: 606ء سے 647ء

تھانیسر کے مہاراجہ پر بھاکر وردھن کا چھوٹا لڑکا تھا۔ پر بھاکر وردھن اچانک چل بسا اور اس کا بیٹا راجیہ وردھن مہاراجہ بنا۔ راجیہ وردھن نے مالوہ کے راجہ پر چڑھائی کی کیونکہ مالوہ کے راجہ نے اس کے بہنوئی والیے قنوج کو قتل کر ڈالا تھا اور اس کی بہن راجیشری کو قید کر دیا تھا۔ اس نے مالوہ کے راجہ کو شکست دی لیکن مالوہ کے راجہ کے دوست بنگال کے راجہ (سانک) نے راجیہ وردھن کو قتل کر دیا اس کا چھوٹا بھائی ہرش وردھن 606 میں بادشاہ بنا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر تقریباً سولہ سترہ سال تھی۔

ہرش وردھن بڑا بہادر اور عالم شخص تھا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اس نے اپنے بھائی کا بدلہ لیا بنگال پر چڑھائی کی وہاں کے راجہ کو شکست دے کر معافی مانگنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد ہرش نے متواتر چھ سال لڑائیوں میں صرف کیے اور رسوائے پنجاب، کشمیر، سندھ اور راجپوتانہ کے باقی تمام شمالی شہروں کو بنگال سے لے کر گجرات کاٹھیاواڑ تک اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

مزید فتوحات حاصل کرنے کی خاطر 620ء میں ہرش نے دکن پر چڑھائی کی لیکن

چالوکیہ خاندان کے بہادر راجہ نے اسے شکست فاش دی ہرش کی سلطنت کی جنوبی حد دریائے نربدا سے آگے نہ بڑھ سکی۔

ہرش شروع شروع میں ہندو دھرم کا پیرو تھا لیکن بعد میں وہ بدھ مت کا پیرو بن گیا۔ ہرش خود بھی بڑا عالم فاضل تھا۔ اس کے دربار میں کئی علماء ہر وقت موجود رہتے تھے جن میں سے سب سے مشہور بان بھٹ تھا۔ جس نے ہرش چرتر نامی ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

✵

ہندوستان : راج پوتی قبیلے
ٹیکسلا
پورس پور
ہن
ہستنا پور
گپتا
سندھ
متھرا
قنوج
پاٹلی پتر
بنگال
شاکاس
واکاٹاکاس
اجنتا
پلوا
پانڈیہ
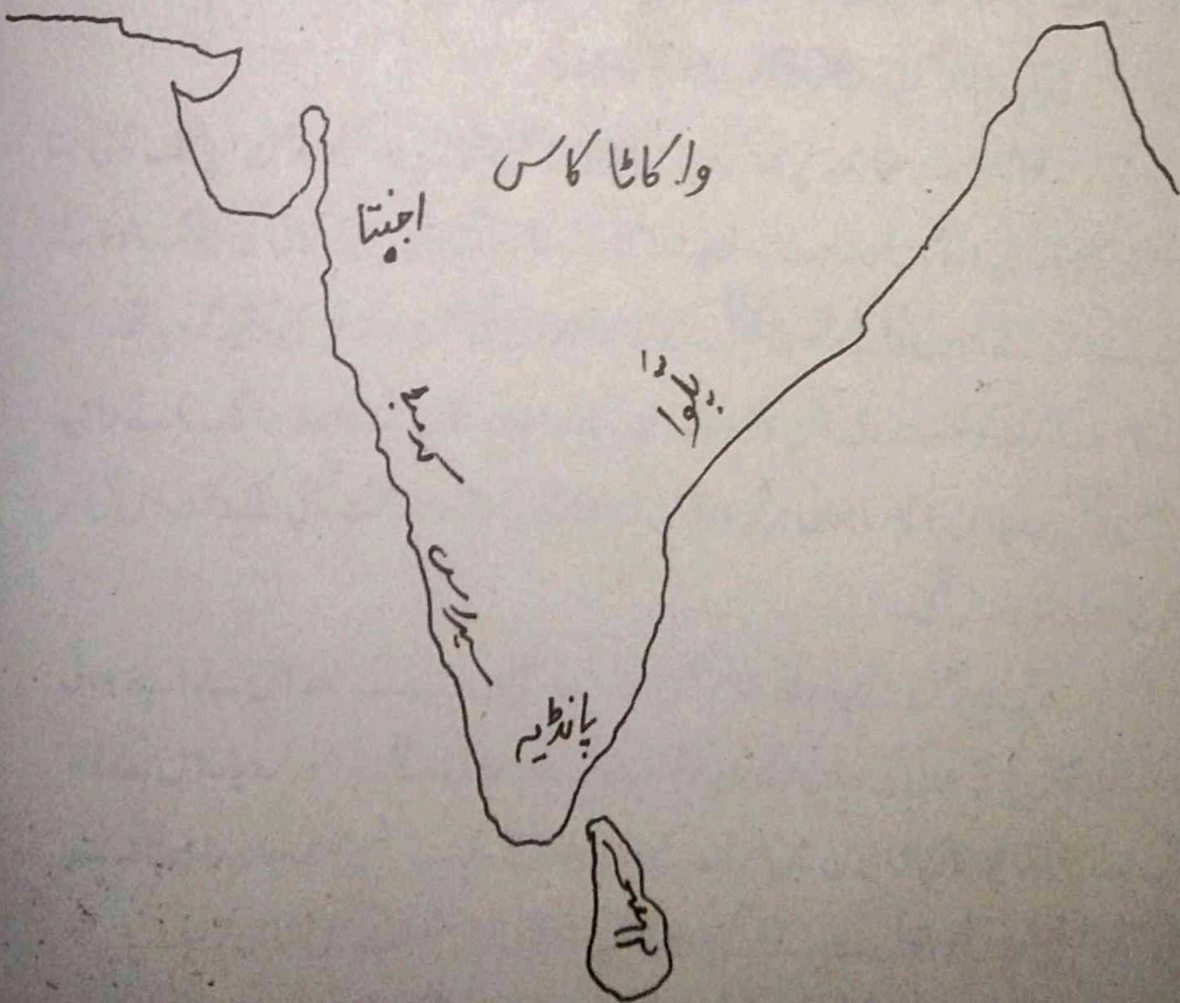
راج پوتی دور
650ء سے 1200ء

ہرش کے مرتے ہی ملک میں بدنظمی پھیل گئی۔ راجپوتوں نے شمالی ہندوستان کے مختلف حصوں میں بہت سی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں قائم کر لیں۔ یہ حالت پانچ سو سال تک قائم رہی۔ اس زمانے کو راجپوتوں کا زمانہ کہتے ہیں۔

راجپوتوں کی اصلیت کے متعلق مورخوں کی مختلف رائیں ہیں۔

راجپوتوں کے اپنے دعویٰ کے مطابق وہ ویدگ زمانے کے سورج ونشی اور چندرونشی خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

یورپین مورخ کے خیال کے مطابق کئی راجپوت خاندان' ہن' وغیرہ بیرونی حملہ آور قوموں کی اولاد ہیں' ان حملہ آوروں میں اونچی ذات کے خاندان راجپوت بن گئے اور ادنیٰ ذات والے گوجر' اہیر اور جاٹ کہلانے لگے۔

یورپین مورخوں کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ راجپوت خاندان خاص کر وسط ہند کے باشندے' ہندوستان کے اصلی باشندوں میں ہیں۔ مثلاً بندھیل کھنڈ کے جنڈیل راجپوت گونڈ نسل سے ہیں۔

کچھ راجپوت اپنے آپ کو اگنی کل کہتے ہیں۔ راجپوتوں کے مختلف قبیلے تھے۔ ہر ایک قبیلے کا ایک علیحدہ راجہ تھا اور راجہ کا عہدہ موروثی تھا۔

راجپوت بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ بحیثیت جنگجو کے وہ بہادر' غیرت مند اور وعدہ کے سچے تھے۔ بہت سے راجپوت جنگ میں دشمن کو پیٹھ دکھانا بے عزتی سمجھتے تھے اور دشمن کے ساتھ دھوکہ یا فریب سے کام لینا جوانمردی کے خلاف خیال کرتے تھے۔

راجپوت عورتیں بھی بہادری میں مردوں سے کم نہ تھیں۔ مصیبت کے وقت وہ حوصلہ اور بہادری سے لڑتی تھیں۔ اپنی آبرو اور عصمت کو بچانے کی خاطر وہ خوشی خوشی چتا میں بیٹھ کر جل

مرتی تھیں یہ رسم "جوہر" کہلاتی تھی۔

شمالی ہند کے راجپوتوں کی حکومتیں

مسلمانوں کے حملے کے وقت ہندوستان میں راجپوتوں کی بہت سی حکومتیں قائم تھیں۔

دہلی کا تنوار یا تومار خاندان:

دہلی میں تنوار یا تومار خاندان کی حکومت تھی۔ اس کا پہلا راجہ اننگ پال تھا۔ آخری راجہ اننگ پال ثانی کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ اس نے دہلی کی ریاست اپنے نواسے پرتھوی راج چوہان (والیے اجمیر) کے حوالے کر دی۔ محمد غوری نے 1192ء میں پرتھوری راج کو ترائن (تراڑی) کے میدان میں شکست دے کر دہلی پر قبضہ کر لیا۔

اجمیر کے چوہان: اجمیر میں چوہان خاندان تھا۔ اس خاندان کا آخری اور مشہور بادشاہ پرتھوی راج چوہان تھا، جسے دہلی کی ریاست اپنے نانا اننگ پال ثانی سے ملی تھی۔ اس نے 1191ء میں محمد غوری کو ترائن کے میدان میں شکست دی۔ لیکن اگلے ہی سال محمد غوری نے پھر حملہ کر کے اسے شکست دی اور قتل کر دیا۔ اسکے بعد دہلی اور اجمیر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی۔

قنوج اور راٹھور: قنوج میں راٹھور خاندان قابض تھا۔ اس خاندان کا آخری راجہ جے چندر راٹھور تھا۔ پرتھوی راج اور جے چند کی آپس میں ٹھن گئی تھی۔ اس راجہ نے محمد غوری کو دہلی پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تھی۔ 1194ء میں محمد غوری نے جے چند پر حملہ کر کے قنوج پر بھی قبضہ کر لیا اور جے چند مارا گیا۔

بنگال اور بہار کے پال: بہار پر پال خاندان اور بنگال پر سین خاندان تھا۔ پال خاندان کے راجے بدھ مت کے پیرو تھے۔

بارہویں صدی کے خاتمے پر محمد بن بختیار خلجی بہار اور بنگال اسلامی سلطنت میں شامل کر لئے۔

مالوہ کے پرمار: مالوہ کا ملک پرمار خاندان کے ماتحت تھا۔ یہاں کا سب سے مشہور راجہ بھوج ہوا ہے۔ جس نے 1018ء سے 1060ء تک حکومت کی۔ بھوج بڑا بہادر، علم دوست اور

سنسکرت کا مشہور عالم تھا۔ بھوپال کے نزدیک اس نے ایک بڑی جھیل تعمیر کی جو بھوج پور جھیل کے نام سے مشہور ہے۔

بندھیل کھنڈ کے چنڈ یلے: چنڈ یلے راجپوتوں کی اس ریاست کا محل وقوع دریائے جمنا اور نربدا کا درمیانی علاقہ تھا۔ کالنجر اس کا مشہور قلعہ تھا۔ 1303ء میں قطب الدین ایبک نے اس ریاست کو فتح کر کے اسلامی حکومت میں ملالیا۔

میواڑ کے سسودی: یہاں سسودیا خاندان تھا۔ اس کا مورثِ اعلیٰ بار پا راول تھا۔ چتوڑ اس کی راجدھانی تھا۔ رانا سانگا اور رانا پرتاپ اسی خاندان میں ہوئے ہیں۔

گجرات کاٹھیاواڑ کے راجپوتوں کے تین خاندان یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے جن کے نام بھٹارک، جوڑ اور رمگھیلے تھا۔ آخری راجے کو علاؤالدین خلجی نے شکست دی۔

لاہور کا پال خاندان: لاہور کے پال خاندان کے آخری راجوں میں سے جے پال اور انند پال مشہور ہیں۔ ان کے معرکے سبکتگین اور محمود غزنوی کے ساتھ ہوتے رہے۔

کشمیر کی راجپوت ریاست: پہلے پہل کشمیر میں راجپوتوں کا مشہور خاندان کارکوٹ حکمران تھا۔ جس کا مشہور راجہ للتادتیہ گزرا ہے۔ اس نے تبت کو فتح کیا تھا۔ اس کے بعد اور کئی خاندانوں نے حکومت کی۔ آخر میں کشمیر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ ان ریاستوں کے علاوہ دکن میں کئی راجپوت ریاستیں آندھر یالوکیہ، چیرا اور چولا تھیں۔

سرحدی علاقوں کی ریاستیں مثلاً کشمیر، نیپال اور آسام کچھ عرصے تک غیر ممالک کے حکمرانوں کے ماتحت رہیں اور باقی ہندوستان میسور کے علاقے تک راجپوت قوم مختلف راجپوت راجاؤں اور مہاراجاؤں کے زیرنگیں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ جن کی ریاستیں بہت چھوٹی تھیں۔ پر یہار خانان کے حکمرانوں نے نویں صدی عیسوی میں اپنی سلطنت بہت وسیع کر لی تھیں۔ جنوبی ہند میں تامل نسل کے حکمرانوں کی چار سلطنتیں تھیں۔ (۱) پالا (۲) چولا (۳) پانڈیا اور (۴) چیرا۔ ان میں چولا کی ریاست نے بہت عروج حاصل کیا۔

یونان قدیم

بحیرۂ روم میں بہت سے سنگستانی جزیرے ہیں۔ یہ جزیرے جن کو توراۃ وانجیل میں جن ٹائل کا لقب دیا گیا ہے تاریخی دنیا کے بعض خاص واقعات کے منشاء و مصدر رہ چکے ہیں۔

وہ جزیرہ نما جو مجمع الجزائر اور بحر ایڈریاٹک کے فیمابین واقع ہے۔ عموماً یونان کے نام سے مشہور تھا اور اس میں لوگ ایک ہی زبان بولتے تھے ایک مذہب کے پابند تھے۔ ایک چھوٹی ریاست بنی ہوئی تھی۔ تمدن وتہذیب انہوں نے مصر والوں اور فنیقی لوگوں سے حاصل کیا۔

یونانیوں کے کئی بڑے دیوتا تھا مگر انہیں کے ساتھ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی تھی۔

ان دیوتاؤں کے علاوہ یونانیوں میں بہت سے ''ہی رو'' تھے۔ یعنی وہ انسان جو اپنے اچھے کاموں کے صلہ میں زمین سے اٹھا کے آسمان پر چڑھا دیئے گئے یا انسانیت سے ترقی کر کے دیوتاؤں میں شامل ہو گئے۔

شہر ٹرائے کا محاصرہ

مولانا شرر کے مطابق تمام یونانی مورخین اپنی تاریخوں کو اس عہد سے شروع کرتے ہیں جو ان میں ہیروؤں کا عہد کہلاتا ہے۔

ان واقعات میں سب سے زیادہ مشہور واقعہ شہر ٹرائے کے محاصرہ کا ہے۔ جسے یونانی شاعر ہومر کی مثنوی ای لیڈ نے ساری دنیا میں مشہور کر دیا ہے۔ اس کا اصل واقعہ یہ ہے کہ یونان کے شہر اسپارٹا کی حسین و مہ جبیں ملکہ ہیلن اپنے شوہر لاؤس کو چھوڑ کے پے رس کے ساتھ بھاگ گئی جو بادشاہ ٹرائے پری یم کے پچاس بیٹوں میں سے ایک تھا۔ شہر ٹرائے کا نام ای لیوم بھی تھا جو کہ ایشیائے کوچک میں واقع تھا۔ ہیلن جب پیرس کے ساتھ بھاگ کے ٹرائے میں پہنچی تو تمام شاہان یونان برہم ہو کے منے لاؤس کے بھائی آ گامم نون کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوئے جو می کے نہ کا بادشاہ تھا۔ یہ مجموعہ لشکر جہازوں پر سوار ہو کے روانہ ہوا اور ٹرائے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ دس سال سے کم زمانہ تک نہیں قائم رہا۔ جس میں پری یم کے بیٹے ہک تو نے بڑی شجاعت سے یونانیوں کے حملوں کو روکا اور اس کے مقابل یونانیوں کا سب سے بڑا سورما پہلوان اور مرد میدان اچل لیس تھا جو ایک سمندر کی پری کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا وہ بہادر تھا اور سب سے زیادہ کمالات اس کی ذات میں جمع تھے لیکن تقدیر نے یہ فیصلہ کر دیا تھا جس کی اسے خبر بھی مل چکی تھی کہ محاصرہ اور لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے ہی اس کی زندگی ختم ہو جائیگی۔

محاصرے کے دسویں سال ٹرائے کا پہلوان ہک تو ریونانی سورما اچل لیس کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کے بعد ہی پے رس کی کمان کے ایک تیر سے جو کمال دغابازی کے ساتھ پھینکا گیا تھا اچل لیس کا کام بھی تمام ہو گیا۔ آخر کار الس سیس کے عقلمند بادشاہ اثاکا نے شہر ٹرائے میں

داخل ہونے کی ایک تدبیر نکالی۔ وہ یہ کہ لکڑی کا ایک بڑا بھاری گھوڑا بنایا گیا جو اندر سے خالی تھا اس کے اندر بہت سے مسلح یونانی بھر دیئے گئے۔ اس کے بعد تمام یونانی لوگ بظاہر تو لشکر گاہ کو جو ٹرائے کے سامنے تھی ویران اور اجاڑ چھوڑ کے جہازوں پر سوار ہوئے اور لنگر اٹھا دیا مگر دراصل ادھر ادھر قلعہ ٹرائے کے آس پاس چھپے رہے مگر اس وقت ایک یونانی جاسوس بھی چھوڑ دیا گیا جس نے اپنے آپ کو ٹرائے والوں کے ہاتھ میں گرفتار کرا دیا اور ان لوگوں سے جا کے بیان کیا کہ ایک بڑے باکمال یونانی کاہن نے خبر دی ہے کہ یونانیوں نے اگر اس گھوڑے کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی تو تباہ ہو جائیں گے مگر اس کے ساتھ وہ کہتا تھا کہ اس کے برعکس ٹرائے والوں کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس گھوڑے کو اپنے شہر کے اندر اٹھا لے جائیں۔

ٹرائے والے اس کے فقرے میں آ کے اس گھوڑے یا اس عجیب الخلقت جانور کو اپنے شہر کے اندر اٹھا لے گئے۔ یونانی جو اس گھوڑے کے پیٹ میں بھرے ہوئے تھے اسی رات کو ہر طرف خاموشی اور سناٹا پا کر نکل پڑے اور پھاٹک کھول کے یونانیوں کے باقی ماندہ لشکر کو بھی اندر داخل کر لیا جو قلعہ کے آس پاس چھپا اور ادھر ادھر لگا ہوا تھا۔ یوں موقع پا کر ہی یونانیوں نے شہر میں آگ لگا دی اور قتل وخون کا بازار گرم کر دیا۔ پری ایم اور اس کے باقی ماندہ بیٹے مارے گئے۔

ٹرائے کے اور بھی بہت سے لوگ قتل ہوئے اور سوا ان چند لوگوں کے جو ٹرائے کے ایک شہزادے اے نیا اس کے ساتھ (جس کا ذکر بعد میں آئے گا) بھاگ گئے تھے یونانیوں نے کل اہل ٹرائے کو غلام بنا لیا۔ یہ نمایاں اور یادگار زمانہ فتح حاصل کر کے اہل یونان اپنے ملک کی طرف واپس روانہ ہوئے لیکن واپسی میں تمام یونانیوں کو سخت مصیبتیں پیش آئیں اور کہا جاتا تھا کہ یہ صرف اس بات کا نتیجہ تھا کہ ان لوگوں کے ہاتھوں سے ٹرائے کے مندروں اور ان کے دیوتاؤں کی نہایت بے ادبی و بے حرمتی ہوئی تھی۔

آگا مم نون کو اس کی بیوی کلی تم نس ترا نے مار ڈالا اور اس شوہر کشی کی پاداش میں وہ خود اپنے بیٹے اورٹس کے ہاتھ سے قتل ہوئی اور اس خاندان کی تباہیاں جو اپنے مورثوں ات ری اوس اور تھی اس تس کی شرارتوں اور بدکاریوں کا نتیجہ سمجھی جاتی تھی۔

مولانا شرر کے مطابق ان کے ہیروؤں کے عہد کی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں ان سب گروہوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں جن کی حکومت کسی ایک شخصی فرماں روا کے ہاتھ میں تھی لیکن جب وہ زمانہ شروع ہوا جس عہد کے واقعات کو صحیح معنوں میں تاریخ کہا جاسکتا ہے تو ہر چیز کی حالت بدل کے کچھ اور ہی ہوگئی۔

ان کی جمہوریت میں عام باشندگان شہر اور رعایا و ملکی معاملات میں کسی قسم کا دخل نہ تھا کیونکہ ان کی وہ پرانی جمہوریت ایک قسم کی حکومت امر تھی جس میں صرف وہ لوگ دخل رکھتے جو آزاد تھے اور امراء میں شمار کیے جاتے۔ باقی ماندہ لوگوں میں زیادہ حصہ غلاموں کا تھا جو کسی قانون کے تابع نہ تھے بلکہ اپنے مالکوں کے زیر فرمان اور ان کے ہر قسم کے احکام بجالانے پر مجبور تھے۔

مگر ان سب ریاستوں پر ایک اور کونسل حکومت کرتی تھی جو ایم فک ٹی یون کی کونسل کہلاتی۔ اس کے ارکان انہیں قوموں میں سے منتخب ہوتے اور سال میں دو بار اس کونسل کے اجلاس ہوتے۔ ایک بار دے مے تیر کے مندر میں جو تھرموپولی کے قریب تھا اور ایک بار اپولو کے مندر میں جو ڈل فائی میں تھا۔

ٹرائے کے آثار قدیمہ
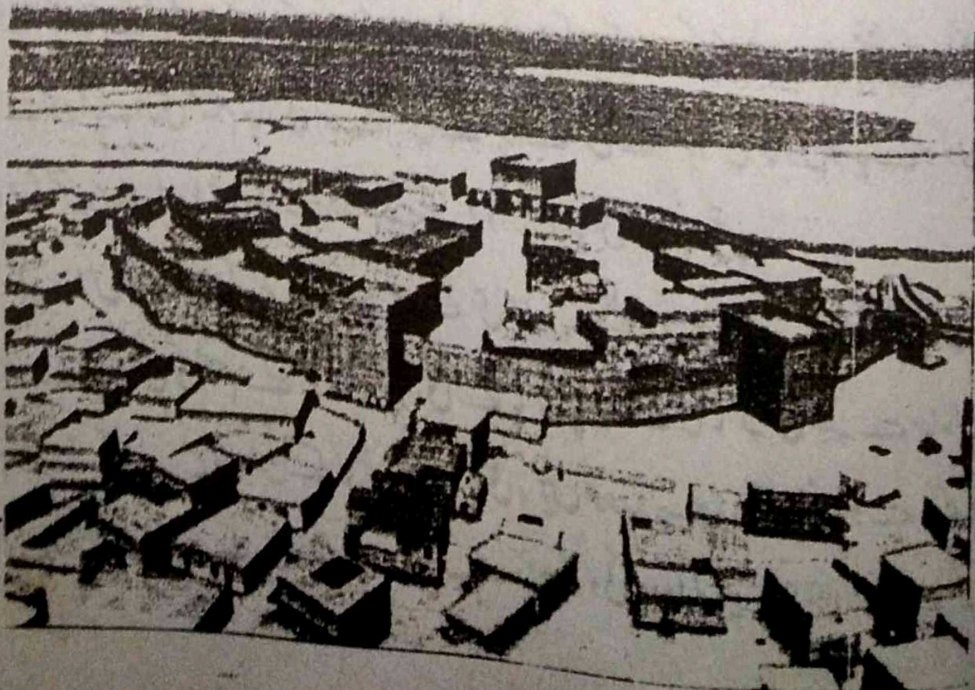
اسپارٹا

مولانا شرر تحریر کرتے ہیں کہ یونان کے دو بڑے شہروں میں سے ایک تو ایوی ان لوگوں یعنی خاص یونانیوں کا شہر اثینہ (اتھینز) تھا اور دوسرا علاقہ ڈوریا کا شہر اسپارٹا۔ جو لاتے دے موں بھی کہلاتا تھا۔

اہل اسپارٹا کو دعویٰ تھا کہ ہم لوگ اپنے قومی تہمتن ہرقیولیس (ہرقل) کی نسل سے ہیں۔ ہرقیولیس کے دو توام بیٹے بتائے جاتے تھے اور انہیں کے لحاظ سے ہمیشہ ان کے دو بادشاہ رہا کرتے۔ جن میں سے ایک ایک کی نسل سے ہوتا اور دوسرا دوسرے کی نسل سے۔

اسپارٹا والے ابتدأ نہایت کاہل زنانہ مزاج اور عیش پرست ہو گئے تھے یہاں تک کہ لیے قورغوس نام ایک شہزادہ جو ہرقیولیس کی نسل سے تھا اپنے نابالغ بھتیجے چاری لاؤس کی جانب سے سلطنت کے سیاہ وسفید کا ذمہ دار قرار پایا۔ چاری لاؤس کو اس کی شریر النفس ماں مارڈالنا چاہتی تھی مگر لی قورغوس نے اسے بچالیا اور اس کی پوری حفاظت اور نگہبانی کی۔ اب لی قورغوس نے ارادہ کیا کہ اسپارٹا کے لوگوں میں ایک بڑی بھاری اصلاح کر کے ان کی کاہلی وزنانہ منشی کو بالکل دور کر دے اور ایک ایسی تعلیم جاری کرے جس کے اثر سے اس کے ہم وطن ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ جفاکش بہادر اور اپنی جگہ سے قدم نہ ہٹانے والے سپاہی بن جائیں۔

اس اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے ہی اس نے قلمرو کی ساری زمین لوگوں میں بانٹ دی۔ سونے چاندی کی قسم سے جو کوئی چیز کسی کے پاس پائی لے لی تا کہ کسی جگہ سے سامان عیش فراہم کرنے کے ذرائع ہی ان کے ہاتھ میں نہ باقی رہیں اور روپیہ پیسہ کے عوض لوہے کے بھاری اور کم قیمت ٹکڑے ان کے ہاتھ میں دے دیئے۔ جن کو کوئی سوداگر پوچھتا ہی نہ تھا اور ان کے

معاوضہ میں کوئی چیز نہ دیتا تھا۔

مردوں کو اپنے گھروں میں رہنے کی مطلقاً اجازت نہ تھی بلکہ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک ان کی ساری زندگی سپہ گری کے کھیلوں، زور آزمائیوں اور ورزشوں میں بسر ہوتی۔ صبح سے شام تک دن بھر بغیر ستانے یا دم لینے کے وہ انہیں مشغلوں میں مصروف رہتے۔

ان میں کوئی چیز اتنی اہمیت نہ رکھتی تھی جتنا کہ اسلحہ کا استعمال کرنا اور ضبط وتحمل کی قوت بڑھاتا تھا۔ اس بارۂ خاص میں اہل اسپارٹا کو جو تعلیم دی جاتی تھی وہ اس قدر سخت تھی کہ ان لوگوں کے لیے لڑائی کا زمانہ بمقابل اس زمانہ کے جب کہ وہ اپنے شہر اور اپنے گھروں میں ہوتے زیادہ آرام وآسائش کا زمانہ نظر آتا۔

۞

اثینیہ

اثینیہ جسے انگریزی میں اے تھنز کہتے ہیں ساحل پر سے تھوڑے فاصلہ پر کوہ ایک روپولیس کے دامن میں واقع ہے۔

شہر کے دوسرے جانب آریو پاغوس یعنی ارس دیوی کی پہاڑی ہے جو یہاں کا دارالقضا تھی۔

اثینیہ یونانیوں کا شہر تھا اور قدیم الایام میں یہاں بھی بادشاہوں کی حکومت رہا کرتی تھی جن میں سے تھے سی یوس نام ایک بادشاہ کو زیادہ ناموری حاصل ہوئی۔ اسے ہیرو کا درجہ مل گیا اور دیوتاؤں میں جاملا۔

یہاں کی سلطنت کے کچھ بھی حالات نہیں معلوم ہیں مگر دراقو نام یہاں کے ایک حکیم نے ملک کے لیے ایک قانون مدون کیا۔ سولن نے جو یونان کے سات عقلا میں شمار کیا جاتا تھا ایک دوسرا قانون مرتب کیا۔ اس قانون کی رو سے حکمرانی کی باگ تو چیف مجسٹریٹوں کے ہاتھ میں دی گئی تھی جو آرچوں کے لقب سے یاد کیے جاتے یہ نو قاضی قرعہ اندازی کے ذریعہ سے آزاد اہل شہر میں سے منتخب کر لیے جاتے لیکن کسی کو معرض انتخاب میں آنے کا موقع اس وقت تک نہ مل سکتا جب تک شہر والوں کی غالب جماعت اس کی نسبت اچھے خیالات نہ رکھتی یا اس پر اپنی رضامندی نہ ظاہر کر دے۔ اس قسم کی سلطنت جس کو خود اہل ملک چلاتے ان لوگوں میں ڈی ماک رسی کہلاتی تھی لیکن آزاد اہل شہر میں شہر کی ساری رعایا نہیں شامل تھی۔ اثینیہ میں بہت سے غلام بھی تھے جو اسپارٹا کے غلاموں سے لوٹ کے دیکھتے اچھی حالت میں تھے کیونکہ ان پر اتنا رحم کیا گیا تھا کہ یہاں کے قانون نے ان کی جانیں بچائی تھیں۔ اہل شہر کی تعلیم وتربیت کے لیے یہاں کوئی ایسے غیر

معمولی قانون نہیں جاری تھے جیسے کہ اسپارٹا میں تھے مگر باوجود اس کے اہل اثینیہ بہادری اور معرکہ آرائی کے اعتبار سے لاتے وے مونیا یعنی اسپارٹا والوں سے کسی بات میں کم نہ تھے۔

مولانا شرر تحریر کرتے ہیں کہ جمہوری سلطنت کو اس قیام کے تھوڑے ہی زمانہ بعد ایک عظیم الشان خطرے سے واسطہ پڑا۔ پی سیس ترا توس نام ایک قابل شخص نے جو لوگوں میں نہایت ہر دلعزیز تھا اپنے آپ کو خود ہی زخمی کر لیا اور لوگوں سے بیان کیا کہ میرے دشمنوں نے میرے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا مگر میں زخمی ہو کے ان کے ہاتھ سے بچ گیا اور چونکہ وہ لوگ میری جان کے در پے ہیں لہٰذا آئندہ کے لیے مجھے اسکی اجازت دی جائے کہ اپنی حفاظت کی غرض سے سپاہیوں کا ایک گارد رکھ لوں۔ لوگوں نے فقرے میں آ کے اجازت دیدی اور وہ چند روز میں ایک بڑا زبردست شخص اور سب سے بڑا رئیس بن کے اثینیہ پر حکو.ت کرنے لگا ایک بار وہ جلاوطن بھی کیا گیا مگر جلاوطنی کی مدت گزرنے کے بعد ایک شان دار رتھ میں سوار ہو کر اثینیہ میں داخل ہوا اور اس شان سے کہ اسی رتھ پر اس کے پہلو میں ایک کشیدہ قامت حسین و نازنین عورت جلوہ افروز تھی جو اثینیہ کی دیوی اثین کے روپ میں تھی۔ اسی دیوی نے آبادی میں داخل ہوتے ہی اہل شہر کو جو اس کے سامنے تعظیم کے لیے جھک رہے تھے حکم دیا کہ اس شخص کی فرماں برداری کرو کیونکہ یہ میرا پسندیدہ خادم ہے اور اسی کی رضامندی میں میری رضامندی ہے''۔

اثینیہ والوں میں سے جو لوگ جاہل تھے اس فریب میں آ گئے اور بڑی مسرت اور دھوم دھام سے اس کا استقبال کیا مگر باوجود اس کے یہ شخص پھر جلاوطن کیا گیا لیکن اب کی جو واپس آیا تو اثینیہ کا ایک خودسر بادشاہ بن کے اس نے ایسے قدم جما دیے کہ اس پر کسی کا زور نہ چل سکتا تھا۔ یہ ظالم نہ تھا بلکہ ایک رحم دل فرماں روا تھا اور اسے یہ شہرت ناموری حاصل ہے کہ ایک خوبصورت باغ جو لی تے ام (لیسیم) کہلاتا تھا اسی کا بنوایا ہوا تھا۔ وہاں فلسفی لوگ بیٹھے تعلیم دیتے تھے اور نوجوان جمع ہو کے ہر قسم کی جسمانی و روحانی ورزشیں اور ریاضتیں کیا کرتے تھے اور یہی شخص ہے جس نے پہلے پہل ہومر کی نظموں کو جمع کر کے مرتب کرایا۔

مولانا شرر کے مطابق جب وہ مرا تو اس کے دو بیٹے ہپ لی آس اور ہپ پار چوس اس

کے جانشین ہوئے۔ جنہوں نے سختی کے ساتھ حکومت کی اور لوگوں میں ان کی اطاعت کے متعلق بددلی اور ناراضی پیدا ہوئی۔ چنانچہ اشیئیہ کے دونوجوان بھائیوں نے جن میں سے ایک کا نام ہارمودیوس اور دوسرے کا آرس توغی تون تھا چونکہ ان کے خاندان کی ان دونوں حکمرانوں کے ہاتھوں سے بے عزتی ہوئی تھی ارادہ کیا کہ ایک دعوت کے موقع پر ان دونوں کو مار ڈالیں گے صرف ہپ پارچوس کے قتل میں انہیں کامیابی ہوئی اور دوسرا بھائی بچ گیا جس کے بچ رہنے کے باعث ان دونوں بھائیوں کو قتل کی سزا ہوئی اور اکیلا ہپ پی آس حکومت کرنے لگا مگر بھائی کے قتل نے اسے ایک ایک سے بدگمان اور ظالم بنا دیا تھا۔ اس کی جفاکشی روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ اہل اشیئیہ نے اسے دھمکی دی کہ اگر تم ان بے اعتدالیوں سے باز نہ آؤ گے تو ہم تم کو مار ڈالیں گے اور اس سے سوا اس کے کوئی بات نہ بن پڑی کہ ایک دن سب سے چھپ کے بھاگ کھڑا ہوا اور چند سال کی صحرانوردی کے بعد داریوس یعنی دارائے ایران کے دربار میں پہنچ کے اسے پناہ ملی۔ ہپ پی آس 519 ق م میں اشیئیہ سے بھاگا تھا جس کے جاتے ہی پھر وہاں جمہوری سلطنت قائم ہوگئی اور مقتول بھائیوں ہارمودیوس اور آرس توغی تون کی مورتیں بنا کے شہر میں نصب کی گئیں اس لیے کہ وہی اپنے ملک کو بچانے اور اسے غلامی کے عذاب سے چھڑانے والے تسلیم کیے گئے۔

یونان کی ریاستیں اور نو آبادیاں

مولانا شرر تحریر کرتے ہیں کہ لی ڈیا کی فتح کے بعد کیخسرو نے یونان کی بہت سی نو آبادیاں اپنے قبضہ میں کرلیں اور دارائے عجم گشتاسپ نے اس کے بعد اور فتحیں حاصل کیں۔ یہاں تک کہ پورا جزیرہ نما اس کے زیر فرمان اور اس کے ممالک محروسہ میں شامل ہوگیا تھا۔ اب اس نے چند جزیروں پر بھی قبضہ کیا اور اس کی تدبیریں کرنے لگا کہ خود یونان کو بھی فتح کرلے۔ ان کوششوں پر اسے سب سے زیادہ ہپ پی آس نے ابھارا۔ یعنی اشیئیہ کے اسی ظالم و دغا باز فرماں روا نے جس نے یہاں سے بھاگ کے دربار ایران میں پناہ لی تھی۔

سقراط اور فلسفۂ یونان

اسی دور میں سقراط پیدا ہوا جو موحد اور بہت بڑا فلسفی تھا۔ نیکی کو وہ پسند کرتا تھا اور برائی کو ناپسند کرتا تھا۔ اس میں نہ تثلیت تھی اور نہ صنم پرستی۔ وطن کی حمایت میں وہ بڑی بہادری جانبازی اور نام آوری سے لڑا۔ السی بیاڈیس کی جان اس دلیری سے بچائی کہ وہ زخمی ہو کے گرا تو یہ دشمنوں کے نرغہ میں گھس کے کمال تہور وشجاعت سے اسے اٹھالایا۔ سقراط پر الزام عائد کیا گیا کہ وہ نوجوانوں کو غارت کرتا اور ایک نیا طریقہ عبادت بتاتا ہے اور پھر اسے سزائے موت دے دی۔

قدیم یونان کا جنگی نشان

ایران۔ دارائے اعظم

یہ ایران کا مشہور بادشاہ تھا۔

اس کے حالات چٹانوں کے کتبوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ بادشاہ اپنی فتوحات کا حال بابلی، ایلمی اور ایرانی زبانوں میں کندہ کراتا تاکہ تمام قومیں انہیں پڑھ سکیں۔

اس کی ایک مہر پر اس کا نام تین زبانوں میں تحریر ہے۔ اسوری بادشاہوں کی تختیوں پر ایسے پنجروں کی تصویریں بھی ہیں جن میں وہ لوگ شیروں کو بند کر کے انہیں بھٹوں سے شکارگاہ میں پہنچایا کرتے تھے۔ غالباً اسی قسم کا کوئی بھٹ ہوگا جس میں بڈھے دانیال نبی دارائے اعظم کے حکم سے ڈال دیئے گئے تھے۔

سائرس نے ایشیائے روم کے بعض صوبے اپنی سلطنت میں ملا لیے تھے۔ ان میں یونانی رہتے تھے ان کی بے چینی بغاوت بن گئی۔ ایتھنز والے سب سے زیادہ سرکش تھے انہوں نے باغیوں کو کمک بھی بھیجی۔

دارائے اعظم باغی سلطنتوں بلکہ پورے یورپ کو اپنے زیر نگیں لانا چاہتا تھا۔ چنانچہ دارا نے روم پر فوج کشی کی اوران پر غلبہ پالیا۔ آبادیاں تہ تیغ کر دی' بعد ازاں دارا نے ایک جرار لشکر لے کر اپنے داماد کو سردار مقرر کیا۔ لشکر نے یونان کی طرف پیش قدمی کی راستے میں بحری طوفانوں نے ان کے جہازوں کے پرخچے اڑا دیئے۔ سامان خورد ونوش کا ذخیرہ تھڑ گیا اور مقدونیہ وتھریس کے لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی دارا نے ایک نئی مہم تیار کی جو یونان کی طرف روانہ ہوئی۔ یونانیوں نے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر وطن کا دفاع کیا اور ماراتھون کی لڑائی میں ایرانی فوج کو مار مار کر بھگا دیا۔

دارا کو جب اس شکست کی خبر پہنچی تو وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ نیا لشکر ہر طرف سے فراہم کرنے لگا۔ دریں اثنا دارا کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا زرکسیز تخت نشین ہوا۔ یہ عیش وعشرت کا دلدادہ تھا۔ مدت تک یونان پر توجہ نہ دی لیکن امیروں وزیروں کے سمجھانے بجھانے سے باپ کے نقش قدم پر چلنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ کثیر التعداد لشکر فراہم کیا گیا اس لشکر کی چھیالیس قوموں نے مدد کی اور ہر رنگ اور ہر نسل کے لوگ تھے۔ زرکسیز نے قلب فوج میں جگہ لی۔ جب لشکر یونان کی طرف بڑھا تو راستے میں تمام شہر اور دیہات ویران کرتا گیا۔

حب وطنی کے جذبے نے یونانیوں کو جنگ پر آمادہ کر دیا۔ ایتھنز کے شمال میں پہاڑوں کا ایک سلسلہ تھا جس میں ایک درہ تھرما پلی واقع تھا اس درے میں بہادرانہ اور جانفروشانہ لڑائی لڑی گئی۔ چند ہزار یونانیوں نے دو دن اور دو رات ایرانیوں کا مقابلہ کیا ایرانی سپاہی آگے نہ بڑھ سکے لیکن غداری سے ایرانیوں کی فوج کو دوسری جانب سے پہاڑ کے دوسرے درے کا راستہ بتا دیا گیا۔ چند سو بہادر یونانی تھرما پلی کے درے میں ڈٹے رہے اور ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ زرکسیز کی فوج ایتھنز میں داخل ہو گئی۔ تمام باشندے فرار ہو چکے تھے۔ ایرانی اپنے ساتھ ایک ہزار جہازوں کا بیڑا لائے تھے۔ یونانیوں کے پاس ساڑھے تین سو جہاز تھے پہلے تو مقابلہ برابر تھا لیکن بعد میں یونانیوں نے زبردست جنگ کی اور ایرانیوں کے جہازوں پر قبضے کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ بھی ایک جہاز میں بیٹھ کر بھاگ گیا اور اپنے ایک جرنیل کو پیچھے چھوڑ گیا۔ چند ماہ بعد اس لشکر کو بھی پلاطیہ کی لڑائی میں شکست ہوئی۔ یونان نے کمزور اور چھوٹا سا ملک ہونے کے باوجود دنیا کی عظیم الشان فوجوں کی دانت کھٹے کر دیئے اور سارے یورپ کو ایرانیوں کو دستبرد سے بچالیا۔

اس زمانے میں ہی یونان کی ریاست ہیلیکارنیس میں ہیروڈونس پیدا ہوا۔ اس وقت اس کی عمر چار سال کی تھی جب اس نے اپنے ماں باپ سے اپنی قوم کی ان لڑائیوں کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا۔ اس ہیروڈونس نے یونانی دریائے نیل، مصر کی عظیم الشان عمارات اور بابل کے مندروں، معلق باغوں اور مضبوط فصیلوں کی تاریخ لکھی ہے۔

دارا ثانی کے دور میں مصر ایرانی قلمرو سے نکل گیا۔ اب ایران کے زوال کا وقت قریب آ گیا تھا۔ دارا ثانی کے انتقال پر اس کے دو بیٹوں کے درمیان تخت نشینی کی کشمکش شروع ہو گئی۔ امیر اور وزیر ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ چھوٹا بھائی سائیرس نے تیرہ ہزار یونانیوں کو روپیہ دے کر بلایا تاکہ بھائی کے خلاف جنگ کرے لیکن اس کا اندازہ غلط تھا بابل کے قریب کونا کزا کی لڑائی میں سائرس مارا گیا اور اس کی فوج شکست کھا کر تتر بتر ہو گئی۔

یونانیوں نے وطن واپس پہنچ کر اہل وطن کو بادشاہوں کی عیاشیوں، امرا و وزراء کی سازشوں کا حال سنایا۔ آرتازرکیز ثالث بادشاہ کی تخت نشینی کے باعث تھوڑے عرصے کے لیے ایرانیوں کی حالت سنبھل گئی۔ اس نے مصر فتح کیا اس کے بعد دارا ثالث آیا جو بہت کمزور بادشاہ تھا۔ اس کی سکندر اعظم سے جنگ ہوئی۔

❁

مقدونیہ

مان ٹی نیا کی لڑائی کے بعد بلاد یونان میں برابر جھگڑا قائم رہا اور آخر کار سب سے اول درجہ یونان کا شمالی علاقہ مقدونیا مطلقاً وحشی و غیر متمدن ایسی زبردست قوت بن گیا کہ یونان کے تمام شہر اپنے پرانے حریفوں کو بھول گئے۔ یہاں کا حکمران فیلقوس بڑا مدبر اور تجربہ کار تھا۔ اس کے مقصد دو تھے۔ اول سارے یونان پر قبضہ کرلے دوم سلطنت ایران کو فتح کرے۔ پہلی آرزو میں سے پوری کامیابی ہوئی۔

اس کے پاس ایک بڑا زبردست لشکر موجود تھا اور اس نے زبردست لشکر کی صف آرائی کی۔ فیلقوس کی تدبیروں سے اہل یونان میں کھلبلی پڑ گئی۔ شہر کرونیا کے قریب فیلقوس اور اے ثی نیا اور تھیبس کی متحدہ فوجوں میں بھاری لڑائی ہوئی۔

یونانیوں کی آزادی کا خاتمہ ہو گیا سارا ملک یونان فیلقوس کے زیر فرمان آ گیا۔ اب ایران پر حملے کے لیے مقدونیہ کا بادشاہ لشکروں کو جمع کر رہا تھا کہ اس کی بیٹی کی شادی ہوئی۔ اس دعوت میں ایک مقدونی الاصل نوعمر رئیس زادے نے اسے مار ڈالا۔

سلطنت سکندر اعظم

بحیرہ اسود
یونان
ایشیائے کوچک
ارمینیہ
باختر
ہندوکش
میڈیا
سلطنت فارس
فارس
شام
میسوپوٹیمیا
فلسطین
عرب
مصر
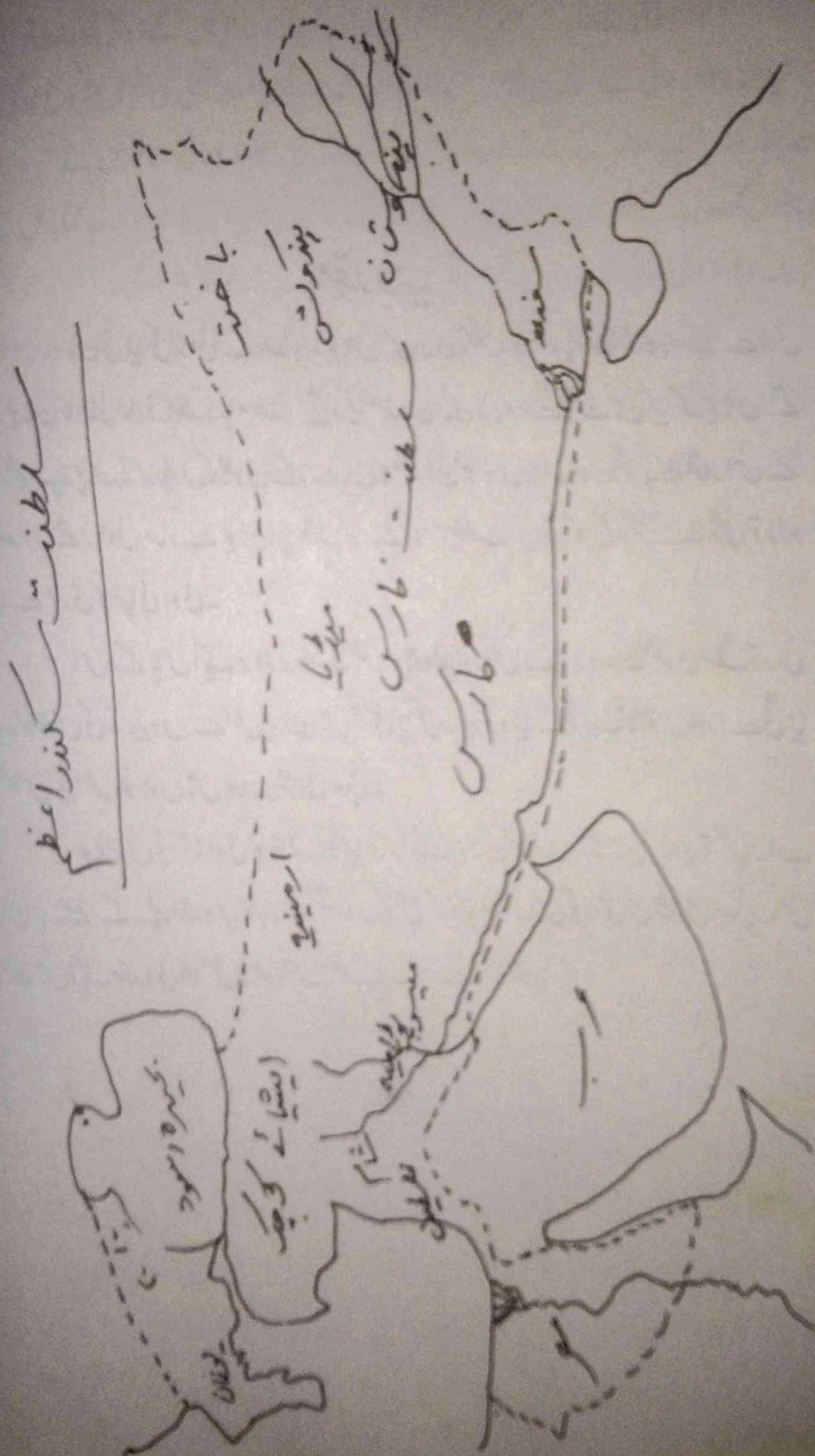
سکندرِ اعظم

فیلقوس کے بعد اس کا بیٹا سکندر وارث تاج وتخت ہوا جو سکندر اعظم کے لقب سے مشہور ہے۔ بچپن سے ہی اسے شاعری کا شوق تھا۔ فلسفی ارسطو کے زیر تربیت اس کی تعلیم ہوئی سکندر جب کوئی کام کرتا سوچ سمجھ کے کرتا۔ جس بات کا ارادہ کرتا تو پھر اس پر قائم رہتا۔ اپنے باپ کی صحبت وتربیت کے زیر اثر جس کام کو شروع کیا اس پر پوری مستعدی سے توجہ دی۔ اہل سائی دیا کی لڑائی میں اس نے اپنے باپ کو قتل ہونے سے بچایا اور چے رونیا کے معرکہ میں سواروں اور رسالوں کا افسر تھا۔

فیلقوس کے مارے جانے پر اے ٹی نیا میں خوشیاں منائی گئیں۔ تھیبس والوں نے بغاوت کی تو سکندر بجلی کی طرح اٹھا اور تھے بس کی شہر پناہ مسمار کر دی اہل شہر کو قتل کیا اور سارے شہر کو تباہ وبرباد کر دیا۔ اس سے یونان کی سب ریاستوں کا جوش ختم ہو گیا۔

سکندر نے این ٹی پاٹر کو نائب السلطنت بنا کے مقدونیہ میں چھوڑا اور تیس ہزار پیدل فوج اور 4500 سواروں کو لے کر ایشیا میں داخل ہوا۔ ساحل پر اتر کر وہ اس مقام کی زیارت کو چل کھڑا ہوا جسے مدت ہائے دراز سے خواب میں دیکھتا رہا تھا۔ یعنی وہ گاؤں جو کہ پرانے شہر ٹرائے میں تھا۔ یہاں اس نے اے چل لیس کی قبر پر قربانی چڑھائی جسے اپنے ننھیالی خاندان کا مورث اعلیٰ مانتا تھا۔

اب اس نے باسفورس کے ساحل کے ساتھ مشرق کی طرف کوچ کرنا شروع کیا دریائے غرانی قوس کے قریب دارا کے لشکر کا سامنا ہوا۔ شاہ ایران کا نائب مم نوں اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔ ابتدا سکندر نے خود دلیری سے ایک جگہ پر قبضہ کر لیا۔ ایرانیوں پر ایسی سختی سے حملے کیے

کہ بہت ہی جلد سکندر کو فتح حاصل ہوگئی۔ اطراف جوانب کے سارے ملک پر سکندر کا قبضہ ہوگیا۔ بحر ایجین کے کنارے جو شہر راستہ میں پڑا اس پر قابض ہو گیا۔ اس کارروائی کا مقصد ایرانیوں کے تعلقات ان کی بندرگاہوں سے منقطع کرنا تھا کیونکہ ایرانیوں کا بیڑہ بہت زبردست تھا۔

ایشیائے کوچک کے سفر میں پورا ایک سال صرف ہوگیا اور موسم گرما کے شروع میں وہ شہر طوطوس پہنچا۔ تیسرے دن جب فوج کے ساتھ چلا تو دارا اپنے لشکر کو لے کے میدان میں صف آرا ہو چکا تھا۔ اس لڑائی میں سکندر کو فتح ہوئی اور دارا اپنی عورتوں کو چھوڑ کر بھاگا۔ بابل میں دم لیا تا کہ دوسری فوج جمع کرے۔ سکندر اعظم نے دارا کی ماں رسوی اور عورتوں کے حال پر نہایت ہی مہربانی ظاہر کی۔

فلسطین اور مصر کی فتح

سکندر نے دوسری کارروائی یہ کی کہ فنیقی لوگوں کی سرزمین میں داخل ہوا۔ شہر زدون اس کے آگے سر اطاعت جھکانے کو تیار تھا۔ مگر شہر طائر کے لوگوں نے سرتابی کی۔ سکندر شہر زدون میں گیا اور جہازوں کا ایک بیڑا فراہم کیا اور شہر طائر کا محاصرہ کرلیا۔ سات مہینہ کے بعد طائر والوں نے ہتھیار رکھے اور سکندر نے شہر میں داخل ہوتے ہی خونریزی کر دی۔ جو لوگ بچے وہ لونڈی غلام بنا لیے گئے۔ اس کے بعد سکندر نے فلسطین کا رخ کیا۔ سکندر یروشلم کے قریب پہنچا تو یہود کے مقتدائے اعظم یدوا کے دل میں الہام ہوا کہ ''اپنے شہر کے پھاٹک کھول دو اور اپنا مقدس لباس پہنے ہوئے جا کر اس یونانی فاتح کا استقبال کرو۔'' تمام یہودیوں نے اسی پر عمل کیا۔ یدوا تمام اراکین ملت کے ساتھ عین اس وقت شہر سے نکل کے چلا جب سکندر نے پہاڑی کی بلندی پر چڑھ کے شہر یروشلم کا قصد کیا تھا۔ اسرائیلی گروہ سے ملتے ہی سکندر نے ہیکل سلیمانی کی عزت کی۔ ان سب کے ساتھ حرم ربانی میں حاضر ہوا اور یہاں قربانی کی۔ اس کے بعد اس نے یہود کی جان بخشی کی اور ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔

بیت المقدس سے نکل کے سکندر جنوب کی طرف گیا۔ غزہ کے لوگوں نے بہادری سے مقابلہ کیا مگر سکندر نے زبردست یورشیں کر کے اسے فتح کرلیا۔ غزہ کی مہم کے بعد سکندر مصر میں

داخل ہوا اور وہاں کے دارالسلطنت کو فتح کر لیا۔ دریائے نیل کے دہانے پر اس نے ایک نیا شہر آباد کیا جو اسکے نام سے آج تک اسکندریہ کہلاتا ہے۔ پھر مصر پر اپنی طرف سے ایک مقدونی مقرر کر کے واپس آیا اور شہر بابل کی طرف چلا جہاں دارا نے مقابلہ کے لیے پھر فوجیں جمع کی تھیں۔

فتح ایران

دارا کی طرف سے کسی روک ٹوک کے بغیر سکندر فرات اور دجلہ پار اتر آیا اور سکندر وسط ایران میں داخل ہو گیا۔ میدان اربیلہ (اردبیل) میں پہنچ کر صف آرا ہوا۔ جہاں سے شہر گوگامے لا قریب تھا۔

مقدونیہ والوں کو ایرانیوں پر شب خون مارنے کی سکندر نے اجازت نہ دیا دردوسری صبح کو میدان کارزار گرم کیا گیا۔ ایرانی فوج پارتھیا اور باختر سے لائی گئی تھی جہاں کے باشندے بہادر اور جنگ جو تھے۔ مقدونیہ والوں کو اس وقت تک جن لوگوں سے واسطہ پڑا ان سب سے یہ لوگ زیادہ شجاع اور بہادر تھے یہ سپاہی بڑی بہادری سے لڑے۔ مگر دارا کمان اور ڈھال چھوڑ کے بھاگ گیا بادشاہ کو غائب دیکھ کے سپاہی بھی میدان چھوڑ کے بھاگے اور سکندر فاتح رہا۔

سلطنت ایران کا سارا مغربی حصہ اس کے قبضہ میں آ گیا۔ اب اس نے بڑے شہروں بابل سوس (شوستر) اقباطنہ اور پرسی پولی (اصطخر) کو فتح کیا اور ان کے عظیم الشان خزانوں پر قبضہ کیا۔ دارا بھاگ کے باختر پہنچا جہاں اس کے دو افسروں نے دغابازی سے اسے گرفتار کیا۔ بھاگتے بھاگتے انھوں نے تو ایک کاری نیزہ مار کے اپنے بادشاہ کو زمین پر نیم جان ڈال دیا۔

یونانی جس وقت وہاں پہنچے ہیں اس وقت تک وہ زندہ تھا لیکن سکندر کے پہنچنے تک مر گیا۔ سکندر نے اپنی قبا اس پر ڈال دی۔ دارا کی لاش کو شاہانہ تزک واحتشام سے اس کی ماں کے پاس بابل روانہ کیا۔

اس میں شک نہیں کہ سکندر کا دل پاک وصاف اور محبت سے لبریز تھا لیکن پیہم کامیابیوں اور دارا کے مرنے کے بعد سکندر نے شاہ ایران کا لقب اختیار کر لیا اور تاج خسروی سر پر رکھا۔

ہندوستان کی مہم

دارا کے قاتلوں کا سکندر نے باختر اور صغدیانہ تک تعاقب کیا اور ان سے نمک حرامی کا پورا انتقام لے لیا۔ پھر خطا کی سرحد تک پہنچ کر وہاں کے کئی کوہستانی قلعوں کو مسمار و ویران کر دیا۔ صغدیانہ کی وحشی قوموں میں سخت بغاوت پھیل گئی جس کی وجہ سے وہ دست بردار ہو گیا۔

پھر وہ ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ دریائے اٹک کے آس پاس کے لوگ بہادر تھے ملک فرماں راجہ پورس کہلاتا تھا۔ وہ بہادری سے اس کے مقابل صف آرا ہوا۔ مگر شکست کھائی مگر سکندر نے اس کی جان بخشی ہی نہیں کی بلکہ اسے کچھ اور ملک بھی دے دیا۔

اب مغربی ہند کی تمام ریاستوں نے خراج اور نذرانہ پیش کیے جن کی یہاں کثرت تھی۔ سکندر نے چاہا کہ آگے بڑھ کے ہندوستان کے دیگر اضلاع و صوبجات میں داخل ہو لیکن اس کے سپاہی ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ آگے بڑھے تو واپسی نہایت دشوار ہو گی۔ آخر وہ دریائے ستلج کے کنارے تک پہنچ کے پلٹ گیا۔

واپسی میں سکندر نے ملتان کا محاصرہ کر لیا اور جب یونانیوں نے شہر پر حملہ کیا تو خود سکندر سیڑھی لگا کے شہر پناہ پر چڑھ گیا۔ چار ہی آدمی اور چڑھنے پائے تھے کہ سیڑھی ٹوٹی اور اندر کی جانب گر گیا۔ ملتان والوں نے چاروں طرف سے نرغہ کیا اور ایک تیر اس کے سینہ کے اندر پیوست ہو گیا وہ تیورا کے اپنی ڈھال کے اوپر گر پڑا چاروں رفقا نے اسے اپنے جھرمٹ میں لے لیا اور لڑنے لگے ان چار میں سے بھی دو نے زخمی ہو کر دم توڑ دیا۔ اسی دوران یونانی لشکر جوش و خروش سے شہر میں گھس پڑا۔ شہر پر یونانیوں کا قبضہ ہو گیا اور وہ سکندر کو خیمہ میں لے گئے۔ سکندر کا زخم خطرناک تھا مگر بچ گیا۔

صحت یاب ہو کے دریائے سندھ کے دہانے پر پہنچا اور ایک بڑا بیڑا اتیار کر کے فوج روانہ کی اور خود خشکی کے راستے سے سمندر کے کنارے کنارے مکران سے مغرب کی طرف واپس ہوا۔ کرمان سے وہ ایران میں داخل ہوا۔ سوس (شوستر) میں تزک احتشام سے دربار کیا۔ اور شہر بابل گیا یہاں دنیا کی تمام ملکوں کی سفارتیں پہنچیں۔ سکندر کو بابل میں پہنچے کے چند ہی ہفتہ بعد

سی ہوا کے اثر سے بخار آ گیا جو میخواری سے اور بڑھ گیا۔ بخار کی شدت روز بروز بڑھتی گئی۔ نویں دن طاقت نے جواب دے دیا۔ اس نے اپنی مہر کی انگوٹھی انگلی سے اتار کے پیٹر دکاس کی انگلی میں پہنادی جو اس کی فوج کا ایک نامی سپہ سالار تھا اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد دنیا سے رخصت ہو گیا۔ سکندر کی عمر 33 برس کی تھی اور تخت نشینی کو 12 برس ہوئے تھے۔

سلطنت کی تقسیم

جب سکندر مرا تو اس کی سلطنت بالکل بے سر تھی۔ اس لیے کہ اس کا بیٹا ہنوز ماں کے پیٹ ہی میں تھا اور اس کی موت کے کافی عرصے بعد پیدا ہوا۔

سکندر کے بچہ کا ولی پیرڈک کاس تھا اور اس نے سلطنت مفتوحہ کے چار حصے کئے اور تھریس مصر شام اور ایشیائے کوچک کی چار بڑی صوبہ داریاں قرار دیں اور سکندر کے چار سپہ سالاروں لی سی ماچوس۔ بطلیموس ان ٹی گونوس اور یومی نیس کو ان صوبوں کا گورنر مقرر کیا۔ مگر آن ٹی پاٹر جسے سکندر وطن چھوڑتے وقت مقدونیہ اور یونان کا والی بنا کے چھوڑ گیا تھا اور کس سان ڈر اپنے باپ کی طرف سے نیابتہً والی یونان تھا' نے اختلاف کیا وہ یونان پر جابرانہ حکومت کر رہا تھا۔ بطلیموس حاکم مصر اور کس سامان ڈر میں اتحاد ہو گیا۔ مجبوراً پرڈک کاس نے دونوں پر چڑھائی کی۔

پرڈک کاس نے تھوڑی سی فوج دریائے نیل سے پار اتاری کہ ناگہاں دریائے نیل میں طغیانی آئی۔ سپاہی درمیان میں تھے وہ ڈوب مرے۔ باقی ماندہ فوج پرڈک کاس کی دشمن ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر ڈالا اور بطلیموس سے جا ملے۔

بطلیموس نے صوبہ مصر پر قناعت کی اور سکندر کا یتیم بچہ کس سان ڈر کے ہاتھ آ گیا۔ یومے نیس جو سب سرداران مقدونیہ سے زیادہ با اصول تھا نابالغ بادشاہ کی حمایت کے لئے اٹھا اور اس کے لیے بڑی مستعدی سے لڑتا رہا۔ لیکن خود اس کے سپاہیوں نے اسے بے وفائی سے آن ٹی گونوس کے حوالے کر دیا۔ ان ٹی گونوس نے اسے قید خانہ میں ڈال دیا اور فاقہ دے کے مار ڈالا۔ سک سان ڈر نے پہلے تو سکندر کی ماں الم پیاس کو مار ڈالا اور جب بچہ سولہ برس کا ہوا تو اسے بھی قتل کر کے دنیا سے سکندر کا نام ونشان مٹا دیا۔

سرداران مقدونیہ میں سب سے زیادہ زبردست ان ٹی گونوس تھا۔ ایران اور عراق و بابل اس کے قبضہ سے نکل گئے تھے مگر اس نے شام اور ایشیائے کوچک پر قبضہ کرلیا اور اس کے بیٹے دے مے طریوس نے یونانیوں (پولی اور تے طیس) کو اپنا طرفدار بنالیا اور مقدونی لشکر کو شہر پناہ سے نکال باہر کیا۔

کس سان ڈر، لی سی ماچوس اور سولقوس نے بھی ایسے ہی شاہی القاب حاصل کیے۔ ان سب نے انٹی گولوس کے خلاف سازش کی۔ شہر انسوس میں دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ لڑائی بڑی سخت تھی ان ٹی گونوس مارا گیا اور دے مے طریوس بھاگ کے یونان پہنچا۔ اسے تو اے ٹی نیا کے دروازے بند ملے، تاہم اس نے تھوڑی بہت فوج جمع کرلی کس سان ڈر مر گیا اور مقدونیہ کی حکومت دمے طریوس کے ہاتھ آ گئی۔

مقدونیہ پر قابض ہونے کے بعد سوچا کہ ایشیائے کوچک کو اپنی قلمرو میں شامل کرے جو ملک کہ سلوقوس کے پاس تھا۔ اس کے مقابلہ کے لیے چلا اور اپنے حریف کے ہاتھ میں قید ہوگیا اور پھر فوت ہوگیا۔ اس کی گرفتاری کی خبر سنتے ہی لی سی مانوس (تھریس کا حکمران) نے مقدونیہ پر قبضہ کرلیا۔ لشکر جمع کر کے چڑھائی کی شکست کھائی اور مارا گیا۔ اب اس نے بھی سلوقوس یلغار کرتا ہوا مقدونیہ میں داخل ہوا۔ مگر یہاں بطلیموس کے ایک بیٹے نے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر ویمی طریوس کا بیٹا ان ٹی گونوس مقدونیہ کے تخت پر بیٹھا۔

شہنشاہی مقدونیہ سے جو چار سلطنتیں قائم ہوئی وہ یہ تھیں (1) سلطنت مصر (2) سلطنت شام (3) سلطنت مقدونیہ (4) سلطنت تھریس۔

مذکورۂ بالا سلطنتوں کے علاوہ سکندر کے بعد اور بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوگئیں اور سلطنتیں بن گئیں۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں ایشیائے کوچک کی ریاستیں تھیں۔ ایک تو پرگاموس کی ریاست دوسری پون طوس کی ریاست تھی مشرق میں آرمینیہ کی ریاست تھی۔ اس کے آگے باختر اور پارتھیا کی ریاستیں تھیں۔

سلطنت مصر

سکندر کے بعد مصر کی حکومت بطلیموس کے ہاتھ میں آئی۔ وہ لاگوس کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ مصر کی بنیاد مضبوط کرتا رہا۔ بیت المقدس اسی کی قلمرو میں تھے۔ شہر اسکندریہ کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور وہ ایک بڑا تاجرانہ شہر بنتا گیا۔ شہر طائر کی تجارت تدریجاً ٹوٹ ٹوٹ کے اسکندریہ میں منتقل ہوگئی۔ بطلیموس نے اپنے دارالسلطنت کو علم و ہنر میں ترقی دی۔ فلسفیوں کی ایک معتدبہ جماعت دربار میں جمع کرلی۔ عجائب خانہ قائم کیا۔ جس میں تمام چیزوں کا ذخیرہ فراہم کر کے احتیاط سے رکھا۔ اسی میں ایک کتب خانہ کی بھی بنیاد ڈالی۔ خود اس نے سکندر کی معرکہ آرائیوں کی ایک تاریخ لکھی جو محفوظ نہ رہ سکی، اور اب اس کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

بطلیموس لاگوس مرگیا۔ اس کا بیٹا بطلیموس فلاڈل فوس بادشاہ بنا۔ یہ امن پسند اور رحمدل لیکن عیش پرست اور آرام طلب تھا۔ اس نے خود اپنی بہن برنیقہ سے شادی کرلی۔ اس کے تمام جانشینوں نے بھی یہ کیا کہ سب کی بہنیں ان کی بیویاں بنتی رہیں۔ اسکندریہ کے کتب خانہ کو اس کے عہد میں بڑی ترقی ہوئی۔ اس نے توراۃ کا ترجمہ عبرانی سے یونانی زبان میں کرایا۔ یہود نے بھی اس ترجمہ سے بہت فائدہ اٹھایا۔ 837 ق م میں بطلیموس فلاڈل فوس کی جگہ بطلیموس یور گے طیس تخت نشین ہوا۔ یہ بڑا نبرد آزما اور جنگ جو بادشاہ تھا۔ یلغار کرتا ہوا سرحد ایران تک گیا۔ وہ بیت المقدس میں بھی گیا۔ ہیکل سلیمانی کی ایک قربانی میں شریک ہوا اور یہودیوں کو اپنا دوست اور خیر خواہ تسلیم کیا۔

اپنے خاندان کا یہ آخری بادشاہ تھا۔ اس کے وارث شریر و ظالم اور کمزور ہوتے گئے۔ عیش پرستیوں میں پڑ گئے اور رفتہ رفتہ سلطنت بھی گئی۔

✿

سلطنت شام

سلوقوس نیکاتور نے ان تی گونوس سے بغاوت کی اور امراء کی مدد سے اشوریا۔ ایران اور ایشیائے کوچک کے بڑے حصہ پر قابض ہو گیا۔ اس نے بہت سے نئے شہر آباد کیے۔ شہروں میں سے ایک شہر سلوقیہ تھا جو دریائے دجلہ کے کنارے بسایا۔ لوگ پرانے شہر بابل کو چھوڑ کے اس شہر میں بسنے لگے۔ بابل اُجڑ گیا سلوقوس کے جانشینوں نے بابل کے اجاڑ کھنڈروں کو شکارگاہ قرار دیا۔ شام کا شہر انطاکیہ بھی سلوقوس کا بسایا ہوا ہے جو وہاں کا دارالسلطنت بنا۔

سلوقوس مارا گیا اور اس کے بیٹے ان ٹی اوچوس نے حکومت کی۔ پھر اس کے بعد اس کا بیٹا ان ٹی اوچوس کا جانشین ہوا۔ ان واقعات کی خبر اس کی دوسری بیوی برنیقہ کے بھائی بطلیموس یورگے طیس کو ہوئی تو اپنی بہن جسے بھی اس نے قتل کرا دیا تھا کا انتقام لینے کے لیے اٹھا' لاؤدیقہ کو قتل کر کے سلطنت شام پر قابض ہو گیا۔

لاؤدیقہ کے بیٹے سلوقوس کو تھوڑے ہی دنوں حکومت کرنا نصیب ہوا۔ پھر اس کا بھائی انطی اوگوس نے تخت پر قبضہ کر کے تاجدار مصر بطلیموس فی لو پاطور پر حملہ کر دیا اور فلسطین کو اس کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس سے یہودیوں کو بڑی بھاری مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں۔

بطلیموس فی لو پاطور عنفوان شباب ہی میں مر گیا اور اس کا بیٹا بطلیموس فی لو مے طور بچہ تھا۔ انطی اوگوس نے خود مملکت مصر پر بھی قبضہ کرنا چاہا لیکن سلطنت روم درمیان میں پڑ گئی اور انطی اوگوس کو دست بردار ہونا پڑا۔

❁

اے چیاوالوں کی لیگ

مولانا شرر فرماتے ہیں کہ وہ فرماں رواخاندان جس کی بنیاد انطی گونوس سے پڑی تھی یونان اس کے تابع تھا۔ دے مے طریوس پولی اور قے تیس کا بیٹا ان طی گونوس گوناطاس پہلا شخص تھا جس نے مستقل فرمان روائی وسلطنت کا کچھ لطف اٹھایا۔ مگر اس کے عہد کی تاریخ دنیا کو بہت ہی کم معلوم ہے۔ سلطنت مقدونیہ کے خاتمے اور دے موس تھے ینس کے مرنے کے بعد اسی برس تک شخص بھی ایسا نہیں پیدا ہوا جو ممتاز ہوتا۔ آخر باسی کڑھی میں ابال آیا اور علاقہ پے لوپون اور علاقہ اچاٹیا کے چھوٹے چھوٹے شہروں نے یکے بعد دیگرے بغاوت کی اور ایک نئی لیگ ازسرنو قائم کرلی۔

سقیون نامی بڑا دولت مند شہر کے ایک نوعمر باشندے نے اپنے لوگوں میں جوش پیدا کر کے حکومت پر حملہ کیا اور ظالم مقدونی حکمران سے آزادی حاصل کرلی اور اپنے شہر کو لیگ کے حلقہ میں شامل کر دیا یہی نوعمر شخص لیگ کا اصلی روح رواں قرار پایا۔ اس کے بعد اس نے کورنتھ کو آزاد کرایا' شہر ارغوس کو بھی آزادی دلائی۔ سب ملکوں کو اس پر بھروسہ تھا۔

یوں اسپارٹا میں بھی کسی قدر نئی زندگی پیدا ہوئی۔ وہاں دو بادشاہ تھے۔ ان میں سے ایک کا نام آغس تھا اس نے نہایت سختی سے کہ بی کورگوس کے قوانین پھر جاری کئے اور اپنی ساری دولت وحشمت پر کمال لات مار کے سادہ زندگی بسر کرنے لگا۔ مگر اس کے شریک ریاست یعنی اسپارٹا کے دوسرے بادشاہ لے ادنی ڈاس نے مزاحمت کی جس کی وجہ سے نفس پرور ہو گیا تھا اور اپنی زندگی میں ایسے انقلاب کو کسی طرح گوارا نہ کیا۔ آغس دھوکہ کھا کے دشمنوں کے ہاتھ لگ گیا اور گلا گھونٹ کے مار ڈالا گیا۔

اس کے مرنے کے بعد اسکا بچہ بھی مر گیا۔ اور یوں اسپارٹا کے دو شاہی خاندانوں میں سے ایک ختم ہو گیا۔ اراتوس اور اچاٹای والوں نے چاہا کہ سارے علاقہ پے لوپوں سوس کو اس لیگ کے ساتھ وابستہ کر دیں اور جب اہل اسپارٹا نے اس سے انکار کیا تو یہ لوگ مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئے۔

محض اسپارٹا والوں کو نیچا دکھانے کے لیے وہ مقدونیہ والوں سے جا ملے۔ ادھر اسپارٹا کے بادشاہ کلے اومے نیس نے مصر والوں سے مدد مانگی۔ سلطنت مصر نے مدد دی۔ اس کے بعد کلے اومے تیس کو سے لاشیا کے میدان میں مقدونیہ اور اچاٹیا والوں سے شکست ہوئی۔ نازک وقت میں اسے خیال گذرا کہ شاید میری عدم موجودگی میں اہل اسپارٹا زیادہ مفید شرائط پر صلح کر لیں۔ فوراً جہاز پر سوار ہو کے خود اسکندریہ کی راہ لی۔ جہاں کئی سال تک پڑا رہا اور قید ہوا۔ اہل اسکندریہ اسے ایک خطرناک شخص تصور کرتے تھے۔ بطلیموس نے کلے اومے تیس کو معہ اس کے تمام رفقا کے جو اسپارٹا سے ہمراہ آئے تھے بے جرم و بے قصور قتل کر ڈالا۔ حتیٰ کہ اس کی ماں اور بچوں کی بھی جان نہ بچی۔ یوں ہرقلی نژاد شاہاں اسپارٹا کے دونوں خاندانوں کے چراغ گل ہو گئے۔

اسپارٹا کے مغلوب کرنے کے بعد اراطوس کو مقدونیہ کے بادشاہ فلپ نے پہلے تو اسے اپنا دوست بنایا لیکن پھر ایک قسم کے دیراثر زہر کے ذریعہ سے اس کی زندگی کا خاتمہ کرا دیا۔

اس کے بعد نی لوپے مون ''مے گالو پورلس لیگ'' کا رہنما بنا۔ وہ یونانیوں کا آخری شخص کہا جاتا ہے۔

❁

روم

روم پرانی اور نئی دنیا کو ملانے والی ایک لڑی ہے۔ یورپ کی قوموں کی زبان ۔ رسم و رواج اور قوانین میں تفاوت پایا جاتا ہے لیکن ایک دوسرے سے بڑی مشابہت بھی رکھتی ہیں۔ یورپ کی تاریخ اس بات کو واضح کرتی ہے کہ کس طرح یورپ کی تمام اقوام نے اپنے خیالات اور قوانین وغیرہ روم سے لئے۔

اٹلی کے شمال میں کئی قبیلے رہتے تھے جیسے گالز۔ ایٹرسکن اور اٹیلین۔ اٹیلین قبیلے کی ایک شاخ لیبین دریائے ٹائبر کے جنوب میں تھی۔ یہ لوگ اپنے گاؤں کے سب معاملات میں خود فیصلہ کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے ایٹرسکن قبیلے سے حفاظت کیلئے دریائے ٹائبر پر ایک شہر بسایا جو کہ دریائی تجارت کی وجہ سے جلدی ترقی کرنا شروع ہو گیا۔ اس کا نام روم تھا۔ آہستہ آہستہ روم کئی گاؤں کا سردار بن گیا۔

روم دریا کے دہانے سے 15 میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی پر شروع ہوا۔ اس کے گرد دیوار تھی۔ آہستہ آہستہ لوگ دوسری پہاڑیوں پر بھی آباد ہونے لگے۔ 750 ق م سے شروع ہو کر کئی سال تک یہ شہر پہاڑوں تک پھیل گیا۔ جس کا محیط 5 میل تھا۔ بعض لوگ کھیتی کرتے بعض سوداگر تھے۔ روم کی حکومت سیدھی سادی تھی۔ کنبے کا بڑا آدمی حاکم ہوتا۔ کنبوں کی تعداد بڑھ گئی۔ تو تمام بڑے آدمی ایک مجلس میں اکٹھے ہوتے جسے بوڑھوں کی مجلس یا سینٹ کہتے تھے۔ اس کا سربراہ بادشاہ کہلاتا تھا۔ اس کے بعد باہر سے لوگ روما میں آکر آباد ہونے لگے جن کا کوئی بڑا آدمی اس مجلس میں نہیں تھا۔ یہ لوگ عوام کہلاتے تھے اس طرح روما امیر خاندانوں کی ایک حکومت بن گیا۔

روم کو اپنے ہمسائے قبیلوں سے جنگ کرنی پڑی۔ عام لوگوں کو بغیر تنخواہ کے فوج میں بھرتی ہونا پڑتا بلکہ ان کو ٹیکس بھی دینے پڑتے تھے۔اس سے کسان تباہ ہو گئے۔ عام لوگ امیروں کے اس ظلم سے بہت تنگ آ گئے اور 494 قبل مسیح میں شہر چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا اور ایک اور پہاڑی پر جا کر آباد ہو گئے۔ اب امیروں کو سب کام اپنے ہاتھ سے کرنے پڑے تو انہوں نے اگر پا کو ان کو واپس لانے کے لئے روانہ کیا۔لوگوں نے اس شرط پر واپس آنا منظور کیا کہ ان کو اپنی حفاظت کے لئے خاص مجسٹریٹ دیئے جائیں جن کو ''ٹری بیون'' کہتے تھے۔''ٹری بیون کے گھر کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے وہ ہر شخص کو مقدمہ سے بچا سکتے تھے۔ یوں روم میں ایک اسٹیٹ کی جگہ دو اسٹیٹس ہو گئیں اور 300 سے 500 قبل مسیح تک ان دونوں پارٹیوں کی آپس میں جدوجہد ہوتی رہی۔

جس وقت روما کے اندر دونوں فریقین میں باہمی جدوجہد ہو رہی تھی اس وقت روما کو اپنے ہمسائے قبیلوں سے لڑائیاں بھی کرنی پڑیں۔

''وانشین'' قبیلے کے خلاف لڑائی میں سے روم والوں نے کیریولی قصبے پر قبضہ کیا۔ایک اور قبیلے ''ایکیوٹن'' کے ساتھ لڑائی میں رومن کونسل اور اس کی ساری فوج ایک جگہ گھر گئی۔ سینٹ نے لوسیس کو ڈکٹیٹر مقرر کیا۔ ''ایٹرکیسگن'' کے خلاف لڑائی کرتے ہوئے جرنیل کیلیس نے شہر ''وی آئی'' کو دس سال کے محاصرے کے بعد فتح کیا۔ پھر اس نے دوسرے شہر ''فیلرائی'' کا گھیراؤ کر کے اسے فتح کیا۔

309 قبل مسیح گال قبیلے نے روم پر چڑھائی کر دی۔گال سپاہیوں نے سب کو قتل کر دیا اور شہر کو آگ لگا دی۔ ان کے چلے جانے کے بعد روم والے پھر آئے اور شہر کو دوبارہ آباد کیا۔اب روم کا مقابلہ ایک زبردست قبیلے سے پڑا۔ جس کو سیمنائٹ کہتے تھے۔ ان کے ساتھ پچاس سال تک لڑائی رہی اور تین بڑی جنگیں ہوئیں۔انہوں نے یونانی بستیوں کو تنگ کر رکھا تھا۔ ایک شہر نے روم سے مدد مانگی۔ روم لڑائی پر تیار ہو گیا۔ دونوں طرف چونکہ صلح کی خواہش تھی اس لئے لڑائی جلدی ختم ہو گئی۔اس کے بعد روم کو لیٹن قبیلے سے لڑائی کرنی پڑی۔ لڑائی ختم ہونے کے

بعد روما والوں نے ان کو کچھ حقوق دے دیئے۔

327 قبل مسیح میں دوسرا سیمنائٹ جنگ (327 سے 305) تک جاری ہوا۔ اس میں سیمنائٹ جرنیل ''پائیٹی اس'' نے رومن فوج کو ایک جگہ گھیر لیا اور اطاعت قبول کرنے پر ان کو رہا کیا۔ اہل روم نے اس صلح کو نامنظور کر دیا لیکن صلح ہوگئی۔ پھر چار سال بعد 300 قبل مسیح میں کئی اور قبیلوں نے سیمنائٹ کے ساتھ مل کر روما پر حملہ کیا۔ روم نے سب کو شکست دی اور پائیٹی اس'' کو گرفتار کر کے اس کو قتل کرا دیا۔

سیمنائٹ جنگ کے بعد یہ فیصلہ ہوگیا کہ اٹلی میں روم سب سے زیادہ طاقت ہے۔ صرف جنوب میں چند شہر رہ گئے۔ ان میں ایک رنیٹم تھا جو کہ روم کی بڑھتی ہوئی طاقت سے حسد رکھتا تھا۔ 282 قبل مسیح میں روم کی ان کے ساتھ جنگ شروع ہوئی انہوں نے اپیرس کے بادشاہ ''پیرس'' کو مدد کے لئے بلایا۔ دو سال تک وہ لڑتا رہا پھر شکست کھا کر واپس چلا گیا۔ اس سے روم کا جنوب پر بھی قبضہ ہوگیا۔

اٹلی کا طرز حکومت

چونکہ روم والے سب شہروں پر حکومت کرتے تھے اس لئے مختلف شہروں کے لوگ روم کے شہری حقوق حاصل کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ صرف ایک لیٹن قبیلہ تھا جس کو کچھ حقوق ملے تھے۔ اس کے بعد اٹیلین قبیلہ تھا جو اپنے شہروں پر حکومت کرتا تھا۔ لیکن ان کو روما کا حکم ماننا پڑتا تھا۔ رومن لوگوں کا کیریکٹر۔ ان کی بہادری اور ایمان داری تھی جس سے انہوں نے اپنی حکومت قائم کی۔

رومن کالونیاں دوسری جگہ پر ان کی بستیاں تھیں۔ زمین کے کچھ حصے پر وہ قبضہ کر کے شہری آباد ہونے کے لئے بھیج دیتے۔ یہ لوگ امن اور انتظام قائم رکھنے کے لئے ایک فوج کا کام دیتے اور کھیتی بھی کرتے تھے۔ ان کی اپنی اسٹیٹ ہوتی تھی۔ اس طرح اٹلی میں جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے روم قائم ہو گئے۔ تیسرا ذریعہ حکومت روم کی سڑکیں تھیں۔ اٹلی میں تمام اطراف سڑکیں تھیں۔ روم اپنی فوج آسانی سے سب جگہ بھیج سکے۔

کارتھیج کے ساتھ جنگ

فینشین قوم کے لوگوں نے تجارت کی غرض سے شمالی افریقہ کا مغربی حصہ فتح کر کے روم سے 100 سال پہلے کارتھیج کی بنیاد رکھی۔ کارتھیج والے اور یونانی سسلی میں ایک دوسرے سے لڑتے تھے۔ کچھ اٹیلین وہاں آباد ہو گئے تو دونوں نے ان کو نکال دینا چاہا۔ انہوں نے روم سے امداد مانگی۔ اس سے جنگ پیونک جنگ شروع ہو گئی۔ روم کے پاس جہاز نہ تھے اور انہیں جہاز بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور ایک جنگی بیڑا تیار کیا۔ کارتھیج والے تنخواہ دار سپاہیوں کی فوج پر بھروسہ رکھتے تھے۔ اس لیئے وہ ہارنے لگے۔ 240 قبل مسیح میں بیس سال کے بعد یہ پہلی جنگ ختم ہوئی۔

قدیم روم

فرانس

سپین

بحیرہ روم

افریقہ

ہینی بال کی فتوحات
..... تاریخ کا راستہ
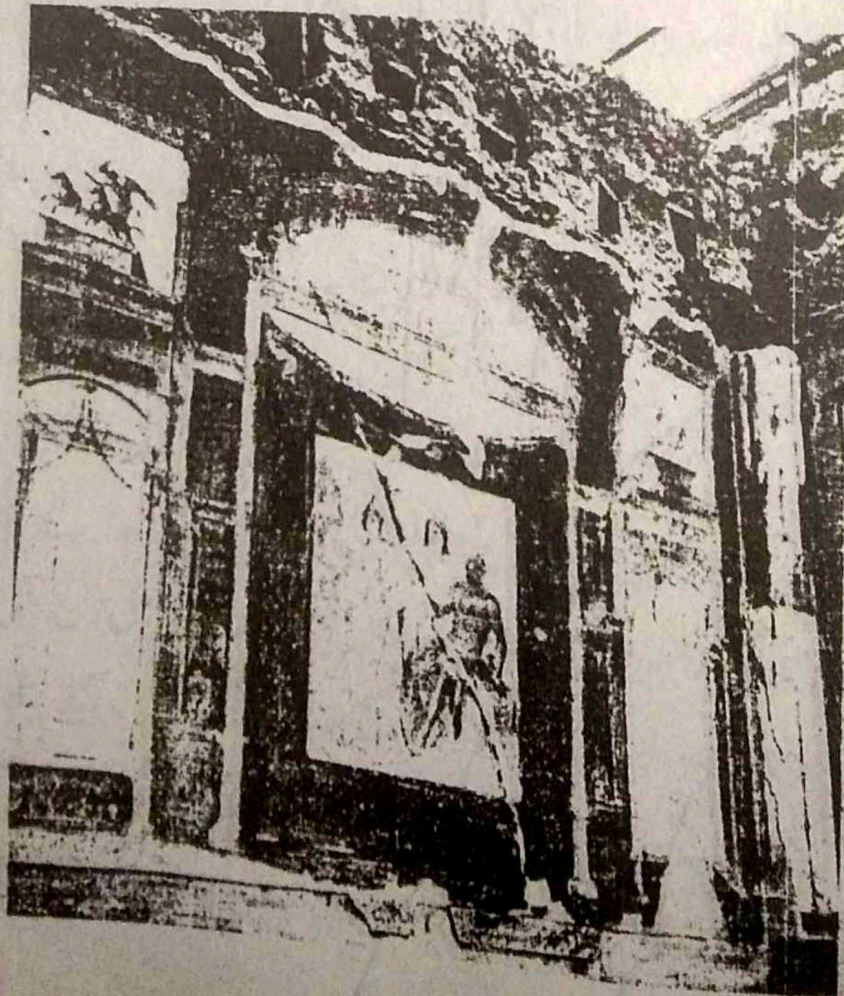
ہینی بال

کارتھیج کے ایک جرنیل ہیملکار نے یہ فیصلہ کیا کہ رومن لوگوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے ایک فوج تیار کرنی چاہیے۔ اس نے سسلی چھوڑ کر کچھ روپیہ دے کر روم سے صلح کی۔ اس طرح روم کی حکومت اٹلی سے باہر پھیلنی شروع ہوئی۔ ہیملکار نے روما پر حملہ کرنے کے لئے پہلے سپین پر حملہ کیا تاکہ اپنے سپاہیوں کو لڑائی کرنا سکھائے۔ اس نے اپنے لڑکے ہینابال کو مرتے ہوئے قسم دی کہ میں کبھی اہل روما کے ساتھ دوستی نہ کرونگا۔

219 قبل مسیح میں ہینی بال نے روم کے ساتھ جنگ شروع کی جو کہ سترہ سال رہی۔ اس نے سپین کے مشرق میں ایک یونانی بستی پر حملہ کیا۔ روم نے ایک قاصد کارتھیج روانہ کیا۔ اب ہینابال روما کے ساتھ اٹلی میں لڑنا چاہتا تھا۔ مگر اس کی راہ میں کئی مشکلات تھیں۔ پہلے پیرینیز کی پہاڑیاں۔ دوسرے گال قبیلے۔ اور تیسرے ایلپس پہاڑ۔ ہینابال اتنی تیزی سے راستے کی مشکلات کاٹتا ہوا گیا کہ گال لوگ اس سے ڈر کر اس کے ساتھ مل گئے۔

اسکی فوج 69 ہزار میں سے 24 ہزار رہ گئی۔ اس نے روم کو لوٹنا شروع کیا۔ روما والوں کو شکست ہوئی اور انکے ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ انہوں نے ''فے بی آس'' کو ڈکٹیٹر مقرر کیا۔ جس کی پالیسی صرف وقت لمبا کرنے کی تھی۔ کچھ اٹیلین قبیلے بھی ہینابال کے ساتھ مل گئے۔ لیکن اہل روم میں طاقت موجود تھی۔ انہوں نے ہینابال کے بھائی کے خلاف سپین میں فوج بھیجی۔ سال گزرنے کے ساتھ ساتھ ہینابال کی فوج کم ہوگئی۔ کارتھیج والے اس کو کچھ مدد نہ بھیجتے تھے۔ رومن جرنیل نے ہینابال کے بھائی ہیڈروبال کو شکست دے کر قتل کیا اور ایک جرنیل ''سی پیو'' کو کارتھیج پر حملہ کرنے کیلئے روانہ کیا گیا۔ جس سے کارتھیج والوں نے ہینابال کو اٹلی سے واپس بلا لیا اور رضا کے

مقام پر ایک لڑائی میں ہینا بال کی تمام فوج ماری گئی اور وہ خود بھاگتا ہوا 183 قبل مسیح میں زہر کھا کر مر گیا۔ ہینا بال کی فوج سولہ سال اٹلی میں رہی مگر وہ اسے فتح نہ کر سکا۔

روما کی طاقت مشرق میں

اس جنگ سے روم بحیرہ روم۔ سپین اور کارتھیج کا مالک بن گیا۔ اس کے پاس ایک زبردست بیڑا ہو گیا۔ اور مغرب میں سب سے بڑی طاقت ہو گیا۔ پچاس سال بعد مشرق کے اوپر بھی روما کی طاقت پھیل گئی۔ ایتھنز والوں نے مقدونیہ کے بادشاہ سکندر کے خلاف روما سے مدد مانگی تھی۔ 197 قبل مسیح میں روم نے یونان کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ 190 قبل مسیح میں شام کے بادشاہ ''اینٹی آکس'' کو ہٹا کر ایشیا کوچک کے اندر کئی بادشاہ بنا دیئے جو سب روم کو اپنا بڑا ملک سمجھتے تھے۔ 148 ق۔م میں مقدونیہ بھی روما کے ماتحت آ گیا۔

کارتھیج کو صوبہ بنانا

149 ق۔م میں کارتھیج کا نیومیڈیا کے بادشاہ کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ یہ بادشاہ روم کا دوست تھا۔ روم نے کارتھیج پر چڑھائی کر دی۔ کارتھیج والے ڈر کر تمام شرطیں ماننے پر تیار ہو گئے۔ انہوں نے سارے ہتھیار بھی روم کے حوالے کر دیئے۔ لیکن جب کہا گیا کہ کارتھیج کو گرا کر سمندر سے دس میل پرے بنایا جائے۔ تو کارتھیج والوں نے از سر نو ہتھیار اٹھا لئے اور تین سال تک مقابلہ کیا۔ اس کے بعد شہر میں بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ رومن سپاہیوں کو ایک گھر میں لڑائی کر کے قبضہ حاصل کرنا پڑا اور کارتھیج کو آگ لگا دی گئی اور افریقہ کے نام سے رومن صوبہ بنا دیا گیا۔ بحیرہ روم کے اردگرد روم کی حکومت قائم ہو گئی۔ اب روم بھی شائستہ دنیا کا سرتاج بن گیا اس کے بعد جتنے جنگ روما والوں نے کیئے وہ ناشائستہ قبیلوں کے خلاف تھے۔

رومن تبدیلیاں

ان فتوحات کا اثر روم پر یہ ہوا کہ ان کے بڑے آدمی سیدھے سادے نہ رہے۔ اب وہ روپیہ والے تھے جو اپنا وقت جنگ میں یا سرکاری کام میں صرف کرتے تھے۔ یونان کو فتح کرنے کے بعد انہوں نے بہت سی نئی تہذیبیں سیکھیں۔ کھانا پینا اور اچھے مکان بنانا، سب اچھی کتابیں

اور پرانی دنیا کی تصویریں لیں۔ روما میں دولتمندوں کی ایک جماعت بڑھ گئی جو اب اپنے آپ کو امیر کہنے لگے۔ ان ہی میں سے اب سینٹ کے ممبر ہوتے تھے اور مجسٹریٹ چنے جاتے تھے۔ جنگ کے بعد ہر ایک آدمی دولتمند بننا چاہتا تھا۔

ہر ایک شخص مجسٹریٹ بننے سے پہلے لوگوں کو کھیلیں دیا کرتا تھا۔ جیسے گھوڑ دوڑ' شیروں کی آپس میں لڑائیاں' اور غلاموں کی آپس میں لڑائی کے تماشے۔ اس طرح غریبوں کی جماعت روما میں بڑی نکمی اور فضول سی بن گئی۔ گاؤں کے لوگ شہروں میں چلے آئے جہاں کہ انہیں عیش کے سامان ملتے تھے۔ کھیتی کرنے کے لئے صرف غلام رہ گئے۔ صوبوں کی حالت بہت قابل رحم ہو گئی۔ ان پر بڑا ظلم ہوتا تھا اور ان کا روپیہ لوٹا جاتا تھا۔

زوال

اب روما میں قانون کی کم پرواہ ہونے لگی۔ امیر جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ غلاموں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ ان کو انتظام میں رکھنا مشکل ہو گیا۔ سسلی میں مفرور غلاموں نے روما کے خلاف جنگ جاری کر دی۔ عوام کو روما کی عزت کی کچھ پرواہ نہ تھی۔ وہ صرف روپیہ لینا چاہتے تھے۔

شہری لوگ فوج میں بھرتی نہ ہوتے تھے۔ چونکہ جنگ غیر ممالک میں دور دراز ہوا کرتی تھی اس لئے فوج میں ایسے آدمی داخل ہو گئے جن کا پیشہ سپاہیانہ زندگی تھا۔ روما کی گورنمنٹ فوج کے ہاتھ میں چلی گئی اس عرصے میں روما کو چند وحشی قبیلوں کے ساتھ جنگ کی ضرورت پڑی جو دریائے رون کے گرد علاقہ پر قابض ہو گئے۔ پانچ سال تک روم کا ڈکٹیٹر میرئس ان کے خلاف جنگ کرتا رہا اس کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ عام لوگ اس کے مشکور تھے اور امیر لوگ اس سے ڈرتے تھے۔

میریس اور سلا

اس بدعملی کا نتیجہ قدرتی طور پر خانہ جنگی تھا جس ملک میں فوج کی قدر بڑھ جائے تو وہاں سول قانون کا زور گھٹ جاتا ہے۔ روما میں فوج کے جرنیل مجسٹریٹوں سے زیادہ اقتدار رکھتے تھے۔

اس لئے روما میں اگلے پچاس سال خانہ جنگی میں گذرے۔ایشیائے کوچک میں آرمیںیا کے قریب سترا ڈےٹیس علاقے فتح کرتا جارہا تھا۔روم نے اس کے خلاف جنگ میں ''سلا'' کو جرنیل مقرر کیا۔میریس خود جرنیل مقرر ہونا چاہتا تھا۔ایک ٹربیون نے تجویز دی کہ میریس کو کمان دی جائے سلا کی فوج نے یہ سن کر روم پر چڑھائی کر کے اس ٹربیون کو قتل کردیا۔میریس کو وہاں سے بھگا دیا تھا۔سلا ایشیائے کوچک کی طرف روانہ ہوگیا۔جہاں کہ میتھرا ڈیٹیس نے ڈیڑھ لاکھ کے قریب اٹلین قتل کروائے۔میتھرا ڈیسٹس کی حالت بگڑنے لگی اور اس نے 84ق۔م میں ''سلا'' سے صلح کی درخواست کی۔سلا نے منظور کرلی۔میریس جو جلاوطنی میں افریقہ جا پہنچا تھا وہاں سے واپس بلالیا گیا اور اس نے کونسل ''سنا'' کی مدد سے ان تمام آدمیوں کو قتل کروا ڈالا جو کہ اس کے خلاف تھے۔سلا کے آنے سے پہلے میریس مرگیا۔جب سلا آیا تو کونسل ''سنا'' کو بھی قتل کردیا گیا۔سلا روما میں داخل ہو کر اپنے دشمنوں کو قتل کرنے لگا۔قریباً 40 ہزار اچھے رومن آدمی مارے گئے۔اس کے بعد اسے ڈکٹیٹر بنا دیا گیا۔وہ 89ق۔م میں وہ ایک گاؤں میں خانہ نشینی میں مرگیا۔

اس وقت اسپین میں میریس کے ایک افسر نے بغاوت برپا کی۔رومن فوج اس کو دبا نہ سکی۔جرنیل پامپیس بھی کامیاب نہ ہوا۔لیکن اس کے اپنے افسروں نے 72ق۔م میں اسے قتل کرڈالا۔مشرق میں میتھرا ڈیسٹس کو رومن فوج روک نہ سکی کچھ غلام بھی باغی ہوگئے۔انہوں نے بغاوت کی ان کی تعداد چالیس ہزار تھی۔جس سے روم کو بڑا خطرہ ہوگیا۔آخر کار ان کی آپس کی پھوٹ کی وجہ سے کریس نے ان کو شکست دی۔دونوں جرنیل کریس اور پامپیس روما میں داخل ہوئے اور کونسل بنا دیے گئے۔

پامپیس نے ایشیائے کوچک میں میتھرا ڈیسٹس کو بھگا دیا۔ٹام اوارت کو فتح کیا اس وقت روما میں بڑی بھاری تقریر کرنے والا ''سیسرو'' تھا۔

سیزر

عوام کی پارٹی کا آدمی اس وقت سیزر تھا۔جس نے کہ سنا کی لڑکی سے شادی کی تھی۔

جب پامپیس واپس آیا تو اس کا سینٹ کے ساتھ اختلاف شروع ہوگیا۔ سیزر نے پامپیس اور کریس کے ساتھ اتفاق کرلیا۔ 59 ق۔م میں سیزر کو کونسل بنادیا گیا پھر پانچ سال کے لئے گال کا گورنر مقرر رہوا۔

سیزر نے سات سال کے اندر پیریز اور رائن کے درمیانی علاقے کو فتح کرلیا۔ 54 ق۔م میں اس نے برٹن پر حملہ کیا۔ اس نے گال والوں کو رومن طریقے اور خیالات سکھلائے۔ جب بعد میں روما کا تنزل ہوا تو روما کے کئی بڑے آدمی گال میں سے نکلے۔ سیزر نے ان فتوحات میں بہت سے غلام بنالئے اور بہت سارو پیہ اکٹھا کیا۔ بعد میں سیزر کی مدد سے پامپیس اور کریس دونوں کونسل منتخب کئے گئے اور انہوں نے یہ تجویز دی کہ سیزر کو پانچ سال کیلئے اور گال میں رکھا جائے اسطرح سب طاقت تین آدمیوں کے ہاتھ میں ہوگئی امیروں کی طاقت گرگئی۔

سیزر اور پامپیس

53 ق۔م میں کریس ایک لڑائی میں مارا گیا۔ پامپیس ابھی تک روما میں تھا۔ اکیلے ہوجانے کی وجہ سے وہ اب سیزر سے حسد کرنے لگا۔ سیزر کے دوست اسے پسند نہ کرتے تھے۔ اس لئے اب دو پارٹیاں ہوگئیں۔ پامپیس امیروں کا طرفدار تھا اور سیزر غریبوں کا۔

سیزر نے سینٹ سے کہا کہ وہ دونوں ایک ہی وقت میں مجسٹریٹی کا عہدہ چھوڑ دیں۔ سینٹ نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اس کے ٹریبیون بھاگ کر سیزر کے پاس پہنچے۔ 49 ق۔م میں جنگ شروع ہوگئی۔ سیزر فوج لئے اچانک آ پہنچا۔ اور پامپیس سینٹ کے ساتھ یونان چلا گیا۔ سیزر تمام اٹلی کا مالک بن گیا۔ اس نے سپین میں پامپیس کے جرنیلوں کو شکست دی۔

اس کے بعد یونان میں پامپیس کو شکست ہوئی۔ پامپیس مصر بھاگ گیا اور وہاں کشتی میں قتل کردیا گیا۔ جب سیزر مصر میں پہنچا تو ایک چودہ سالہ لڑکے ٹالمی اور اس کی بہن کلیوپیٹرا کے درمیان جھگڑا اچل رہا تھا وہ لڑکا مارا گیا اور سیزر نے کلیوپیٹرا کو مصر کی ملکہ بنادیا۔ پھر سیزر کو پامپیس کی پارٹی کے خلاف افریقہ اور سپین جانا پڑا۔ اب سیزر رومن دنیا کا مالک اور ڈکٹیٹر بن گیا۔ سیزر کی خواہش تھی کہ جمہوری گورنمنٹ کو بادشاہت میں تبدیل کرائے۔

اسے ایک سازش سے 15۔ مارچ 66 ق۔م میں سینٹ ہوس میں قتل کر دیا گیا سیزر جسمانی اور دماغی لیاقت میں سب سے بڑا آدمی سمجھا جانا چاہیے۔ وہ بڑا جرنیل۔ منصف اور مدبر تھا۔ اس کے قاتل کیس اور بروٹس تھے۔ اس کے جرنیل انٹونی اس نے بروٹس وغیرہ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور وہ روم سے بھاگ گئے۔ سیزر کا وارث اس کا بھانجا آکٹیویس تھا۔ جب انٹینی اور رسینٹ کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو وہ سینٹ کی طرف ہو گیا۔ انٹینی کو شکست ہو گئی۔ سینٹ نے اسے کونسل منتخب مقرر کیا۔ اس نے سپین کے گورنر لیپی ڈس اور اینٹی کے ساتھ دوستی کر لی۔ پہلے پہل ان کو بروٹس اور کیسیس کی فوج کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا۔ انٹینی ان کی فوجوں کو شکست دے کر مصر گیا اور کلیوپیٹرا کے ساتھ ہی رہنے لگ گیا۔

ہینی بال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عیسائیت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام 4 ق م میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ یہودیوں کی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ 29ء میں آپ کا صعود آسمانی ہوا۔ اس کے بعد آپ کے پیروکار یہودیوں کا ہی ایک فرقہ خیال کیے جاتے تھے۔ آپ کے پیروکاروں نے آپ کا پیغام پھیلانے میں بڑی محنت سے کام لیا اور سخت تکالیف برداشت کیں۔ پطرس، برناباس آپ کے مشہور حواریوں میں تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور رومی تہذیب کے زیر اثر آپ کی تعلیمات میں تہذیبی اضافے ہو گئے اور آپ کو خدا کا بیٹا قرار دینے کا نظریہ قائم ہو گیا۔ 325ء تک آپ کے ماننے والوں کو الگ مذہب کے متبعین کا درجہ مل گیا اور اسی سال میں عیسائیت عالم روم کا سرکاری مذہب بن گیا۔ اس کے بعد عیسائیت کو یورپ اور شمالی افریقہ میں تیزی سے عروج حاصل ہوا۔

قدیم بیت المقدس
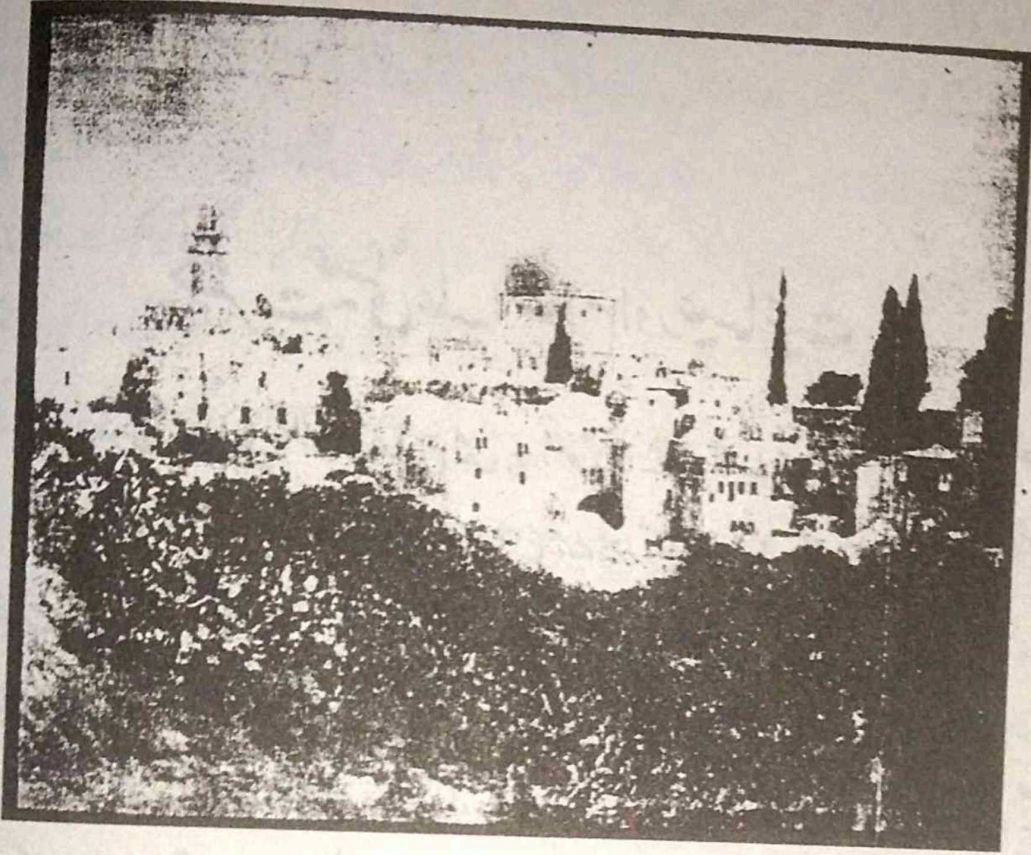
رومیوں کے ہاتھوں قدیم اسرائیل کی تباہی
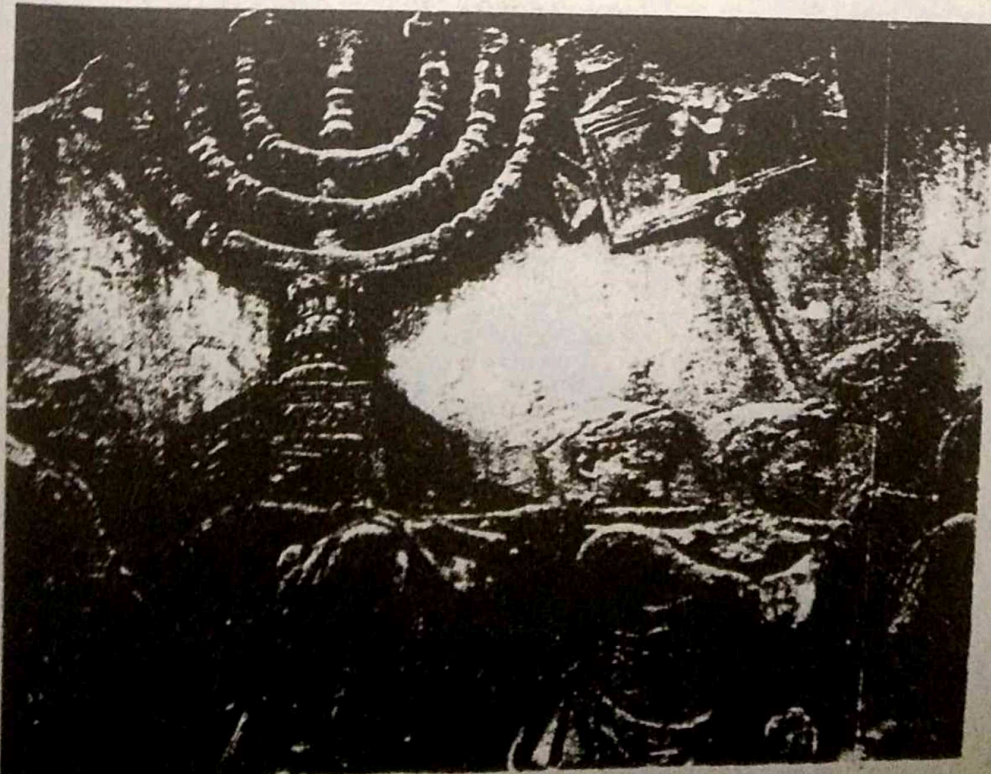
تاریخِ عالم کا خاکہ

فاراوہ نارمر شمالی اور زیریں مصر کو متحد کرتے ہیں	C.3000 B.C
فاراوہ چیوپ بادشاہت کا آغاز کرتے ہیں	C.2958 B.C
پیپی لز کی موت سے پرانی مصری بادشاہت کا خاتمہ	C.2420 B.C
لاگاش کے ارو کاجینا سمیرین بادشاہت تخلیق کرتے ہیں	C.2378 B.C
لوگا گزاگیسی ارو کاجینا کی بادشاہت کو فتح کرتے ہیں	C.2371 B.C
اکاد کا بادشاہ سارگون اوِل سیمریوں کو فتح کرتا ہے	C.2340 B.C
گوتاین سارگون خاندان کا تختہ الٹ دیتے ہیں	C.2230 B.C
ار۔نمو کا قانونی ضابطے طے پاتا ہے	C.2100 B.C
مصری وسطی بادشاہت کا آغاز	C.2040 B.C
حموربی سلطنت بابل کا حکمران بنتا ہے	C.1792 B.C
کسایٹ بابل میں اپنی خاندانی بادشاہت کی بنیادر کھتے ہیں	C.1732 B.C
ہیکساس قبائل مصر پر حملہ آور ہوتے ہیں	C.1720 B.C
حتی بابل کو چھین لیتے ہیں	C.1595 B.C
احموس اول ہسیکسیوں کو مصر سے نکال باہر کرتا ہے	C.1570 B.C
آریا ہندوستان پر حملہ کرتے ہیں	C.1500 B.C
میکدیان یونا ین کریٹ کے محلات کو تباہ کر دیتے ہیں	C.1400 B.C
رعمسیس دوم حتیوں کے ساتھ معاہدہ امن پر دستخط کرتا ہے	C.1200 B.C

یونان میں میکینان کے محلات چھین لئے جاتے ہیں	C.1200 B.C
نئی مصری بادشاہت کا تختہ الٹ دیا جاتا ہے	C.1087 B.C
چین میں چاؤ بادشاہ شانگ خاندان کا تختہ الٹ دیتے ہیں	C.1027 B.C
داؤد یبوسیوں سے یروشلم پر قبضہ کر لیتے ہیں	C.100 B.C
روم کی بنیاد	735 B.C
اسیریا کا تنگلاتھ پلیسیر سوم بابلونیا کو فتح کرتا ہے	745 B.C
بابل اور میدا اس کے لوگ نینوا کو تباہ کرتے ہیں	606 B.C
فارواہ نیو کو نیبوکدنیزر شکست دیتا ہے	505 B.C
فارس کا بادشاہ سائرس دوم میدیا کو فتح کرتا ہے	550 B.C
سائرس دوم سلطنت فارس کی بناڈالتا ہے	539 B.C
فارس کا کمائسس مصر کو فتح کرتا ہے	525 B.C
یونانی یورپ پر فارس کا حملہ پس پا کر دیتے ہیں	480 B.C
اسس کے میدان میں سکندر، داریوس کو شکست دیتا ہے	333 B.C
سکندر کی وفات	323 B.C
سلیوکس نیکاتور بابل پر قبضہ کر لیتا ہے	311 B.C
چندر گپت ہندوستان میں سلیوکس کو شکست دے دیتا ہے	303 B.C
آرسیکیس اول پارتھی بادشاہت کی بنیاد رکھتا ہے	247 B.C
شیہہ ہوانگ تائی چینی شہنشاہیت تشکیل دیتا ہے	221 B.C
ہنی بال کنائی کے میدان میں رومیوں کو شکست دیتا ہے	216 B.C
عظیم دیوار چین پر تعمیراتی کام کا آغاز	197 B.C
رومی میسی ڈون کے فلپ خامس کو شکست دیتے ہیں	197 B.C
تیسری پیونک جنگ کے بعد کارتھیج تباہ	146 B.C

تبریس گراشیس کا قتل	133 B.C
(غلام) سپارٹیکس کی بغوت کو رومی کچل دیتے ہیں	71 B.C
بارکس کراسس کو پارتھی دیتے ہیں	53 B.C
پومپئی کو جیولیس سیزر مقام فارسلس پر شکست دیتا ہے	48 B.C
جیولیس سیزر کا قتل	44 B.C
انتھونی اور کلیو پٹیرا کو اوکٹیوین شکست دیتا ہے	31 B.C
جرمن تین رومی افواج کو نابود کر دیتے ہیں	9 A.D
ہن بادشاہت کا خاتمہ	200 A.D
اردشیر فارس کی ساسانی بادشاہت کی بناڈالتا ہے	227 A.D
چندر گپتا اول گپتا بادشاہ کی بنیاد رکھتا ہے	320 A.D
کانسٹنٹائن اول شہر قسطنطنیہ کی بنیاد رکھتا ہے	330 A.D
وسیگوتھ بادشاہ الارک روم پر قبضہ جمالیتا ہے	410 A.D
ایفتھالائٹ ہن ہندوستان پر حملہ آور ہوتے ہیں	470 A.D
مغرب میں آخری رومی بادشاہ معزول	476 A.D
چین میں سوئی بادشاہت کی تشکیل	581 A.D
ہندوستان میں بادشاہ ہرش کی وفات	647 A.D
تائی سنگ چین کا بادشاہ بنتا ہے	627 A.D
سلیمان قسطنطنیہ پر قبضہ میں ناکام رہتا ہے	718 A.D

✿

رومن ایمپائر کا عروج
1ء تا 627ء

آگسٹس

ہم نے پہلے پڑھا ہے کہ اینٹنی مصر کی ملکہ کے عشق میں وہاں ہی رہنے لگا اور روما کے لوگ اسے برا سمجھنے لگے۔ اور آکیٹویس کی ہر دلعزیزی بڑھنے لگی۔ آخر دونوں کے درمیان آکیٹن کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ جس کے بعد قلوپطرا نے خود کو سانپ سے کٹوا لیا جس پر اینٹنی نے بھی خودکشی کر لی۔ اس سے قبل آگسٹس لیپی ڈس کو بھی ایک شکست دے چکا تھا۔ روما میں واپس آنے پر اس نے دیکھا کہ لوگ فساد سے بہت تنگ ہیں۔ آگسٹس نے کھلے طور پر بادشاہ بننے کا خیال ٹھیک نہ سمجھا۔ اس نے آہستہ آہستہ تمام عہدے اپنے ہاتھ میں لے لیے۔

اٹلی

سوشل جنگ کے دوران میں اٹلی کے تمام رہنے والوں کو رومن حقوق مل گئے لیکن باہر کے صوبے اس قسم کا کوئی حق نہ رکھتے تھے۔ آگسٹس کے بادشاہ بن جانے کے بعد اس نے صوبوں کو بھی آہستہ آہستہ رومن حقوق دے دیئے۔ سب صوبوں کو رومن قانون کا حق مل گیا اور صوبوں کی گورنمنٹ فوراً اچھی ہو گئی۔

صوبوں میں ہر جگہ رومن بستیاں بنائی گئیں جہاں رومن لوگ جاتے اپنی زبان پھیلانا ضروری سمجھتے تھے۔ پہلے تو اٹلی کی تمام زبانیں ہٹا کر لاطینی زبان جاری کی گئی۔ پھر افریقہ' گال' سپین اور برٹن میں جن کو رومن نے فتح کیا اپنی زبان اور تعلیم کے ذریعے سے وہاں کے لوگوں کو

رومن فیشن اور رومن قانون سکھلائے۔ صرف یونانی لوگوں نے اپنی زبان کو نہ چھوڑا۔

مفتوح قوموں نے آزادی کی خواہش اور امید چھوڑ دی اور اپنی ہستی کو روما میں ملا دیا۔

شاہ کی حکومت دریائے ٹیمز اور دریائے نیل پر ایسی ہی تھی جیسی کہ دریائے ٹائبر پر۔

ٹائی بیری اس

آگسٹس نے 14ء میں 76 سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس کی جگہ اس کا سوتیلا بیٹا "ٹائی بیری اس" جانشین ہوا۔ اسے آگسٹس کی زندگی میں سب عہدے اور اختیارات مل گئے۔ چند سال اس نے اچھی طرح حکومت کی مگر بعد میں اس نے بہت ظلم کرنا شروع کر دیا۔ گورنمنٹ ایک آدمی کی ہوگئی۔ اب اس کی گارد کا کپتان حکومت کرتا تھا اس نے بادشاہ کے سب رشتہ داروں کو قتل کروا دیا آخر بادشاہ نے سینٹ کو خط لکھا کہ اسے پکڑ کر قید کر لیا جائے اس پر اسے قید خانے میں قتل کر دیا گیا۔

ظالم نیرو

54 سے 68 تک "ٹائی بیری اس" کے مرجانے پر دو بادشاہ تھوڑی دیر تک حکومت کرتے رہے۔ ایک کا نام کلاڈیس تھا جس کو ایک عورت نے اپنے بیٹے نیرو کو متبنیٰ بنوایا۔ اور پھر اسے زہر دے دیا۔ نیرو ظلم کا نمونہ سمجھا جاتا ہے جس کو چاہتا قتل کرا دیتا۔ اس نے اپنی ماں کو قتل کروا دیا۔ 64 میں شہر کو آگ لگ گئی۔ وہ پہاڑ کی چوٹی پر جا کر سارنگی بجاتا رہا۔ رومن ایمپائر کے قائم ہوتے ہی لوگوں نے اپنی قومیت کھو دی۔ اس کے بعد نیرو کے خلاف اتنی نفرت ہوگئی کہ اس نے خودکشی کر لی۔ اس کی موت پر سینٹ نے سپین کے جرنیل "گلبا" کو بادشاہ بنا دیا۔ گارڈ نے اسے قتل کر کے آتھو کو بادشاہ مقرر کیا۔ جرمن سرحد کی فوج نے اپنے جرنیل وائی ٹیلس کو چن لیا۔ آتھو کو شکست ہوئی اس نے بھی خودکشی کر لی۔ سیریا کی فوج نے بادشاہ کو پسند نہ کیا اور اپنے جرنیل "فیلیے وی اس وس پیسی اس" کو بادشاہ بنا لیا لڑائی میں وائی ٹیلس مارا گیا۔

خاندان فیلیے وین کے بادشاہ

69ء و 192ء اس خاندان کے بادشاہ سو سال تک حکمران رہے۔ یہ صدی روما کی

تاریخ میں آرام اور خوشحالی کے صدی ہوئی۔ ہر بادشاہ اپنے بعد لائق آدمی کو اپنا جانشین مقرر کرتا تھا۔ ''دس پیسی آس'' نے بڑی دانائی سے ملک میں امن اور فوج میں انتظام قائم رکھا۔

اسکے بیٹے ''ٹائی ٹس'' نے یہودیوں کی بغاوت فرد کی اور انکا شہر اور مندر یروشلم جلا کر انہیں ادھر ادھر بکھیر دیا۔ اسکے عہد میں 80ء کے قریب وسوئس پہاڑ پھٹا جس میں شہر پمپی دب گیا۔

دوسرے بادشاہ نے جو کہ سینٹ کا ایک بوڑھا ممبر تھا بڑی لیاقت سے برائیاں دور کیں۔ راٹن فوج کے جرنیل ''ٹراجن'' کو متبنی بنایا۔ یہ شخص نہ اٹلین تھا اور نہ رومن بلکہ سپین کا باشندہ تھا۔ یوں ایمپائر کے امور برابری کا خیال خود بخود پھیل گیا تھا۔ اس نے 101ء میں ڈینوب عبور کر کے ڈیشین قبیلہ فتح کیا اس کا جانشین ''ہیڈریان'' ہوا۔ وہ جنگ کو پسند نہ کرتا تھا۔ یہ پہلا بادشاہ تھا جو صوبوں کا دورہ کرتا تھا۔ اس نے گال کے ایک شخص ''لائی ٹس'' کو متبنی بنایا جو لوگوں سے بہت پیار کرتا تھا۔ اس نے مارکس اور ویرس کو اپنا متبنیٰ بنایا اور مارکس کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کرادی۔ مارکس چھوٹی عمر میں ''ستواک'' (فرقہ کا ماننے والا) ہو گیا تھا جو کہ صرف نیکی کو اچھا اور برائی کو برا سمجھتے تھے۔

رومن ایمپائر کا تنزل

سپاہیوں کے بادشاہ

آخری بادشاہوں کے دور میں وحشی قبیلے رومن ایمپائر کے مختلف حصوں میں زور پکڑنے لگے اور روما کی فوج کمزور ہونے لگی رومن ایمپائر میں عیسائی لوگ بھی رہتے تھے اور حملہ کرنے والے وحشی قبیلے بھی کافر تھے۔ روما ان وحشی قبیلوں کے ساتھ لڑتا ہوا خود عیسائی ہوگیا۔ مارکس کا بیٹا صرف کھیلوں کا بڑا مشتاق تھا۔ اس کے وقت میں طاقت اس کے وزیر کے ہاتھ میں تھی۔ اس وزیر نے پندرہ سو سپاہی جو برطانیہ سے چل کر روما میں آئے اور اس کو قتل کر دیا۔ خود بادشاہ کو بھی اس کی رکھی ہوئی ایک عورت نے زہر کا پیالہ پلا دیا اور نوکر نے گلا گھونٹ کر مار دیا۔ اس کے مرنے کے بعد ''پرٹینکس'' کو بادشاہ بنایا گیا۔ گارد اس کی سخت مزاجی سے بہت تنگ آئی اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس کو قتل کر دینے کے بعد طاقت فوج کے ہاتھ میں آ گئی۔

برطانیہ' سیریا اور پیمبرونیا کے جرنیل اپنے آپ کو تخت پر بٹھانا چاہتے تھے۔ روما میں دو امیدوار تھے ایک پچھلے بادشاہ کا سسر اور دوسرا ایک دولت مند سینٹ کا ممبر جس کا نام ڈیڈیس تھا۔ جسے فوراً بادشاہ مشتہر کر دیا گیا اور تین ماہ کے بعد قتل کر دیا گیا۔

پھر ''سیویرس'' بادشاہ بنا جس نے مقدونیہ اور سپین وغیرہ کے سپاہی گارد میں داخل کر کے ان کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچائی اور انہیں اور کئی رعایتیں دیں تا کہ وہ اس پر خوش ہو کر اس کے ساتھ رہیں اور وہ ایمپائر کا کلی مالک ہو گیا۔ یہ شخص رومن ایمپائر کے تنزل کا خاص باعث بنا۔

کرکلا۔ 112ء۔ 117ء

برطانیہ میں بغاوت کی خبر آنے پر وہ بڑا خوش ہوا اور اپنے بیٹوں کو جنگ کا تجربہ کرانے

کے لیے وہاں لے گیا۔ وہاں اس کی موت واقع ہوئی۔ جس کے بعد فوج نے دونوں کو بادشاہ بنا دیا اور دونوں نے واپس آ کر اکٹھی حکومت کرنی شروع کی۔ بڑے کا نام کرکلا تھا کرکلا کے چھوٹے بھائی کا نام گیٹا تھا۔ ایک دفعہ ایک سپاہی نے اس پر حملہ کر دیا ماں نے مزاحمت کی۔ وہ بھی زخمی ہوگئی۔ کرکلا سپاہیوں کو دلیری دیتا قتل ہوگیا۔ اس واقعہ کی یاد اسے گھبرا دیا کرتی تھی۔ اس نے ان سب آدمیوں کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا جن کو دیکھ کر اسے اپنے بھائی کی یاد ہو۔ اس طرح کوئی بیس ہزار مرد اور عورتیں قتل کر دیئے گئے۔

جب کبھی وہ ایسی بات کرتا تھا جس سے فوج ناراض ہوتی تھی تو اس کو زیادہ روپیہ دے کر فوج کو خوش کرنا پڑتا تھا۔ اس وجہ سے اسے بہت ٹیکس لگانے پڑے۔ اس لیے اس نے سپاہی کو اکسا کر بادشاہ کو قتل کرا دیا۔ اور گارد نے اس کو بادشاہ بنا دیا۔ لیکن چونکہ خزانہ خالی تھا۔ اس لیے اس نے کفایت شعاری کرنی شروع کی۔ اس سے سپاہی ناراض ہوگئے۔

سیویرس بادشاہ کی عورت کی بہن کی دو لڑکیاں تھیں۔ جن کا ایک ایک لڑکا تھا۔ اس عورت نے اپنے ایک دوہتے کو ایک مندر کے سپرد کر دیا تھا۔ اس کی شکل اور لباس سپاہیوں کو بہت پسند آیا۔ اس کا چہرہ کرکلا سے ملتا تھا اور اس کی نانی نے اپنی لڑکی کی عزت کی پرواہ نہ کر کے یہ کہہ دیا کہ وہ کرکلا کا لڑکا تھا۔ سیریا کی تمام فوج اس کے گرد جمع ہوگئی۔ لڑائی ہوئی اور میکرنیس بھاگ گیا اور وہ بادشاہ بن گیا۔ سیریا سے وہ بڑی شان وشوکت سے اٹلی آیا۔ وہ اتنا بدمعاش نکلا کہ اس کی بدچلنی کی کوئی حد نہ رہی۔ اس کی نانی نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنے دوسرے دوہتے کو جس کا نام الیگزنڈر تھا متبنیٰ بنائے۔ یونہی افواہ مشہور ہوگئی کہ الیگزنڈر مار دیا گیا ہے۔ کچھ سپاہیوں نے اسے دیکھنا چاہا۔ بادشاہ نے ان کو سزا دی۔ جس پر گارد نے اسے قتل کر کے اس کی لاش گلیوں میں کھینچتے ہوئے دریائے ٹائبر میں پھنکوا دی اور الیگزنڈر کو بادشاہ بنا دیا گیا۔ یہ شخص بڑا نیک اور علم سے محبت کرنے والا تھا۔ فلاسفی اور شعروں کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ اس کے وقت میں مشرق میں ایک بڑا انقلاب ہوا۔ ایران کے ایک بادشاہ اردشیر نے پارتھین کی حکومت کو تباہ کر کے ایرانی ایمپائر کی بنیاد ڈالی۔ رومن فوج اس کے خلاف بھیجی گئی لیکن ان کو کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ اس پر سپاہیوں نے اسے قتل کر ڈالا اور

میکمن کو بادشاہ بنالیا۔

میکسی مس

یہ نسل کا گاتھ تھا۔ بادشاہ سیویرس یونان سے گذر رہا تھا جبکہ یہ شخص کشتی کے لیے آیا اور سولہ آدمیوں کو کشتی میں پچھاڑ دیا۔ بادشاہ نے اسے فوراً گارو میں لے لیا اور جلدی عہدہ دار بنا دیا۔

کرکلا کی موت پر اس نے نوکری چھوڑ دی۔ الیگزنڈر کے وقت میں پھر آ گیا اور اب بادشاہ بن گیا وہ عالموں اور امیروں سے بہت نفرت کرتا تھا اور پاس تک نہ آنے دیتا تھا۔

افریقہ میں چند نوجوانوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا اور اپنا الگ بادشاہ چن لیا۔ سینٹ بادشاہ سے بہت تنگ آئی ہوئی تھی۔ انہوں نے ''میکسی مس'' کو ملک کا دشمن قرار دیا۔ سینٹ نے دو پرانے سینٹ کے ممبروں میکسی اس اور بالبی نس کو بادشاہی کا خطاب دے دیا اس کی فوج سب باغی ہوگئی اور اسے ایک سپاہی نے قتل کر ڈالا۔

سینٹ کے بادشاہ

دونوں سینٹر بادشاہوں نے اچھے قانون بنائے اور سول گورنمنٹ کو بحال کرنے کی کوشش کی مگر ان کے دل میں فوج سے ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا۔ فوج کو سینٹ کے بنائے ہوئے بادشاہ پسند نہ تھے' وہ ان کے خلاف شکایتیں کرنے لگے ایک دن جب شہر کھیلوں میں مصروف تھا تو کچھ قاتل محل میں گھس گئے اور دونوں کو زخمی کر کے قتل کر ڈالا اور انیس سالہ ایک لڑکے گارڈینس کو بادشاہ بنالیا۔ اس کے وقت میں ایرانیوں نے میسوپوٹیمیا پر حملہ کیا۔ بادشاہ خود فوج لے کر پہنچا اور فتح حاصل کی۔ اس کا سسر میٹی اس مارا گیا۔ اس کی جگہ اس نے جنم کے ایک عرب شخص فلپ کو مقرر کیا۔ اس نے سازش کر کے بادشاہ کو قتل کروا ڈالا اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ پانچ سال کے بعد 299ء میں فوج میں ایک بغاوت ہوئی۔ اس نے ایک سینٹر ''ڈیسی اس'' کو فوج کے خلاف روانہ کیا جو فوج کے ساتھ مل گیا اور لڑائی کر کے فلپ کو قتل کر ڈالا۔ ڈیسی اس بادشاہ بن گیا۔ اس کے وقت میں پہلی مرتبہ گاتھ قبیلے نے ڈینیوب پر حملہ کیا۔ فرینک قبیلے نے گال اور سپین کو فتح کیا۔ ان لوگوں کا آغاز سیکنڈے نیویا سے کہا جاتا ہے۔ ان کا لیڈر ایمالا تھا جس سے دسویں نسل میں تھیوڈرک ہوا۔ اس

کے اندر تین بڑے قبیلے تھے۔ وسٹیر وگاتھ آسٹروگاتھ اور جسے پیڈی۔ جب انہوں نے شہروں کو لوٹنا شروع کیا تو بادشاہ ان کے مقابلے پر گیا مگر لڑائی میں مارا گیا۔ اس کا بیٹا بادشاہ بنا جس نے وحشی قبیلوں سے صلح کرلی۔ سپاہی اس سے ناراض ہو گئے اور ایک اور شخص کو بادشاہ بنا دیا۔ جس نے گیلس کو قتل کر دیا۔ گیلس کے ایک جرنیل ویلیرین نے گال سے واپس آ کر اس گورنر کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔

ویلیرین 257ء سے 260ء

شاہ فارس اردشیر کے بیٹے سپر نے آرمیدیا پر چڑھائی کی آرمیدیا والوں نے رومن بادشاہ سے مدد کی درخواست کی۔ بادشاہ ایرانیوں کے خلاف لڑائی پر گیا لیکن ایرانیوں نے اسے قید کرلیا۔ اس کے عہد میں گاتھ لوگوں نے بڑی تیاری کر کے یونانی لوگوں کو لوٹنا شروع کیا تھا اور تین مرتبہ ایتھنز پر قبضہ کیا تھا۔

اسکا بیٹا گینیس اچھا بادشاہ تھا' اچھا شاعر تھا لیکن گورنمنٹ کا انتظام نہ کرسکتا تھا۔ اسکے عہد میں بہت سے جرنیل بادشاہی کے دعویدار ہو گئے۔ اس ابتری کے زمانے میں بہت سے بھونچال اور طوفان آئے' قحط اور بیماریاں پھیلیں۔ 250ء سے 265ء تک ہر شہر اور ہر گھر میں پلیگ تھی۔ ایک وقت اکیلے روما میں پانچ ہزار روزانہ اموات ہوتی تھیں۔ سکندریہ کی نصف آبادی ماری گئی اور بہت سے قصبے تباہ ہو گئے۔

آخر کار سیریا کا ایک بہادر سپاہی کلاڈیس اٹھا اور گاتھ حملہ آوروں کو پیچھے ہٹایا۔ اس پر ڈینیوب کی فوج نے اریس کو اپنا بادشاہ بنالیا تھا۔ جب کبھی جرنیل آپس میں ملتے تھے تو وحشی قبیلوں کو صوبوں کے لوٹنے کا موقع ملتا تھا۔ اس سے رومن نالائق ہوتے گئے۔ آریلس نے روما پر حملہ کیا۔ بادشاہ اس کے مقابلے پر گیا لیکن میلان شہر کے اندر اسے دھوکا دے کر مار دیا گیا۔ مرتے ہوئے گیلنس نے کلاڈیس کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ کلاڈیس نے گاتھ وحشیوں کو جو روما کی طرف بڑھتے آ رہے تھے دبانا چاہا اور ایک بڑی فوج لے کر مقدونیہ پر حملہ کیا۔ لڑائی میں اس کے پچاس ہزار آدمی مارے گئے اور دو سال بعد بادشاہ بھی وبائی بیماری سے مر گیا۔ اس کے جانشین "آری لینس"

نے پانچ سال کے اندر گاتھک جنگ کا خاتمہ کیا اور گال، سپین اور برٹن کو ظالموں کے ہاتھوں سے رہائی دلائی۔اس کے بعد ڈائی کلیشن بادشاہ بنا۔

ڈائی کلیشن

اسکے ماں باپ غلام تھے لیکن سپاہیوں نے اسے بادشاہ چن لیا۔اس نے ایک جرنیل میکسیمین کو اپنا حصہ دار بنالیا اور اسے آگسٹس کا خطاب دیدیا۔ بعدازاں دو اور جرنیل گلیرلیس اور کانسٹنٹی اس کو سیزر کا خطاب دیکر اپنے ساتھ شامل کیا۔اس طرح رومن ایمپائر چار صوبوں میں منقسم ہو کر چار اشخاص کی حکومت میں آ گئی۔ تھریس، مصر اور ایشیا ڈائی کلیشن کے نیچے رہا۔اٹلی اور افریقہ پر میکسیمین کی حکومت تھی۔گال، سپین اور برٹن پر کانسٹنٹی اس کی۔ ڈینیوب کے صوبے پر گلیرلیس کی۔ انہوں نے سب جگہ بغاوت کو دبا کر سپاہیوں کو دیواریں بنانے میں لگا دیا۔

اس جاہ وحشمت کے ذریعے سے ''ڈائی کلیشین'' نے بادشاہ کو سپاہیوں سے تمیز کرنے کی بنیاد ڈالی۔ اکیس سال کی محنت کے بعد اس کی صحت خراب ہونے لگی۔305ء میں وہ ایک تنہا محل میں رہنے کے لیے چلا گیا جہاں نو سال تک زندہ رہ کر مر گیا۔

قدیم رومی اسٹیڈیم (اٹلی)
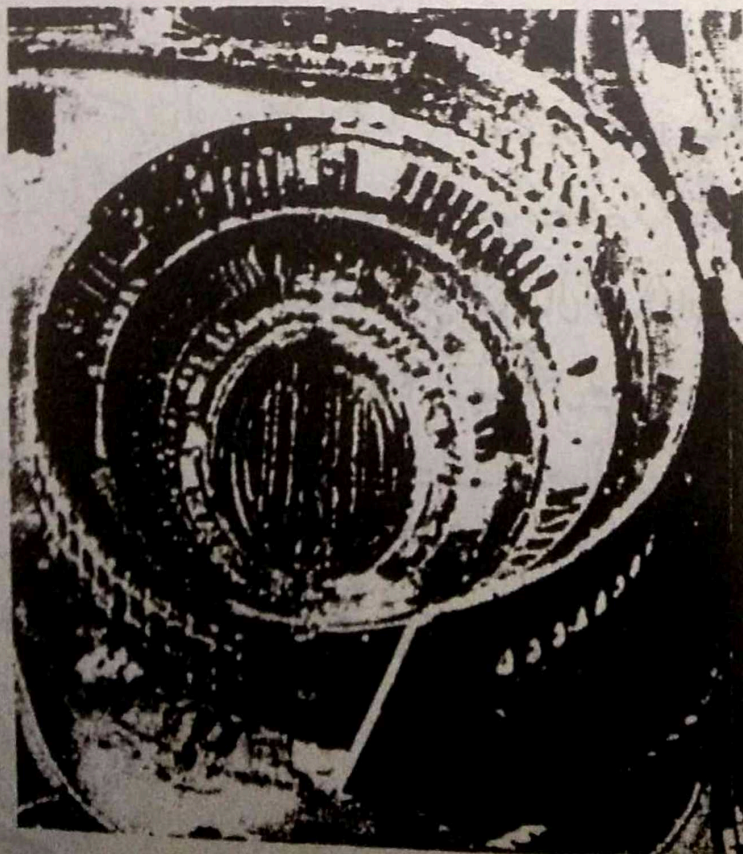
کانسٹینٹائن اعظم 323ء سے 347ء

اسکے بعد 323ء تک خانہ جنگی ہوتی رہی جس سال کہ کانسٹینٹائن نے جو اپنے باپ کی موت پر 306ء میں برٹن کا سیرز بنایا گیا تھا' رومن ایمپائر کو ایک طاقت کے نیچے کر لیا۔ آہستہ آہستہ سب پر غالب آ کر اکیلا ایمپیرر بن گیا۔ کانسٹینٹائن نے رومن ایمپائر کو مطلق العنان حکومت میں بدل دیا۔

اس نے رومن ایمپائر کا مذہب عیسائی مذہب بنالیا۔ عیسائی مذہب رومن ایمپائر میں آہستہ آہستہ پھیلتا گیا۔ گرجوں کی تعداد ہر جگہ بڑھتی گئی۔ پہلے پہل عیسائی لوگوں کو تکلیف دی جاتی تھی۔ بعدازاں جب عیسائی مذہب کی طاقت بڑھ گئی تو انہوں نے سورج کی پرستش کے تہوار کو حضرت عیسیٰ مسیح کی پیدائش سے منسوخ کر کے اپنا سب سے بڑا تہوار کرسمس بنالیا۔ لوگ عیسائی مذہب اختیار کرتے چلے گئے۔

ٹراجن' ڈیسیس' ویلرین جتنے اچھے بادشاہ ہوئے ہیں انہوں نے عیسائیوں کو زیادہ عذاب پہنچائے۔ ڈائی کلیشین کے وقت میں عیسائیوں کو سب سے بڑھ کر تکلیف ہوئی ہر حصے میں عیسائیوں کو قتل کیا جاتا تھا مگر ان کو اتنا مضبوط بنا دیا گیا کہ صرف عیسائی لوگ آزادی کے لیے ملک میں کھڑے ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک آزادی کا چاہنے والا شخص عیسائی مذہب کو چاہنے لگا۔

ایمپائر گر رہی تھی اور اس گری ہوئی عمارت کے اندر عیسائی مذہب نے اپنا کمرہ بنالیا۔ یوں ایمپائر میں ایک نئی زندگی اور طاقت ڈالنے کی کوشش کی۔

کانسٹینٹائن ایک لڑائی میں جا رہا تھا اسکے بہت سے سپاہی عیسائی مذہب کی نماز پڑھتے تھے اس نے اپنے سپاہیوں سے اقرار کیا کہ اگر اسے اس لڑائی میں فتح ہوگئی تو وہ بھی عیسائی مذہب کو

قبول کرلے گا۔عیسائیوں کی بہادری اور جوش سے اسکو فتح ہوئی اور وہ بھی عیسائی ہو گیا۔

اس کا خاندان 363ء تک حکومت کرتا رہا۔اس کا بھتیجا جولین بڑا مشہور بادشاہ تھا۔ اس نے گال سے جرمن لوگوں کو نکال دیا۔وہ بڑا افلاسفر بھی تھا۔پرانا مذہب رکھنے والا یہ آخری بادشاہ تھا۔اس نے ایرانیوں کو شکست دی اور ادھر سے آتے وقت مارا گیا۔

جرمن وحشی قبیلے

ڈیڑھ سو سال تک سرحدوں پر جرمن قبیلے حملے کرتے چلے آتے تھے۔ ان کی تعداد بڑھتی جاتی تھی۔ رومن شہروں کو لوٹ کر وہ امیر بنتے گئے اور رومن عادات سیکھ لیں۔ رومن لوگ ان کو سپاہی رکھ لیتے تھے اس کا اثر بھی ان پر پڑا۔ ڈیشیا کے چلے جانے کے بعد ان کی ایک طاقت بن گئی اور 376ء میں انہوں نے باقاعدہ روما کے ساتھ جھگڑا کیا۔

شمالی ایشیا کے میدان میں ایک قبیلے ہون نے گاتھ لوگوں پر حملہ کیا ان سے شکست کھا کر گاتھ ڈینیوب سے گذر کر رومن ایمپائر میں داخل ہو گئے۔ بادشاہ ویز نے پہلے ان کو حفاظت میں لے لیا اور پھر ان کو خوراک نہ دی اور 378ء میں وہ ایک لڑائی میں مارا گیا اور گاتھ رومن ایمپائر کے مالک بن گئے۔

دوسرا بادشاہ تھیوڈوسیس 379ء۔395ء سپین کا رہنے والا تھا اور اس نے گاتھیوں کے مختلف قبیلوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے مطیع کر لیا یا نکال دیا لیکن ڈینیوب کے نیچے آباد ہو جانے سے رومن ایمپائر میں ان کی آبادی بڑھتی گئی۔ رومن ایمپائر نے وحشی لوگوں کو اپنے اندر لے کر اپنے آپ کو تبدیل کر لیا۔

تھیوڈوسیس آخری بادشاہ تھا جو کہ تمام ایمپائر پر حکومت کرتا تھا۔ اس نے اپنے وقت میں مندروں کی سب جائیداد بادشاہ کے لیے یا چرچ کے لیے وقف کر دی۔ اس کے مرنے کے بعد ایمپائر کے دو حصے ہو گئے۔ اس کا ایک بیٹا ''آرکیڈیس'' مشرق میں حکومت کرنے لگا اور دوسرا ہونوریس'' مغرب میں۔ ہونوریس صرف گیارہ سال کا لڑکا تھا۔ اس کا محافظ ''سیٹی لیکو'' نامی جرنیل تھا جب تک یہ جرنیل جیتا رہا گاتھ لوگوں کو اس نے دبائے رکھا جب ہونوریس پچیس سال کا ہوا تو

اسے ایک شخص ''اولمپیس'' نے بہکا دیا کہ جرنیل اپنے بیٹے کو تخت پر بٹھانا چاہتا ہے۔ نوجوان بادشاہ نے جرنیل کو قتل کر ڈالا۔ سیٹی لیکو بھاگ کر ایک گرجے میں جا چھپا۔ اولمپیس نے پہلے اسے گرجے سے باہر نکلوایا اور پھر قتل کا وارنٹ دکھا کر 408ء میں قتل کر دیا۔

ایلرک کی لوٹ

اس کی فوج نے ہی ابھی تک گاتھ لوگوں کو روکے رکھا تھا۔ اس کے مر جانے پر اور کوئی جرنیل نہ رہا اور گاتھوں کے بادشاہ ایلرک نے 410ء میں روما کا محاصرہ ڈال دیا۔ ایلرک گاتھوں کا جرنیل تھا۔ گاتھوں نے اسے بادشاہ بنا لیا تھا۔ اس نے ہونوریس پر بھی حملہ کیا تھا۔

وحشی بادشاہ عیاشی میں گری ہوئی لوگوں کی حالت کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ وہاں کے بادشاہ کو اتار دیا۔ پھر اسے تخت واپس دیا اور ناراض ہو کر 24 اگست 410ء میں شہر کی لوٹ مار شروع کر دی۔

ایلرک کی موت نے وحشیوں کا سب کام بگاڑ دیا۔ ایلرک کے جانشین اتھالف نے رومن بادشاہ سے صلح کر کے اس کے جرنیل کے طور پر ایمپائر کی حفاظت شروع کر دی۔ ہونوریس کی بہن پلیڈیا کو ایلرک اپنے ساتھ پکڑ کر لے گیا۔ اب وہ اتھالف کے پاس رہنے لگی۔ اتھالف نے سپین اور گال سے جرمنوں کو نکال کر ایک گاتھک ریاست بنالی۔ 423ء میں ہونوریس مر گیا۔

ہون جرنیل ایٹلا

اتھالف کے مرنے کے بعد پلیڈیا نے گال کے جرنیل کانسٹینٹیس سے شادی کر لی۔ جس سے دو لڑکے ہوئے۔ ایک مر گیا' دوسرے کا نام ویلنشین تھا۔ خاوند کے مر جانے کے بعد وہ قسطنطنیہ چلی گئی اور فوج کی مدد سے اپنے چھ سال کے بچے کو بادشاہ تسلیم کرایا۔ اور پچیس سال تک خود حکومت کی۔ یہ دو شخصوں پر بڑی مہربان تھی۔ ایک کا نام بونافس تھا جو کہ افریقہ کا گورنر تھا۔ دوسرا ایکٹیس تھا جو ملکہ کے پاس تھا اور جس نے ملکہ کو سمجھایا کہ بونافس کو واپس بلا لے اور ادھر بونافس کو ترغیب دی کہ حکم نہ ماننے۔ بونافس نے سپین کے وینڈال بادشاہ جینسرک کے ساتھ دوستی کر کے اپنی مدد کے لیے بلا بھیجا۔ پلیڈیا افریقہ گئی تو سب راز کھل گیا اور وہ بونافس کو ساتھ لے کر چلی آئی۔

اس پر ایکٹیس باغی ہو گیا لڑائی میں اس کو شکست ہوئی لیکن بونافس زخمی ہو کر مارا گیا اور افریقہ پر وینڈال بادشاہ نے قبضہ کرلیا۔

اس وقت ہون یورپ پر ٹوٹ پڑے۔ ہون جہاں پر جاتے تھے وہاں سب کچھ تباہ کرتے جاتے تھے۔

انکا بادشاہ اٹیلاسیدیا (تاتار) کا وہ مالک تھا۔ 441ء سے 450ء تک وہ مشرقی ایمپائر کو لوٹتا رہا۔ تین بڑی لڑائیوں میں اسنے رومن فوج کو شکست دی۔ بادشاہ نے بڑا خراج اور ملک دیکر اس سے صلح کی۔ مشرقی ایمپائر پر فتح پانے کے بعد اسے روما پر حملہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔

ایکٹیس نے ہون لوگوں کو گال کے خلاف استعمال کیا۔ گال میں تھیوڈورک حکمران تھا۔ اس نے ایک لڑکی اٹیلا کو تحفہ میں روانہ کر کے اپنی مدد کیلئے بلا بھیجا۔ اسکے ساتھ ہی شمالی گال میں فرینک قبیلے کے میرو ونجین خاندان میں دو بھائیوں نے سلطنت کا دعویٰ کردیا۔ ایک نے روما کو اور دوسرے نے اٹیلا کو مدد کے لیے بلا بھیجا۔ اٹیلا ہون فوج لے کر جب آلینز میں داخل ہوا تو ادھر سے تھیوڈرک کی فوجیں گال کی امداد کے لیے آ گئیں اٹیلا پیچھے ہٹ گیا اور دریائے سین عبور کر کے نکل آیا۔ چیلان کے میدان پر فیصلہ کن لڑائی ہوئی۔ اس میں دو تین لاکھ کے درمیان آدمی مارے گئے۔ تھیوڈرک مارا گیا مگر گاتھ کی بہادری سے فتح رومن کے حق میں ہوئی اور صرف رات کے پڑ جانے نے اٹیلا کو تباہی سے بچا دیا۔ گاتھ اس کا پیچھا کرنا چاہتے تھے مگر ایکٹیس سمجھا کہ یہ لوگ بہت طاقتور ہو جائیں گے وہ خود واپس ہو گیا اور انہیں واپس کر دیا۔

اہل روما کی یہ آخری فتح تھی۔ 452ء میں اٹیلا نے پھر ایلپس سے گذر کر کئی شہر تباہ کیے۔ روما والے گھبرا گئے بادشاہ نے پوپ لیو اور ایک اور شخص کو اٹیلا کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بہت سا روپیہ اور شہزادی ہنوریا کو دینا منظور کرلیا۔

شادی ہو گئی لیکن رات کو اس کی ایک رگ پھوٹ گئی اور صبح وہ مرا ہوا پایا گیا۔ اس کے مرجانے پر ہون فوج کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے بادشاہ ویلنٹین نے حسد سے ایکٹیس کو قتل کرا دیا لیکن اگلے سال ایک شخص میکسی اس نے بادشاہ کو قتل کرا دیا۔ بادشاہ نے میکسی

اس کی عورت کی بے عزتی کی۔ جس سے اس نے میکسی اس کے دونوکروں کواکسا کرا سے قتل کرادیا اور خود میکسی اس بادشاہ بن بیٹھا اور وینش کی عورت کو اپنے ساتھ شادی کے لئے مجبور کرنا چاہتا تھا اس نے جنیسرک کو مدد کے لیے بلا بھیجا۔ وینڈال کے بادشاہ کو روما لوٹنے کا موقع مل گیا۔ اس نے پہلے سسلی کو لوٹا تھا۔ پھر روما پر حملہ کیا میکسی اس کو لوگوں نے قتل کر کے دریا میں پھینک دیا۔ 455ء میں روما میں 14 دن رات لوٹ مار ہوتی رہی۔ 45 سال میں جو دولت جمع کی گئی تھی وہ لوٹ لی گئی۔ جنیسرک وینشین کی عورت اینڈ ویلسن اور اس کی دولڑکیاں اپنے ساتھ لے گیا۔

اس وقت جرمن قبائل رومن ایمپائر کو فتح کر رہے تھے سپین اور جنوبی گال گاتھ لوگوں کے ہاتھ میں تھا۔ وسطی گال برگنڈین کے قبضہ میں۔ شمالی گال فرینک قبیلے کے ہاتھ میں۔ برٹن اینگلوسیکسن کے ہاتھ میں۔ افریقہ وینڈال کے قبضے میں اور جرمن فوج اٹلی میں موجود تھی۔ گو وہ اپنے آپکو بادشاہ کے ماتحت کہتے تھے مگر جو چاہتے تھے کرتے تھے۔

رومن ایمپائر کا خاتمہ

476ء میں جرمن جرنیل اڈویکر روما کے بادشاہ آگسٹس راملس کو اتار کر روما کا بادشاہ بن گیا اور روما کی سینٹ کی طرف سے مشرق کے ایمپرر ''زینو'' کو لکھ بھیجا کہ دونوں سلطنتوں کے لیے ایک ہی ایمپرر کافی ہوگا۔ ایک بڑی تبدیلی یہ ہوئی کہ رومن ایمپائر بجائے رومن کے ٹیوٹانک ہوگئی۔ یہ ایک طرح سے مغربی ایمپائر کا خاتمہ تھا۔ گو نام کے طور پر رومن ایمپائر 1806ء تک جاری رہی۔ مشرقی ایمپائر اب تک مضبوط اور امن میں تھی وہ یونانی تھی۔ یونانی لوگوں کی رسوم اور عادات رومن لوگوں سے مختلف تھیں۔ وہ تجارت اور بحث مباحثہ کے مشتاق تھے۔ عیسائی مذہب کے مسائل پر کونسلوں میں بحث کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے دشمن ایرانی اور ہون کو پیچھے ہٹائے رکھا۔

❁

مغربی ایمپائر

مغرب میں جرمن اور اٹلین بولنے والے لوگ اکٹھے آباد ہوکر رہنے لگے۔ صرف ایک انگلینڈ میں اینگلوسیکسن لوگوں نے رومن لوگوں کو بالکل نکال دیا اور ان سے کچھ نہ سیکھنا چاہا، جس وقت اینگلوسیکسن قبیلوں۔ نے اپنے وطن سیکنڈے نیویا سے چل کر برٹن لوگوں کو لوٹنا شروع کیا تو اہل برطانیہ چارسوسال کی رومن حکومت کے نیچے کمزور ہو چکے تھے۔ رومن لوگوں نے ان سے ہتھیار لے لیے تھے اور اتنی صدیوں کی غیر حکومت کے امن کے نیچے ان کو اپنی حفاظت کرنی بھی بھول گئی تھی۔ جب ان سمندری لٹیروں نے برطانیہ پر حملے شروع کیے تو وہ شمال کی طرف بھاگے۔ ادھر سے پکٹ اور سکاٹ لوگوں نے ان کو لوٹنا اور مارنا شروع کیا۔ اس پر اہل برطانیہ نے روما کو عرضی لکھی۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ ہمیں آ کر بچاؤ۔ روما نے کسی قسم کی مدد نہ بھیجی۔ اینگلوسیکسن نے پرانے برٹن لوگوں کو بالکل تباہ کردیا اور ان کی عورتیں چھین لیں۔ لیکن سپین گال اور اٹلی میں جرمن لوگ لاطینی زبان بولنے اور بالکل رومن کی طرح رہنے سہنے لگ گئے اس لیے ان زبانوں کو رومانس زبانیں کہا جاتا ہے۔

مشرقی ایمپائر پندرھویں صدی کے درمیان تک جاری رہی جسٹینین ایمپرر (565ء۔ 527ء) کے وقت میں اس کے جرنیل بیلیسے سیریس نے دشمنوں سے صوبے واپس لینے کی کوشش کی اس نے وینڈال سے افریقہ کو فتح کر کے اپنا صوبہ بنالیا۔ ایرانیوں کو شکست دی۔ سسلی کو فتح کر کے گاتھ لوگوں کو اٹلی سے نکال دیا۔ اس طرح جسٹینین نو سلطنتوں کا بادشاہ بن گیا۔ گو یہ سلطنتیں دیر تک نہ رہیں کیونکہ 568ء میں ایک اور جرمن قبیلے لمبارڈ نے شمالی اٹلی کو فتح کرلیا اور دوسرا قبیلہ آوار ڈینیوب کے ساتھ آباد ہو گئے۔

ایک اور ایمپرر ہیراکلس (641ء،710ء) بڑا بہادر جرنیل تھا۔ اس نے ایرانیوں کو چار سال تک شکست دی۔ امیوار قبیلے کو بھی کمزور کر دیا۔ اس کے وقت میں عرب میں اسلام پیدا ہوا۔ عرب لوگ متفق ہو کر فتح پر چل پڑے۔ سیریا، مصر اور افریقہ کو فتح کر لیا۔ یونانی لوگوں نے اپنے ہم مذہب عیسائیوں سے اتفاق نہ کیا اور عربوں کی ماتحتی قبول کر لی۔ سپین میں بھی اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ فرانس اور یورپ کو چارلس ماٹل کی بہادری نے بچا لیا۔

اٹلی ایمپائر سے پھر علیحدہ ہو گیا۔ پوپ نے فرینک لوگوں کے بادشاہ کی طرف رخ کیا تا کہ وہ لمبارڈ قبیلے کے برخلاف اس کی مدد کرے۔

680ء میں فرانس کا بادشاہ شارلیمین پوپ کی طرف سے روما میں ایمپرر بنا دیا گیا اور مغربی ایمپائر کا نام بدل کر رومن ایمپائر ہو گیا۔ کسی حصے میں جرمن قبیلوں کا جزو زیادہ تھا۔ کسی میں رومن قبیلوں کا، وقت گذرنے پر ان قوموں میں اختلاف پیدا ہوتا گیا اور نئی قومیں بن جانے سے ایمپائر کے ٹکڑے ہو گئے۔ مشرقی ایمپائر ترکوں کی طاقت کا جنہوں نے عربوں کی سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا مقابلہ کرتی رہی اور آخر میں کم ہوتی ہوتی صرف یونانی ریاست رہ گئی جبکہ 1453ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تو مشرقی ایمپائر کا خاتمہ ہو گیا۔

چارلس اعظم کے پیش رو

جرمن اور فرنچ بادشاہوں کی رومن ایمپائر اسی رومن ایمپائر کی مخالف تھیں جس کا نمونہ باسفورس پر نئے روما میں موجود تھا۔

مغربی کنارے پر سیلٹ لوگ جدوجہد میں مشغول تھے ادھر سلاؤ ٹیوٹانک قوموں کو دبا رہے تھے۔ مسلمانوں کے عروج سے پہلے ایران کے بادشاہ قسطنطنیہ کے بادشاہوں کے زبردست مخالف تھے۔ ابھی تک عرب والے جنگلوں میں رہتے تھے۔ ان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نئی زندگی ڈال دی۔ جب گیارہویں صدی میں عربوں کی طاقت کم ہونے لگی ترکوں نے اسلام میں زندگی ڈال دی۔ یہ ترک ہیں جو کہ پندرہویں صدی میں قسطنطنیہ پر اسلام کا جھنڈا گاڑتے ہیں۔

یورپ میں 376 میں حملہ آوروں نے مغربی رومن ایمپائر کو آ گرایا۔ 476ء تک اوڈویکر نے رومن بادشاہ کو اتار دیا۔ یہ زمانہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کا زمانہ کہلاتا ہے جب قبیلے ملک چھوڑتے آگے جاتے تھے۔ 476ء میں تمام روم ٹیوٹانک لوگوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ سو سال تک جرمن قبیلے چلتے رہے۔ جرمنی کے اندر سے نئی قومیں آگے بڑھتی رہیں اور بادشاہتیں یا تو آگے بڑھتی رہیں یا اپنی جگہ نئے آنے والے قبائل کے حوالے کرتی رہیں۔

اوڈویکر نے اٹلین امیروں کی زمین پا کر اپنے سرداروں میں تقسیم کر دی۔ اس کی گورنمنٹ 17 سال رہی۔

آسٹروگاتھک ! رتھیوڈورک نے حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ قسطنطنیہ کے بادشاہ کے دوست تھے اور جنوبی ڈینیوب سے آئے تھے۔ انہوں نے تھریس اور مقدونیہ کو بہت لوٹا۔ آخر کار تھیوڈورک نے اٹلی پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی جو بادشاہ نے خوشی سے دے دی۔ دو لاکھ کے

قریب مرد عورتیں اور بچے اٹلی کو روانہ ہو گئے۔ وہ اٹلی پر قبضہ کرنے آ رہے تھے۔ 489ء میں ایک نیا لشکر آ پہنچا۔ تین سال تک اوڈو یکر لڑتا رہا، آخر قید ہو گیا اور تھیوڈورک نے کھانے پر بلا کر قتل کروا ڈالا۔

اسکا وزیر ''کیسے ڈورس'' تھا جو کہ بڑا مدبر اور منصف تھا۔ اسکی خواہش تھی کہ فاتح اور مفتوح کو مل کر ایک رومن گاتھک قوم بنا دیں۔

اس کی سلطنت کی حدود اٹلی، سسلی، جنوبی گال، ڈینیوب اور ایڈریاٹک کے درمیان کا علاقہ تھیں۔ 526 میں تھیوڈرک مر گیا۔

جنوبی گال اور سپین میں وزی گاتھ قبیلے تھے۔ ان میں یورک بڑا بادشاہ ہوا جس نے 466ء سے 483ء تک حکومت کی۔ جب فرینک بادشاہوں نے ان کو پرینز سے پیچھے ہٹا دیا تو وہ سپین پر قابض رہے یہاں تک کہ بادشاہ راڈرک مارا گیا اور 711ء میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی۔

443ء و 534ء موجودہ سیوائے میں برگنڈین قبیلے آباد ہو گئے اور آہستہ آہستہ فرانس اور مغربی سوئٹزلینڈ کو فتح کر دیا۔ جلد ہی ان کو شمالی فرانس کے شاہی خاندان کلووس نے دبا لیا۔

439ء۔ 533ء ونڈال قبیلے نے افریقہ فتح کر کے کارتھج کو اپنا دارالخلافہ بنا لیا تھا۔ وہ شہر لوٹ لیا کرتے تھے اور جہازوں پر چڑھ جاتے تھے۔ انہوں نے سارڈینیا اور کارسکا وغیرہ فتح کر لیے۔ جسٹینی ان نے اپنے جرنیل ''بیلا سینس'' کو وہاں روانہ کیا تا کہ افریقہ کو اپنی حکومت میں واپس لائے۔ بہت سے لوگ شاہی فوج میں داخل ہو گئے۔

486ء۔ 752ء سے فرینک قبیلے جنہوں نے گال کو اپنا نام دیا اور نئی فرنچ قوم کی بنیاد ڈالی۔ روما کے زوال سے پہلے دریائے رائن کے کنارے آباد ہوئے۔ یہ قبیلے ایک بزرگ میرووگ سے نکلنے کی وجہ سے ''میرووتجبنی ان'' کہلاتے تھے ان کے بادشاہ کلووس نے روما کے زوال پر اپنی آزاد بادشاہت بنانے کا ارادہ کیا۔ اس نے 486ء میں رومن گورنر پر حملہ کر کے فتح حاصل کر لی۔ پانچ سو سال کی قائم شدہ حکومت فرانس میں ختم ہو گئی۔ بعد ازاں اس نے دوسرے

قبیلے فتح کرنے شروع کیے۔ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اسے خلعت روانہ کر کے اپنا نائب مقرر کیا۔ اس نے پرانے قبیلے پیرسی کے شہر پیرس کو اپنا صدر مقام بنالیا۔ اس کی موت 511ء میں ہوئی جس پر اس کی سلطنت اس کے 4 بیٹوں میں تقسیم ہوگئی ڈیڑھ سو سال تک جھگڑے فساد برپا رہے۔ اس کے بعد میرو بجنین بادشاہ بالکل کٹھ پتلی بن گئے۔ ان کی بادشاہت کے دو حصے آسٹریشیا (موجودہ جرمنی) اور نیوسٹریا (موجودہ فرانس) تھے مشرقی حصہ زیادہ ٹیوٹانک تھا اور مغربی زیادہ رومن۔ دونوں حصوں پر ڈیوڑی بان میئر بڑا افسر تھا۔ کچھ مدت بعد مشرقی میئر کی طاقت بڑھ گئی اور اس نے خاندان ''کیرولنجی ان'' کی بنیاد رکھی۔

''میئر پپن'' نے نیوسٹریا پر ایک بڑی فتح حاصل کر کے بادشاہ کو صرف سایہ بنادیا۔ اس کے بیٹے چارلس نے 732ء میں مسلمانوں پر بڑی فتح پائی۔

لمبارڈ 568ء سے 774ء تک

ان کی لمبی داڑھی یا لمبے کلہاڑوں کی وجہ سے انہیں لمبارڈ کہتے تھے۔ وہ پہلے مشرقی بادشاہ کے ماتحت رہے۔ اپنے لیڈر ایلبائن کے ماتحت ایسپس کو عبور کر کے پو کی وادی میں آاترے۔ انہوں نے بڑی تباہی مچائی۔ عیسائی مذہب اختیار کرنے پر ان کی عادت درست ہوئی۔ 774ء میں ''چارلی مین'' نے ان کی سلطنت کا خاتمہ کیا۔

❁

برطانیہ قدیم

پانچویں صدی میں روما نے اپنی فوجیں برطانیہ سے واپس بلالیں۔ شمال کی طرف سے پکٹ اور سکاٹ لوگوں نے اور اینگلو سیکسن لٹیروں نے سمندر کی طرف سے ان پر حملے شروع کر دیئے۔

رومن لوگ ان کو مدد نہ دے سکے برطانیہ والوں نے لٹیروں کے ایک گروہ کے ساتھ دوستی کر کے اپنے ملک میں بلایا۔ کچھ زمین اور روپیہ رشوت دی۔ 449ء میں دو جیوٹ سردار سینجسٹ اور ہارسا برطانیہ میں آئے اور انہوں نے پکٹ لوگوں کو بھگا دیا۔ انہوں نے اپنے اور دوستوں کو بلا لیا۔ یہ اینگل اور سیکسن تھے' اہل برطانیہ ان سے ڈرنے لگے۔ اب ان کو اپنی غلامی معلوم ہوئی۔ لڑائی کر کے اہل برطانیہ کو شکست دی۔ چھٹی صدی کے اخیر تک تمام برطانیہ والے غلام بنائے گئے یا تباہ ہو گئے یا بھاگ گئے۔ عیسائی مذہب جو کہ رومن حکومت میں جاری ہوا تھا ختم ہو گیا۔ ان کو ویلز کے پہاڑوں میں بھگا دیا گیا۔ ان کا مشہور بادشاہ آرتھر تھا جو کہ مقابلہ کرتا رہا۔ یہ تینوں قبیلے جن کو برطانیہ والے سیکسن کے نام سے پکارتے تھے اپنے آپ کو اینگل کہتے تھے جس سے ملک کا انگلینڈ نام پڑ گیا۔

انکی سات سلطنتیں قائم ہو گئی تھیں جنکو ''ہیپٹارکی'' کہا جاتا تھا۔ ان میں نارتھمبریا، مرشیا اور ویسکیس بڑی تھیں۔ دو سو سال تک ان میں لڑائی کی جدوجہد جاری رہی۔ کبھی ایک بادشاہ بڑا ہوتا تھا اور کبھی دوسرا، آخر کار ایگبرٹ 802ء سے 839ء تک تمام انگلینڈ کا بادشاہ بن گیا۔

عیسائی مذہب کا پھیلاؤ

رومن ایمپائر کا سب سے بڑا واقعہ ان لوگوں کی عیسائی مذہب میں تبدیلی تھی۔اس کے دو سبب تھے۔اوّل یہ کہ جو مذہب ان کو پیش کیا گیا وہ اعلیٰ تھا اور دوئم ان کے مذہب کا ان پر کوئی اثر نہ تھا۔

عیسائی مذہب کی فتح کئی جنگوں کی فتوحات سے بڑھ کر تھی۔313ء میں کنسٹنٹائن نے اسے ایمپائر کا مذہب قرار دیا تھا لیکن مشنریوں کی سرگرمی نے اسے ایمپائر کو حدود سے پرے لے جانے پر مجبور کیا۔انہوں نے آئرلینڈ' سکاٹ لینڈ اور جرمنی کے جنگلوں میں جا کر پرچار کیا۔ پانچویں صدی کے اخیر سے پہلے عیسائی مذہب کی ایمپائر رومن ایمپائر سے بہت بڑھ گئی۔جن وحشی قبائل نے روما پر حملہ کیا وہ عیسائی ہونے کی وجہ سے تھوڑے بہت نرم ہو گئے۔

پہلے پہل گاتھ لوگوں میں عیسائی مذہب پھیلا وہ حملہ کر کے قیدی لے جاتے تھے۔ان قیدیوں میں کچھ عیسائی تھے۔جن میں سے مشہور ''الفلاس'' تھا۔اس نے بائیبل گاتھک زبان میں ترجمہ کی۔اسی طرح ونڈال سوایوی اور برگنڈی والے سب عیسائی ہو گئے۔

فرینک

ان کا بادشاہ ''کلورس'' ایک قبیلے کے ساتھ لڑائی کر رہا تھا۔بادشاہ نے عیسائی خدا سے امداد مانگی۔اس کی عورت ''کلاٹلڈا'' نے اسے ترغیب دی۔اس کی فتح ہوگئی اور اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔بلغارین کے درمیان پلیگ پھیل گئی اور انہوں نے عیسائی بن کر امداد چاہی۔ برگنڈین اپنے دشمنوں سے تنگ آ گئے اور اپنے دیوتاؤں کو کسی کام کا نہ سمجھ کر عیسائی ہو گئے۔یہ تبدیلی ایک قوم یا قبیلے کا معاملہ تھا نہ کہ شخص کا۔فرینک قبیلوں نے رومن کیتھولک عیسائی مذہب اختیار کیا تھا۔ان کی طاقت بڑھنے لگی ان کی چھوٹی سی ریاست یورپ میں بڑی طاقت بن گئی۔

برطانیہ میں

اینگلوسیکسن برطانیہ میں اترنے کے ڈیڑھ سو سال بعد تک عیسائی نہیں بنے۔ وہ کیلٹ لوگ جن کو انہوں نے ویلز کے پہاڑوں میں بھگا دیا تھا عیسائی مذہب میں رہے۔ پوپ گریگری اول نے 596ء میں آگسٹین کو چالیس آدمیوں کے ساتھ برطانیہ میں بھیجا۔

آگسٹین اور اس کے ساتھی کینٹ میں ''اتھل برٹ'' بادشاہ کے پاس پہنچے۔ اس کی ملکہ برتھا'' فرانس کے بادشاہ کی لڑکی تھی جو عیسائی تھی۔ اس کی سفارش سے بادشاہ نے آگسٹین کے لیکچروں کو سنا اور اپنے تمام قبیلے کے ساتھ عیسائی مذہب کو اختیار کر لیا۔ اس طرح کینٹر بری عیسائی مذہب کا مرکز انگلینڈ میں ہو گیا۔

نارتھمبریا

کینٹ سے عیسائی مشنری نارتھمبریا میں ایڈون بادشاہ کے پاس پہنچے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پرانے دیوتاؤں کی پرستش ترک کر کے بادشاہ اور اس کے لوگ 627ء میں عیسائی بنا دیئے گئے۔

اس وقت انگلینڈ کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے درمیان لڑائی رہتی تھی۔ ایڈون مرشیا کے پیگن بادشاہ سے لڑائی کرتا ہوا مارا گیا اور نارتھمبریا پھر پیگن ہو گیا۔ اب دوبارہ اس کو عیسائی بنانا آئرش مشنریوں کا کام تھا۔ آئرلینڈ میں سینٹ پیٹرک نے لوگوں کو عیسائی بنایا تھا اور پانچویں صدی کے شروع سے پہلے ہی تمام جزیرہ عیسائی ہو گیا تھا۔

آئرلینڈ کے لوگوں میں چرچ کے لیے بڑا جوش تھا۔ ان کے مشنری سب قوموں میں پرچار کے لیے پھرتے تھے۔ ان کی ایک مانسٹری (مندر) آیونا میں قائم ہوئی تھی۔ 635ء میں یہاں سے کچھ مشنری نارتھمبریا گئے۔ اس سے انگلینڈ کا چرچ رومن نمونے کا ہو گیا۔ ازسرِ نو انگلینڈ میں رومن تہذیب، رومن قانون اور رومن آرگنائزیشن کا اثر پڑنا شروع ہو گیا اور انگلینڈ یورپ کی مذہبی اور سوشل زندگی کا ایک حصہ بن گیا۔

روس

بادشاہ ''والڈیمر'' نے مذہبوں کی تحقیقات کے لیے ایک کمیشن روانہ کیا۔ انہوں نے

یونانی چرچ کے حق میں رپورٹ دی۔ بمعہ رعایا کے وہ عیسائی ہوگیا۔

شمال میں

اس کے بعد شمال میں عیسائی مذہب کی ترقی بہت سست رہی لیکن نویں دسویں اور گیارہویں میں تمام سکنڈے نیوس لوگ آہستہ آہستہ عیسائی مذہب میں داخل ہو گئے۔ ناروے سے کچھ مشنری آئس لینڈ بھی جا پہنچے اور 1000ء کے قریب وہاں کی قومی انجمن نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عیسائی ہو جائیں۔

پیگنیزم کا اثر

پیگن قبیلوں نے رومن ایمپائر کو فتح کیا۔ ایمپایر کے عیسائی مذہب نے اپنے فاتحوں کو فتح کر لیا۔ لیکن وہ ان تمام قبیلوں کو پورے طور پر عیسائیت میں نہ لا سکا۔ ان لوگوں میں مدتوں تک پرانی عادات اور پرانے توہمات برابر قائم رہے۔ نام سے وہ عیسائی تھے لیکن ان کے دل اور خیالات پیگن تھے۔ انہوں نے عیسائی مذہب کی شکل اپنے خیالات کے مطابق ڈھال لی۔ عیسائی مذہب ان قبیلوں کو امن اور سوشل نظام کی طرف لانے والی طاقت کے طور پر کام کرنے لگا اور روما کی پرانی تہذیب اور ہنر اس مذہب کی وساطت سے ان قبیلوں میں رائج ہوئے۔

یورپی آبادی میں لاطینی اور ٹیوٹانک ملاوٹ

عیسائی مذہب کے ذریعے یہودی خیالات اور روایات لاطینی اور ٹیوٹانک لوگوں میں پھیلے۔ ان دو مختلف نسلوں کی زبانیں، قوانین اور رسم و رواج کی ملاوٹ سے نئی زبانیں اور نئی قسم کے رسم و رواج پیدا ہوئے۔ مختلف یورپی انسٹی ٹیوشنوں میں سے کسی میں لاطینی جزو زیادہ ہے اور کسی میں ٹیوٹانک۔ اس کی وجہ یہ ہے جہاں کہیں ٹیوٹانک وحشی قبیلوں نے رومن ایمپایر کو فتح کیا مفتوح لوگوں کے ساتھ ان کا سلوک مختلف جگہوں پر مختلف تھا۔ مثلاً اٹلی اور فرانس میں تو ان قبیلوں نے صرف زمین کا ایک حصہ لے لیا لیکن برطانیہ میں اصلی آبادی کو جنگلوں میں بھگا دیا۔ اسی طرح کئی ملکوں میں اصلی آبادی اور وحشی فاتحوں کے درمیان صدیوں تک بہت نفرت رہی لیکن اٹلی سپین اور فرانس میں دونوں نسلیں بہت جلد آپس میں ملنی شروع ہو گئیں۔ چودھویں صدی کے اخیر تک ان

ممالک میں زبان رواج، قوانین اور شہر سب رومن طریقے پر بن گئے۔ دونوں حصوں میں کوئی تمیز نظر نہ آتی تھی۔ نویں صدی کے اخیر میں صرف اہل اٹلی سپین اور فرانس ایک ہی آبادی بن گئی۔ پانچ صدیاں رومن حکومت کے نیچے رہنے سے سپین اور گال کے رہنے والوں نے اپنی مختلف بولیوں کو چھوڑ کر خراب سی لاطینی بولنی سیکھ لی تھی۔ اب بعد کی صدیوں میں اسی طرح ٹیوٹانک قبیلوں نے بھی اپنی زبان بھلادی اور وہی لاطینی بولنی شروع کردی۔ اسی طرح رومن زبان نے ان وحشی قبیلوں کی زبان کو فتح کرلیا اس وجہ سے ان تینوں ممالک کی زبان کو رومانس زبانیں کہا جاتا ہے۔

❁

مشرقی رومن ایمپائر (بازنطین)

(جسٹینین 527ء۔565ء)

روما کے گرنے کے بعد پچاس سال تک قسطنطنیہ کے بادشاہ بھی وحشیوں کے حملوں سے بچنے کے لیے بڑی جدوجہد کرتے رہے۔ قسطنطنیہ اگلے ایک ہرار سال تک رومن اور یونانی علوم اور تہذیب کا محافظ رہا۔

520ء میں قسطنطنیہ کے تخت پر ایک بادشاہ بیٹھا جس کا نام ''جسٹینین'' تھا۔ اس کا بہت سا وقت وحشی قبیلوں کے ساتھ جنگ میں گذرا۔ اس جنگ کا اہتمام اس نے اپنے مشہور سپہ سالار ''بیلاسیرس'' کو دیا۔ پہلے بیلاسیرس جس نے چار سال ایرانیوں کے ساتھ جنگ کر کے اپنے آپ کو بڑا سپہ سالار ثابت کیا وہ افریقہ سے بھی بہت سے وینڈال قیدی اور لوٹ کا مال لے کر واپس آیا۔ 535ء میں بیلاسیرس کو اٹلی بھیجا گیا اور سسلی ہوتا ہوا وہ روما میں داخل ہوا۔ گاتھک بادشاہ ویٹی گس نے ایک سال تک ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ روما کا محاصرہ کیا۔ بار بار حملے کرنے کے باوجود انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ گاتھک بادشاہ کو 540ء میں قید کر کے قسطنطنیہ بھیج دیا گیا۔ جسٹینین نے حسد کی وجہ سے بیلاسیرس کو دوبارہ واپس بلا بھیجا جس پر گاتھ لوگ روما کو لوٹتے اور تباہ کرتے رہے۔ لوگوں کی درخواست پر جسٹینین نے ایک اور جنرل نارسس کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے روما پر قبضہ کر کے گاتھوں کو اٹلی سے نکال دیا۔ بادشاہ بیلاسیرس کے خلاف شکایتیں سنتا تھا اور اس کی تمام جائیداد ضبط کر لی۔ جنرل اس صدمہ سے مر گیا۔

جسٹینین نے سینٹ صوفیا کے چرچ کو از سر نو تعمیر کیا۔ اس نے ریشم کی انڈسٹری کو جو کہ ابھی تک چین تک ہی محدود تھی یورپ میں جاری کیا۔ جسٹینین کا سب سے بڑا کام پرانے رومن

قانون کو ایک بڑے ضابطے میں اکٹھا کرنا تھا۔

ہیر کلیس

(610ء۔640ء) چار سال پیشتر مشرقی ایمپائر میں کوئی بڑا واقعہ نہیں ہوا۔ ہیر کلیس کے وقت میں ایران کے بادشاہ خسرو دوم نے رومن صوبوں کے کئی شہروں اور ایشیائے کوچک پر حملے کیے اور قبیلے نے بلقان صوبوں کو ویران کرنا شروع کر دیا۔ ہیر کلیس نے 5 ہزار فوج کو لے کر ایرانی سلطنت پر حملہ کر دیا تاکہ خسرو کو واپس جانے کے لیے مجبور کرے۔ ایک شہر کے بعد دوسرے شہر پر قبضہ کرتا جاتا تھا۔ ایرانی یورپی فوج کا مقابلہ نہ کر سکے اور خسرو اپنی فوج کو لے کر واپس چلا گیا۔ خسرو نے اس کی واپسی پر قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔ دونوں سلطنتوں کے درمیان نینوا کے کھنڈرات کے نزدیک 627 میں فیصلہ کن لڑائی ہوئی جس میں تمام ایرانی فوج تباہ ہوگئی۔ خسرو بھاگ گیا۔ اس کے اپنے ایک بیٹے نے اسے قید کر لیا۔ خسرو کے ساتھ ہی دوسری ایرانی ایمپائر کا خاتمہ ہو گیا لیکن اس وقت عرب میں ایک اور نئی طاقت شروع ہوئی جس نے ایرانی ایمپائر کی جگہ لے لی۔

بصرہ کا اسٹیڈیم (شام)

سلطنت ساسانی

سلطنت بازنطین

عہدِ جسٹینین

...... حدودِ سلطنت

برطانیہ

یورپ

لمبارڈز

ونڈلس

سلاو

بلغاریہ

وزگوتھ قوم

راوینہ

روم

یونان

ایشیائے کوچک

انطاکیہ

شام

فلسطین

اسکندریہ

مصر

افریقہ
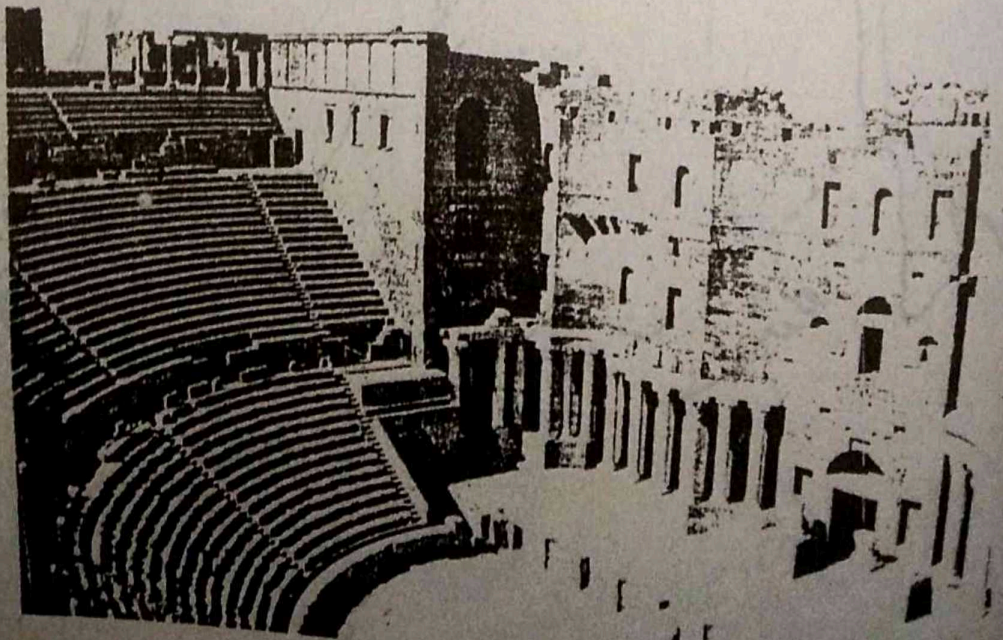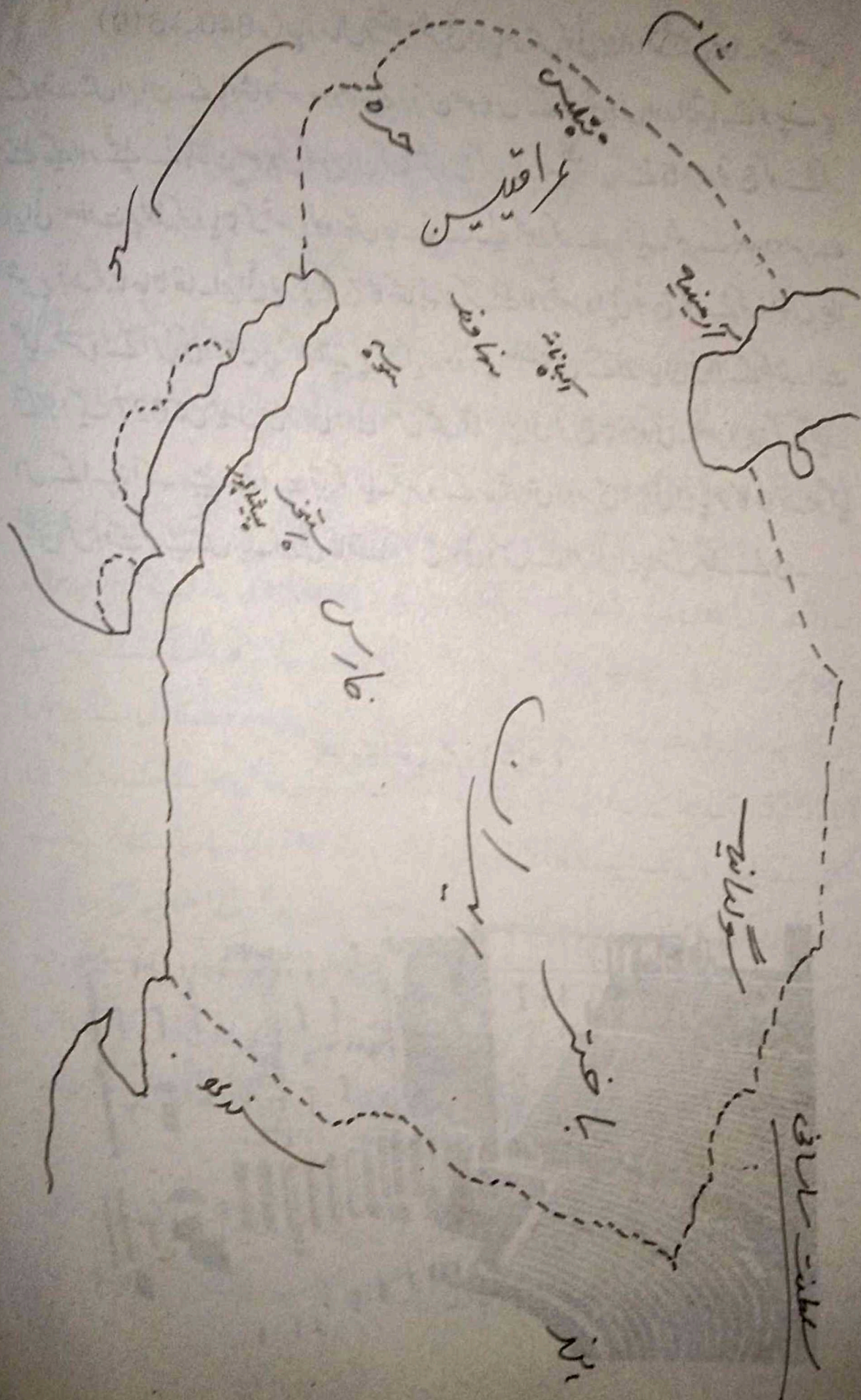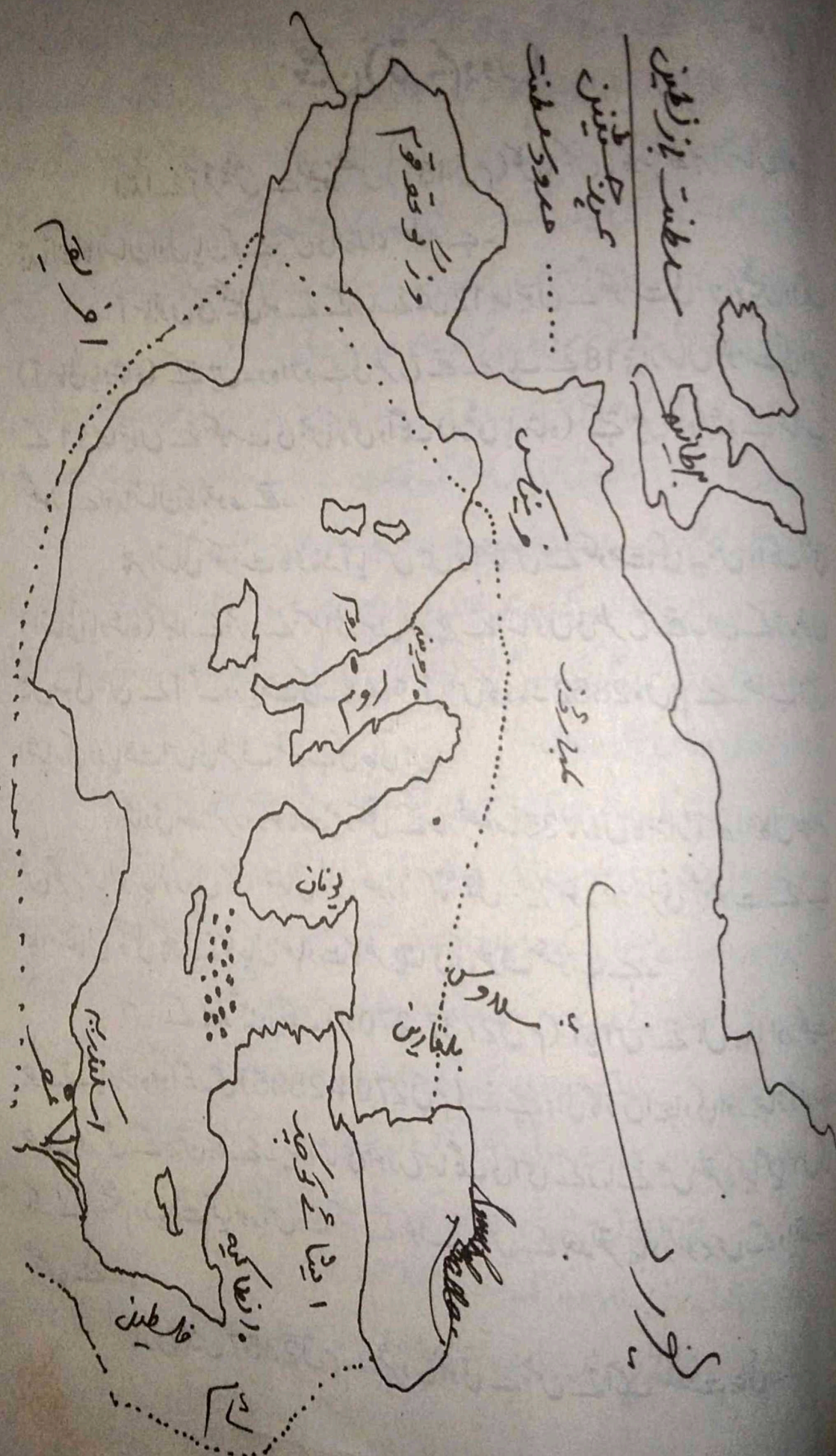
چین (قدیم دور)

ابتدائے آفرینش سے کنفیوشس (481ق م) کل بائیس لاکھ سرسٹھ ہزار سال ہوتے ہیں، ان کا انسان اول پان کو ہے جس کی ابتدا نامعلوم ہے۔

آسمانوں کی تکمیل ہونے کے زمانے میں 12 بھائیوں نے حکومت کی جن کو طین وانگ (آسمانی بادشاہ) کہتے ہیں۔ وہ اژدہے کی طرح تھے۔ ہر ایک نے 18 ہزار سال حکومت کی اس کے 11 بھائیوں نے حکومت کی جن کو طی وانگ (ارضی بادشاہ) کہتے ہیں وہ اژدہے، سانپ، گھوڑے اور انسان کا مجموعہ تھے۔

پھر انسانی حکومت کا زمانہ آیا جس میں نو اشخاص نے حکومت کی یہ جن وانگ یعنی (انسانی بادشاہ) کہلائے جن کے جسم اژدہوں اور چہرے انسانوں کی طرح تھے۔ ان کے زمانوں میں سوئی جن نے آگ دریافت کی۔ پھر فوہی آیا اس کا زمانہ 2852ء ق م ہے۔ حسب ذیل اشیاء کی دریافت اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں:

شادی معہ مقررہ رسومات، موسیقی کے ساز خصوصاً 35 تاروں کا ستار، آٹھ اشکال عناصر، فن تحریر، پالتو جانوروں کا استعمال یعنی گھوڑا، کتا، بیل، بھیڑ، سؤر اور مرغی، شہتوت کے پتے کا استعمال، مچھلی پکڑنے کا جال، عبادت کا طریقہ اسی کی طرف منسوب ہے۔

اس کے بعد شین نگ (2705-2737ق م) آیا اس نے ہل بنایا اور کھیت جوتے۔ بادشاہ ہوانگ طی (2595-2704ق م) نے پہیے والی گاڑی ایجاد کی اور جہاز آلات حرب اور مٹی کے برتن بنائے۔ پہلا شاہی مورخ سانگ کی اسی کے زمانے میں مقرر کیا گیا، اس کی ملکہ نے ریشم دریافت کیا اور اس کے کپڑے بنوائے۔ اس کے بعد تقریباً دو سو برس کے واقعات نہیں ملتے۔

تاریخ چین 2357ق م سے شروع ہوتی ہے جس نے ایک سلطنت بنائی۔

شن (2258-2206ق م) اپنے پیش رو کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ اس نے اپنا جانشین اپنے بیٹے کی جگہ یو کو منتخب کیا جو یو اعظم تھا اور جس نے 2205ق م تک حکومت کی اور اس نے اپنے خاندان کی بنا ڈالی جو خاندان ہی آ کہلایا۔ مرنے سے قبل اپنے فرزند کو تخت کا وارث بنایا۔ اس کے بعد بادشاہی ایک موروثی منصب بن گیا۔ ابتداء میں اس ملک میں بڑی ابتری تھی پھر دو قومیں وجود میں آ گئیں ایک یانگ اور دوسری ین۔ رسم ورواج کے متعلق تصانیف کا عہد 1100ق م سے شروع ہو کر 750ق م تک رہا۔ اس عہد میں جمہوریت کی طرف رجحان ہوا اور تحریر وتقریر کی آزادی ہوئی اسٹیٹ سوشلزم کی بنیاد رکھی اور صنعت وحرفت کی ترقی ہوئی۔

21ویں صدی ق م سے 17ویں صدی ق م ژیا خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس خاندان کا آخری شہنشاہ جی تھا جس کو شانگ خاندان نے نیست ونابود کر دیا۔ یہ بادشاہت چھ سو سال تک قائم رہی۔ یہ دور چینی تہذیب وتمدن کا سنگ میل ثابت ہوا۔

اس خاندان کے دور میں غلامی کا رواج عام تھا۔ اس خاندان میں بھی نالائق وارثوں کی وجہ سے کمزوری آتی چلی گئی جب ظلم کی انتہا ہو گئی تو رئیس چو نے رعایا کے خیال سے اس کے خلاف بغاوت کی اور اس کو شکست دی۔

شانگ خاندان کا پہلا حکمران ٹینگ تھا اس کو شکست قبیلہ ژوؤ نام نے دی جس نے 1100ق م میں اپنی حکومت قائم کر لی جو 771 قبل از مسیح تک جاری رہی۔ اس دوران شانگ' ژوؤ اور دوسرے قبیلوں کے درمیان بہت سی جنگیں ہوتی رہیں اور لوگ ہجرت کرتے رہے۔ وددوانگ شہنشاہ نے اپنے زیر تسلط علاقوں اپنے عزیزوں میں تقسیم کر دیا۔ یوں مرکزی حکومت کمزور اور ریاستیں طاقت ور ہوتی گئیں' ایک وقت میں یہ ریاستیں بڑھ کر 152 ہو گئی تھیں یہی اس خاندان کے زوال کا باعث ہوئی۔ کنفیوشس اسی خاندان کے آخری زمانے میں پیدا ہوا۔

1002ق م میں شہنشاہ چو وانگ نے رعایا کے کھیتوں کو روند ڈالا۔ لوگوں نے اس کو دریا میں غرق کر دیا۔ پھر سوہ وانگ تخت پر بیٹھا (متوفی 947ق م)۔

781ق م میں بووانگ تخت پر بیٹھا اس کی طبیعت پر نسوانیت غالب تھی' اپنی ایک داشتہ

پاؤڑے کی خاطر ملکہ اور ولی عہد کو ملک بدر کر دیا۔ ایک بار واقعی دشمن آن پہنچا بادشاہ کو قتل کر دیا گیا۔

مشرقی ریاست اور خاندان کا آخری تاجدار یو تھا جسے مغربی چین کے ایک قبیلے کے سربراہ کوان رونگ نے قتل کرا دیا تھا۔ اس کے بیٹے پنگ نے 800 ق م میں دارالحکومت مشرق کی طرف لوئی (موجودہ ہنان) صوبے میں شہر لو یِنگ میں منتقل کر دیا۔

چن خاندان نے علاقائی انتظامیہ کا نیا ڈھانچہ مشترکہ لکھائی، ہندسوں کی زبان، کرنسی، قوانین، اور ناپ تول کا نظام رائج کیا۔ ماضی کی تمام ریاستوں کے درمیان سرحد بندیاں ختم کر کے ژیان ژنگ کو دارالحکومت بنایا۔ سڑکوں کا جال بچھا دیا۔ ہوانگ تی شہنشاہ نے تمام ملک کو متحد کر کے اس کا نام چین رکھا۔ شمالی تاتاریوں کے حملے کے خلاف دیوار چین کی بنیاد ڈالی۔ اس نے تمام پرانی تاریخوں اور دیگر کتابوں کو جلا دیا۔

209 قبل از مسیح میں مزارعوں کی بغاوت نے چن خاندان کی بادشاہت کو تباہ کر دیا 206 ق م میں کسان رہنما لیو ہینگ نے ہان خاندان کی حکمرانی کی بنیاد رکھی اور ژیان کو دارالخلافہ بنایا۔ اس خاندان کی حکومت چار سو برس تک جاری رہی۔ اس کے بعد 140 ق م سے 87 ق م تک ووتی کی حکومت قائم ہوئی۔ اس نے بہت علاقے فتح کیے اور کنفیوشس کی کتابوں کا اہتمام کیا۔ اس نے مغرب کی طرف سے ہن قوم کے حملوں کا سد باب کیا قلم اور پنسل کی ایجاد چن خاندان نے کی لیکن ان کا استعمال ہان خاندان نے کیا۔ اسی دور میں لغت پر بھی پہلی کتاب لکھی گئی۔ اس زمانے میں لکھنے پڑھنے کو اس قدر عروج ہوا کہ مردوں کے علاوہ ایک عورت پان چاؤ نے بھی ادب اور تاریخ نویسی میں کمال حاصل کیا۔ اس کی تصانیف سے تاریخ ہان اور اسباق النساء یادگار ہیں۔

25ء میں دوبارہ ہان خاندان کا اقتدار قائم ہو گیا جو 220ء تک جاری رہا۔ اس میں بدھ مت چین میں داخل ہوا۔ 200ء سے 600ء تک تقریباً 82 چینی عالموں نے ہندوستان کی سیاحت کی۔ ان میں ایک فاہیان تھا جو وسطی ایشیا کے صحرائی علاقے سے ہوتا ہوا ہندوستان پہنچا

اور سمندر کے راستے واپس گیا۔ سنگ ین بھی ہندوستان آیا۔

43ء میں جاوا، سماٹرا، ہند چینی، انام اور ملایا وغیرہ چین کے زیر اثر آ گئے 74ء سے 94ء تک پن چاؤ چین کا بادشاہ بنا۔ اس نے ترکستان کی تمام چھوٹی ریاستوں پر قبضہ کیا اور مشرقی روم کی حکومت سے ریشم اور ریشمی کپڑے کی تجارت کرنے کے لیے راستہ کھولا۔

ہان خاندان کے بعد فوج اور اسلحہ نے خاص طور پر ترقی کی۔ شو، ریاست میں ایک وقت میں چھ تیر چلانے والی کمان ایجاد ہوئی، وی ریاست میں پتھر پھینکنے والی توپ ایجاد ہوئی۔ سن کوان نے عظیم الجثہ بحری بیڑہ تیار کیا۔ اس کے بعد 16 ریاستیں وجود میں آئیں 304ء اور 439ء کے زمانے میں زبردست تباہی اور بربادی ہوئی۔ 16 ریاستوں کا خاتمہ اس وقت ہوا جب شمالی وی نے شمالی چین کو یکجا کر دیا۔

چین میں بدھ مت کو ہان خاندان کے عہد میں فروغ حاصل ہوا۔ بدھ مت کا پھیلاؤ تاؤ ازم کی جگہ لیتا گیا کنفیوشس دانشوروں اور بدھ مت کے پیشواؤں کے درمیان کشمکش پیدا ہوئی۔

581ء میں وزیر اعظم یانگ جین نے سوئی خاندان کی حکمرانی قائم کی جس نے چین کو ایک مرتبہ پھر متحد کرنے کی کوشش کی۔

605ء میں یانگ ڈی بادشاہ بنا سوئی حکومت کے ایک ذمہ دار لی یوان نے تنگ خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس دور میں 58 چاندی کی فاؤنڈریاں 96 تانبے کی فونڈریاں اور متعدد کانیں ژی جیانگ اور جیانگزی میں قائم کی گئیں۔

بادشاہ ٹائے ژونگ نے بیرونی مذاہب کے ساتھ رواداری برتی 621ء میں ایران سے نکلے ہوئے زردشتی وہاں پہنچے اور 628ء میں اسلام کے مبلغ بھی دارالسلطنت آئے روایت ہے کہ اس وفد اسلام میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں بھی تھے۔ 631ء میں عیسائی پادریوں بھی آئے چین میں پہلی مسجد تقریباً 630ء میں بنی۔

713ء میں شہنشاہ ہوانگ سنگ نے فوجیں تاتاریوں اور عربوں کے خلاف بھیجیں۔

یہ پہلا موقع تھا کہ چینی فوجیں عربی فوج سے ٹکرائیں۔ 756ء میں شہنشاہ سوسنگ نے خلیفہ منصور کے پاس سفیر بھیجے خلیفہ کے دس ہزار مسلمانوں کے لشکر نے چین پہنچتے ہی اولوشان باغی کی بغاوت کا خاتمہ کردیا۔ خاندان لیانگ ثانی نے شہنشاہیت سنبھال لی۔

فوجی افسر ژاؤ کوانگ ین نے 960ء میں دارالحکومت پر قبضہ کر کے سونگ خاندان کے اقتدار کی بنیاد رکھی۔ اس خاندان نے چین کو پھر سے متحد کرنے کا عمل شروع کیا۔

997ء میں سونگ خاندان کے بادشاہ تائی سنگ نے پوری سلطنت کو پندرہ صوبوں میں تقسیم کردیا' رفتہ رفتہ یہ صوبے 23 ہوگئے۔

قدیم چینی کھیل

قدیم چین

قدیم چین
تائی وان
لولانگ
یویانگ
ان تنگ
جن چینگ
چین گان
لویانگ
وولنگ
شیانگ
تنگ یانگ
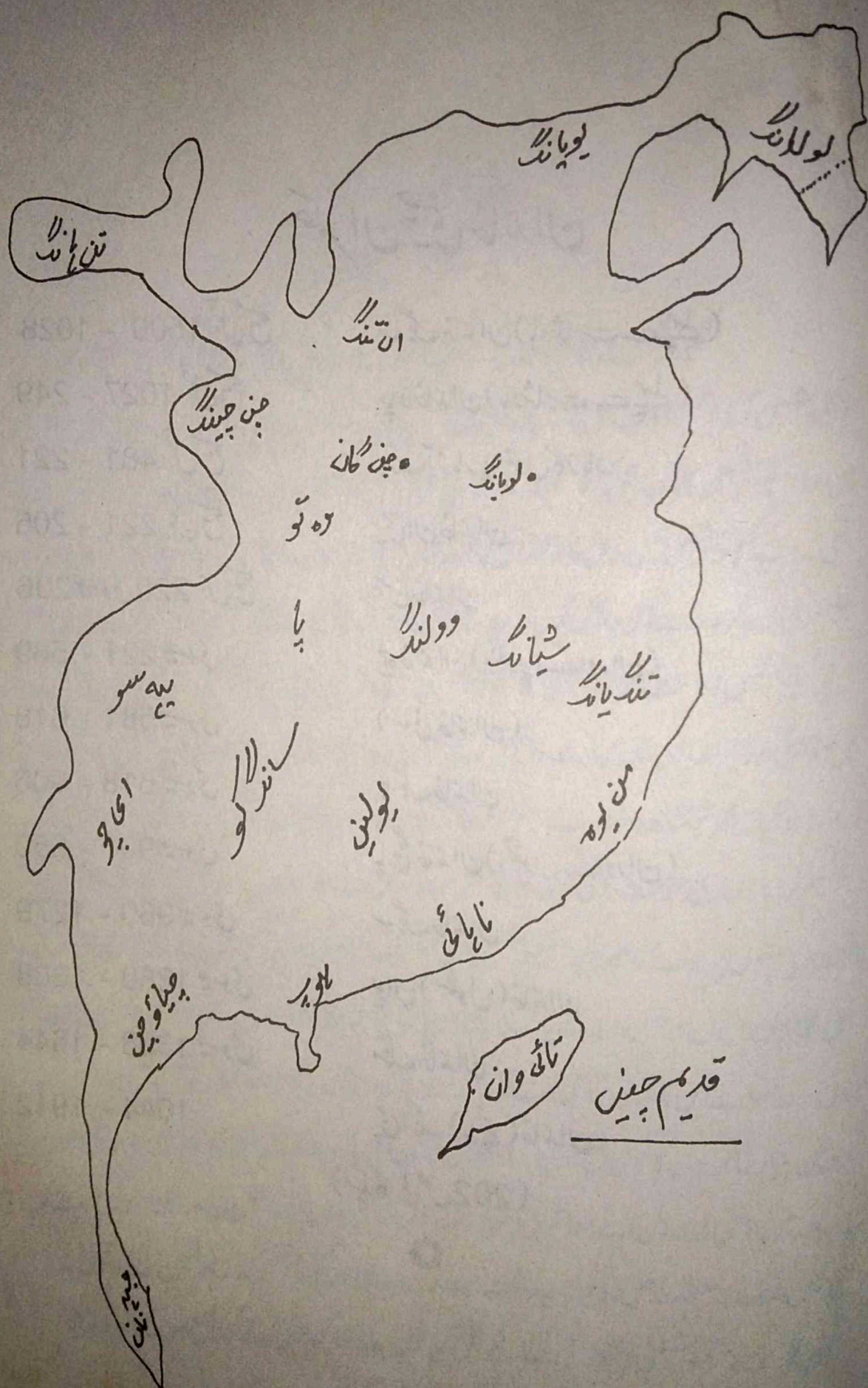
حکمران چینی خاندان

1028 - 1500 قبل مسیح	شانگ خاندان (بادشاہت سے پہلے)
249 - 1027 قبل مسیح	چاؤ خاندان (بادشاہت سے پہلے)
221 - 481 قبل مسیح	جنگ آزما ریاستوں کا زمانہ
206 - 221 قبل مسیح	چی ان خاندان
206 عیسوی 220 قبل مسیح	ہن خاندان
589 - 221 عیسوی	چھ خاندان (وقفوں کے دوران)
618 - 581 عیسوی	(سوئی خاندان)
906 - 618 عیسوی	تانگ خاندان
960 - 907 عیسوی	پانچ خاندان (وقفوں کے دوران)
1279 - 960 عیسوی	سونگ خاندان
1368 - 1280 عیسوی	یوان (منگول) خاندان
1644 - 1368 عیسوی	منگ خاندان
1644 - 1912	چی انگ (مانچو) خاندان

(میگا کی ص 202)

۞

کنفیوشس

کنفیوشس 551ق م میں ریاست لو میں پیدا ہوا' اس کا نام کنگ فوزے تھا جو بگاڑ کر کنفیوشس کر دیا گیا اور اب اسی نام سے دنیا میں مشہور ہے۔ اس کا خاندان کنگ نہایت معزز خاندانوں میں تھا' کنفیوشس کا باپ شولیانگ ایک طاقتور سپاہی تھا۔ کنفیوشس کی پیدائش کوہ نی کی خانقاہ میں ہوئی تھی۔ جب کنفیوشس تین سال کا تھا تو اس کا باپ فوت ہو گیا۔ ماں نے سات سال کی عمر تک اسے خود تعلیم دی اور پھر مدرسے میں داخل کر دیا۔ مدرسے میں وہ ادائے آداب میں مشہور ہو گیا' کچھ عرصے کے لیے کنفیوشس زراعت اور مویشیوں کا انسپکٹر بھی رہا۔ تین سال کے لیے گوشہ نشین ہونا پڑا اس زمانے میں موسیقی اور تیراندازی میں مہارت حاصل کر لی۔ تیس سال کی عمر میں وہ علوم ظاہری و باطنی سے کماحقہ آراستہ ہو گیا۔ پھر شہنشاہ وو وانگ نے سلطنت حاصل کرنے کے بعد اس کے 72 ماتحت ریاستوں میں تقسیم کر دیا۔ ساری حکومت واقعی ایک بڑی مشترکہ خاندان کے مشابہ ہو گئی۔ مرکزی حکومت کا اثر اپنی ماتحت ریاستوں پر برائے نام رہ گیا' کنفیوشس اسی طوائف الملوکی اور بدنظمی میں پیدا ہوا وہ چاہتا تھا کہ اس نظام کو برائیوں اور خرابیوں سے پاک دیکھے' وہ چاہتا تھا کہ خود حکومت میں حصہ دار بن کر اپنی بات لوگوں سے منوائے اس کا خیال تھا کہ جب تک حکومت کا زور پشت پناہ نہ ہو اصلاح ممکن نہیں۔ اس کے گرد تین ہزار شاگردوں کا غول جمع ہو گیا۔ 501ق م میں وہ ریاست لو میں شہر لو کا کوتوال بنا اور عملی طور پر سیاست میں داخل ہوا۔ اس نے معاشرتی اصلاحات میں خاص کامیابی حاصل کی اور رفتہ رفتہ ریاست لو کے رئیس طنگ کا معتمد خاص ہو گیا۔ یہ حالت بہت دن نہ رہی اور کنفیوشس کے مخالفین نے رئیس کے کان بھرے۔ کنفیوشس دشنوردی کے لیے نکل گیا' اس کے شاگرد اس کے گرد جمع ہو گئے اور وہ مع

شاگردوں کے قریہ قریہ گھومتا پھرا۔ تیرہ سال تک کنفیوشس اسی طرح گھومتا رہا اور مصیبتیں جھیلتا رہا۔ آخر کار رئیس نے اس کو وزارت پر پھر بلا لیا، کنفیوشس نے یہ عہدہ قبول تو کیا لیکن اب وہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا تھا۔ اس نے اب اپنا وقت علمی مشغلوں میں گزارا۔ 72 سال کی عمر میں یہ فلسفی، مورخ اور استاد فوت ہو گیا۔ کوہ فوہ ہنگ کے مقام پر دفن کیا گیا جہاں اس کی قبر اب تک مرجع خلائق ہے۔

مشرق اور جنوب مشرقی ایشیاء کا قدیم دور

ان علاقوں کی تہذیب کا نقشہ میکگا کی نے بڑے اچھے انداز میں کھینچا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:

''وہ قومیں جو مشرق اور جنوب مشرق ایشیاء کی حدود میں نمودار ہوئیں، وہ تہذیبی طور پر ہندوستان اور چین دو مرکزی طاقتوں کے دائرہ اثر میں ہیں۔ ہندوستانی تہذیب تجارت، آبادیوں کی آمدورفت اور مذہب کے ذریعے پرامن طور پر آس پاس کے علاقوں میں پھیل گئی۔ پانچویں عیسوی میں ہنس کی لائی ہوئی غارت گری اور گپتا حکومت کے دوران ترک وطن کرنے والوں کا سلسلہ پھیل گیا، چنانچہ ہندوستان کا دائرہ اثر بھی پھیلتا گیا۔ وہ بہت سے لوگ جو پلاوا بادشاہت سے نکل کر بھاگے تھے، وہ اپنے ساتھ گرانتھا رسم الخط بھی لے گئے۔ چینی کلچر چین کی سیاسی طاقت کا زیادہ اظہار تھا۔ اس کے زیر اثر علاقے فوجی فتوحات یا چینی تہذیب کے اثر سے آئے۔ چین کے طفیلوں میں کوریا، جاپان اور شمالی ویت نام شامل ہیں۔ ہندوستان کے دائرے میں سیلون، برما، تھائی لینڈ، ملایا، کمبوڈیا اور انڈونیشیا آتے ہیں۔ ملائشیا اور جنوب مشرق میں اسلامی تہذیب کا اثر نمایاں ہے۔ تبت ان دونوں طاقتوں کے درمیان ہے، اسے سیاسی طور پر چین نے اپنے اثر میں لے لیا ہے، اگرچہ اس پر ہندوستانی مذہب کا اثر زیادہ ہے۔

ہندوستانی مہم جوؤں نے 192 عیسوی میں ایک ہندو بادشاہت چمپا (جنوبی ویت نام) میں قائم کی تھی۔ ہن بادشاہ نے انام ویت (شمالی ویت نام) کو پہلی صدی قبل مسیح میں اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ بی سی چمپا بارہویں صدی تک ایک آزاد ملک تھا۔ بعد میں وہ شمالی ویت نام

کے لوگ چین کے زیر اثر ماہایانہ بودھ تھے۔ تانگ حکومت کے خاتمے تک وہ چین کا حصہ تھے۔ یوان اور لہنگ بادشاہوں نے اسے دوبارہ فتح کیا۔ 1428 میں اسے اپنی آزادی واپس مل گئی۔ گھمیر کی سلطنت کو کمبوڈیا میں نویں اور بارہویں صدیوں کے دوران دیوتا بادشاہوں کی خاندانی مملکت کے تحت طاقت اور عروج حاصل ہوا۔ اس کی خاص یادگار آنکلور واٹ کے مقام پر ایک مندر کے سلسلے کی تعمیر ہے۔ اسے سوریا ورمادوم (1150 - 1113) نے تعمیر کروایا تھا۔ اس کی مشرقی سرحد کی جانب ثائی بادشاہت ہے۔ جسنے 1350 اور 1360 کے درمیان گھمیر ریاست کو تباہ کر دیا۔ یہ نائی، مغربی چین میں ینان لوگوں کی نسل سے تھے۔ جنہوں نے جنوب کی طرف ہجرت کی اور 1350 عیسوی میں ایوتیا کے نام سے ایک منظم اور مضبوط حکومت قائم کی۔ انہوں نے کمبوڈیا، اس کے نیچے برما اور آبنائے ملایا کا بیشتر علاقہ فتح کر لیا۔ تھائی لینڈ کے مشرق میں برمی قبائل نے جو شمال مغرب سے ترک وطن کر کے آئے تھے، برما کے مقامی مان لوگوں کو اپنا محکوم بنالیا اور 1044 میں ایک غیر مذہبی حکومت قائم کر لی۔ منگولوں نے اسے 1287 میں تباہ کر دیا۔

جنوب مشرقی ایشیا کے ان معاشروں کے برعکس، جن کی بنیاد زراعت پر ہے، انڈونیشی جزائر کے لوگوں کا ذریعہ روزگاز، بنیادی طور پر تجارت پر ہے۔ ہندوستان اور چین کے درمیان سفر کرنے والے سمندری جہازوں کا ملاکا یا سنڈا کی آبنائے سے ہو کر گزرنا پڑتا جو سماترا کے انتہائی مخالف سمت میں واقع ہیں۔ سری وجے کی سماترا سلطنت نے اپنے علاقائی بحری حدود میں تجارتی جہازوں کو روک کر خوش حال ہو گئیں۔ وہ ان جہازوں پر ٹیکس لگاتے تھے۔ ساتویں اور نویں صدی عیسوی کے درمیان یہ اس علاقے کی سب سے بڑی طاقت تھی۔ ہندوستان کے چولا اور جاوا کے باشندے بڑے اہم حریف تھے۔ شلندرا خاندان کے بادشاہوں نے آٹھویں صدی تک جاوا پر حکومت کی۔ ان کی یادگار بورو بندر کی پہاڑی پر تعمیر کردہ ایک بودھ مجسمہ ہے۔ ان بادشاہوں کی جگہ ہندو بجیا خانان برسر اقتدار آیا۔ مشرقی جاوا کی سنگو ساری حکومت جو نویں صدی عیسوی میں عروج پر پہنچی، اونڈنیشیا کے توسیع شدہ علاقوں میں تیرہویں صدی عیسوی تک برسر اقتدار رہی۔ منگولوں نے 1293ء میں جاوا پر اس وقت حملہ کیا، جب کہ ان کے اندرون ملک میں بغاوت

پھوٹ پڑی تھی۔ متوفی بادشاہ کے داماد وجے نے باغیوں کو کچلنے کے لئے ان کی مدد کا خیر مقدم کیا اور بعد میں سازشی طریقے سے خود انہی پر پلٹ پڑا، جب منگولوں کو شکست ہوئی تو وجے نے ماجا پاہٹ سلطنت کی بنیاد رکھی جو چودھویں صدی میں خاصے بڑے علاقے میں پھیل چکی تھی۔ 1403ء میں ایک شیلنڈر شہزادے نے جس کا نام پرمیشور تھا، ایک ماجا پاہت شہزادی سے شادی کر لی اور ملاکہ شہر کی بنیاد رکھی اور جب اس نے اسلامی مذہب اختیار کیا تو ملاکہ اسلام کی تبلیغ کا مرکز بن گیا۔

چینی شہنشاہ ہن وو۔ ٹی نے 8 - 1909 قبل مسیح میں کوریا کے علاقے تک فوجی چوکیاں قائم کر لی تھیں۔ تیسری صدی عیسوی میں جب مشرقی ہن سلطنت ختم ہوگئی تو وہ چوکیاں توڑ دی گئیں۔ تاہم کوگوریو کی شمالی ریاست نے ماہایانہ بودھ مت اختیار کیا اور 372 عیسوی میں چینی طرز کی پبلک انتظامیہ کو رواج دیا۔ پانچویں اور چھٹی صدیوں کے درمیان میں بہت سے کوریائی باشندے جن کا دعویٰ تھا کہ ان کے اجداد چینی تھے، ترک وطن کر کے جاپان چلے گئے۔ ساتویں صدی میں ٹی انگ بادشاہوں نے شیلا بادشاہوں کی مدد سے کوگوریو اور پاکچی کی ریاستوں کو فتح کر لیا۔ بعد میں شیلا بادشاہوں نے چینیوں کو نکال باہر کیا۔ مقامی حکومت کے تحت کوریا کے اتحاد کے باوجود چینی معاشرت وہاں ترقی کرتی رہی۔ ماہایانہ بودھ مت اور چینی رسم الخط دونوں نے اس عہد میں جڑیں پکڑ لی تھیں۔ نویں صدی میں شیلا سلطنت ختم کر دی گئی۔ اس کے بعد کوریا خاندان، جس نے کنفیوشش کے مذہب کے مقابلے میں بودھ مت کو دبانے کی کوشش کی، کوریا پر 1213 عیسوی میں منگولوں کی آمد تک حکومت کرتا رہا۔ آخر میں 1392 عیسوی میں ای (Yi) خاندان برسر اقتدار آ گیا۔ یہ حکومت 1910ء تک برقرار رہی۔ کوریا کی ''راہبانہ'' بادشاہی نے جو مانچو چین کی باج گزار تھی، ساری دنیا سے عملاً الگ تھلگ رہتے ہوئے اپنا وجود برقرار رکھا۔

جاپان ٹی انگ خاندان کے دور میں متحد ہوا، اس کی سلطنت کا دارالحکومت پہلے نارا تھا، اس کے بعد کویوٹو ہو گیا۔ انہوں نے حکومت کا چینی نمونہ اختیار کیا لیکن جاپان میں تعلیم یافتہ افراد اتنی بڑی تعداد میں دستیاب نہیں تھے جو مرکزی طاقت حکومت کے عملے میں شامل ہو کر اسے موثر

طور پر چلاتے۔اس لئے صوبائی حکومتیں طاقت کا مرکز بن گئیں۔مزید یہ کہ فیوجی واڑا خاندان اور بودھ پجاریوں نے بادشاہ کے اختیارات میں رخنہ اندازی کی تھی۔ادھر فیوجی واڑا نے خود اپنی جاگیردارانہ حکومتیں پورے ملک میں قائم کرنے کی کوشش کیں،جن کی صوفائی اشرافیہ نے مخالفت کی۔طویل خانہ جنگی کے بعد منیاموٹو خاندان نے اپنے مخالفوں کو شکنست دے دی۔ان کے سردار یوری ٹوموئیا موٹو نے ماکترا میں فوجی آمریت قائم کردی جو 1185 میں شوگوینٹ کے نام سے مشہور ہوئی۔اس نے شہنشاہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔لیکن وہ اب متوازی حکومت کا سربراہ تھا جس کے ہاتھ میں حقیقی طاقت تھی۔جنگ جو سرداروں کے اس نئے خاندان نے عدالتوں کی اصلاح کی. اور معاشرے میں امن قائم کیا۔انہوں نے ایک تہذیبی ابھار کو بڑھاوا دیا اور جب منگولوں نے 1274 اور 1281 میں جاپان پر بحری طاقت کے ساتھ حملہ کیا تو انہوں نے منگولوں کے حملوں کو پسپا کردیا۔شہنشاہ گوڈیگو نے 1331 میں اس حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی۔چنانچہ شوگونیٹ کو کویوز میں اشیکا گو خاندان میں منتقل کردیا گیا۔ان کی حکومت دو سو سال بعد ختم ہوگئی۔کویوٹو کے گلی کوچوں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔

سولہویں صدی کے وسط کے آغاز میں تین جنگی سرداروں نے شوگوینٹ کو بحال کیا اور ملک میں امن قائم کیا۔پہلے،اوڈانویونا گا نے دوسرے جنگی سردار کے ساتھ جنگ میں کامیابی کے بعد جو کویوٹو کی طرف پیش قدمی کررہا تھا،اقتدار پر قبضہ کرلیا۔اس نے بیس سال حکومت کی۔ 1562 میں اسے قتل کردیا گیا۔نویوگانا کے ایک ماتحت ہیڈوشی نویوٹو نے اس کے قتل کا بدلہ لینے کی ٹھانی۔ 1590 میں شوگن بننے کے بعد اس نے کوریا پر حملہ کردیا۔بعد میں اس کا ارادہ جنگ خاندان پر حملے کا تھا۔اس حملے کو پس پا کردیا گیا۔ہوڈیشی نے اپنے طاقت کا ارادہ جنگ خاندان پر حملے سے کیا،اس حملے کو پس کردیا گیا۔ہوڈیشی نے اپنے طاقتور دشمنوں کے خلاف بڑی چالاکی سے کام لیا اور عیارانہ حکومت عملی اختیار کی۔اس نے تمام غیر سمورائی باشندوں کے لئے حکم صادر کیا کہ بدھا کا ایک پُر شکوہ دھاتی مجسمہ بنانے کے لئے اپنی تلواریں دے دیں اور عیسائی مشنریوں کو حکم دیا کہ بودھ سپاہیوں سے جنگ کریں۔ہیڈوشی اپنے بیٹے کو جانشین بنانا چاہتا تھا،لیکن اس کی

وفات کے بعد اس کے ایک معاون ٹوکوگا والیوسو نے بالادستی حاصل کر لی۔ وہ شوگن کا دارالحکومت ٹوکیو لے گیا۔ اس نے دیگر سمورائی باشندوں کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے انہیں حکم دیا کہ اپنی رہائش دونوں جگہ رکھیں۔ اس طرح ان کے اخراجات بہت بڑھ گئے تھے۔ آخر میں اس نے پرتگالی مشنریوں کو جاپان سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس بندوبست کے نتیجے میں 250 سال تک امن قائم رہا جب کہ جاپان کا وجود ساری دنیا پر ہند تھا۔ تب ایک امریکی امیر البحر میتھو پیری نے جولائی 1853 میں بندوق سے مسلح ایک بحری بیڑہ ساتھ لیا اور ٹوکیو جا پہنچا۔ اس نے حکم دیا کہ شوگن کو قوم کے لئے کھول دیا جائے۔ شاہی خاندان کی حکومت 1868 میں بحال ہوگئی۔

(ص 210-200)

قدیم جنوب مشرق ایشیا
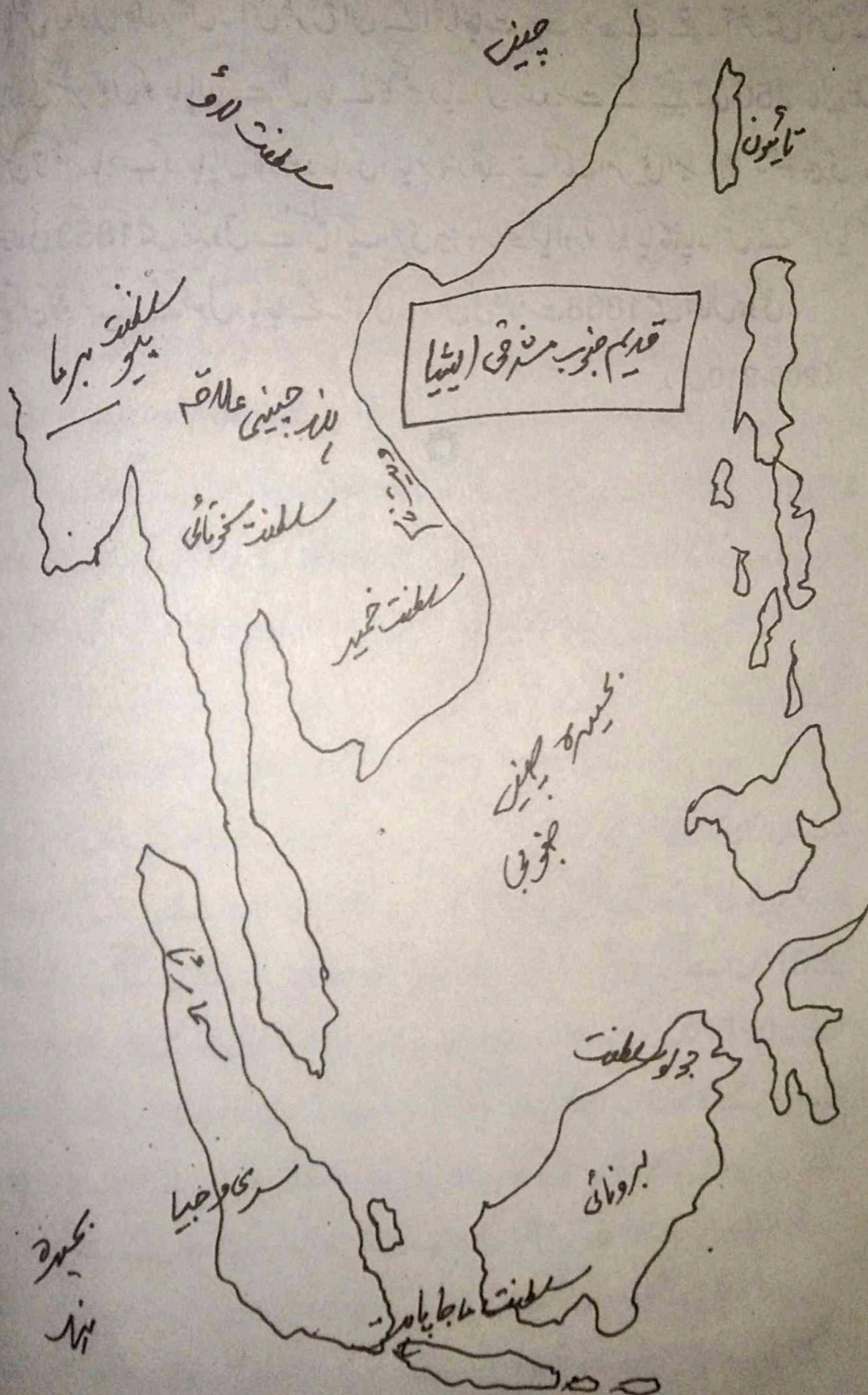
قدیم تاریخ کے عہد آخر کا خاکہ

نبوکدنضر یروشلم پر قبضہ کرتا ہے	586 B.C
بدھا کو نروان حاصل ہوتا ہے	530 B.C
سقراط پر مقدمہ چلا کر اسے موت کی سزا دی جاتی ہے	399 B.C
شہنشاہ اشوک بدھ مت اختیار کر لیتا ہے	261 B.C
بدھ مت کے ماننے والے پالی ضوابط اختیار کرتے ہیں	250 B.C
مسیحؑ کا اٹھایا جانا اور نئی زندگی پانا	30 A.D
سینٹ پال مشنری اسفار کا آغاز کرتا ہے	45 A.D
روم میں سینٹ پیٹر کو سزائے موت	67 A.D
رومی یروشلم کو تباہ کر دیتے ہیں	70 A.D
کنشک مہایانہ بدھ مت کی ترویج کرتا ہے	C. 100 A.D
مانی نئی فکر کی تبلیغ کا آغاز کرتا ہے	242 A.D
کانسٹنٹائن مسیحیت کو قانونی حیثیت دے دیتا ہے	313 A.D
نیسیا میں ایک مسیحی کونسل تثلیث کی فکر اختیار کر لیتی ہے	323 A.D
سینٹ آگسٹائن ''خدا کا شہر'' (City of God) تصنیف کرتا ہے	411 A.D
ایفی سس کی کونسل نستورین فرقہ کی مذمت کرتی ہے	323 A.D
سینٹ پیٹرک آئرلینڈ میں مشن کا آغاز کرتا ہے	432 A.D
فرانکوں کے بادشاہ کلووس کو بپتسمہ دے کر مسیحی بنایا جاتا ہے	496 A.D
بینیڈکٹ مونٹ کسینو پر بھکشو گھر تعمیر کرتا ہے	529 A.D

گریگوری اول پوپ بنتا ہے	590 A.D
آگسٹین کو پوپ گریگوری انگلینڈ کی مہم پر روانہ کرتا ہے	596 A.D
غار حرا میں حضرت محمد ﷺ پر وحی کا نزول	610 A.D
حضرت محمد ﷺ کی مدینہ کی جانب ہجرت	622 A.D
حضرت محمد ﷺ کی وفات	632 A.D
قرآن پاک کی اشاعت	650 A.D
حضرت معاویہ بنی امیہ کی حکمرانی کا آغاز کرتے ہیں	658 A.D
خلفیہ سوم حضرت علیؓ کی شہادت	666 A.D
سائینوڈ اور وائٹ بائی انگلینڈ کو روم سے وابستہ کرتا ہے	664 A.D
یروشلم میں ڈوم آف راک کی تعمیر	691 A.D
بازنطینی بادشاہ لیو اول آئیکونز پر حملہ کرتا ہے	729 A.D
تورز کے میدان میں فرانک مسلمانوں کو شکست دیتے ہیں	732 A.D
بغداد میں عباسی حکمرانی کی تشکیل	749 A.D
عرب، چینیوں کو ثمر قند میں شکست دیتے ہیں	751 A.D
شارلیمین مقدس رومن بادشاہت کا شہنشاہ بنتا ہے	800 A.D
چین میں غیر ملکی مذاہب پر تعدی	841 A.D
کلونی میں رہبانیت کی تحریک کا آغاز	910 A.D
قرلوک ترک سنی مذہب اختیار کر لیتے ہیں	960 A.D
مصر میں فاطمی حکمرانی	969 A.D
کیف کے ولادی میر کو بپتسمہ، آرتھوڈاکس مذہب اختیار	989 A.D

سلطنت شارلمین

شارلیمن (جرمنی)
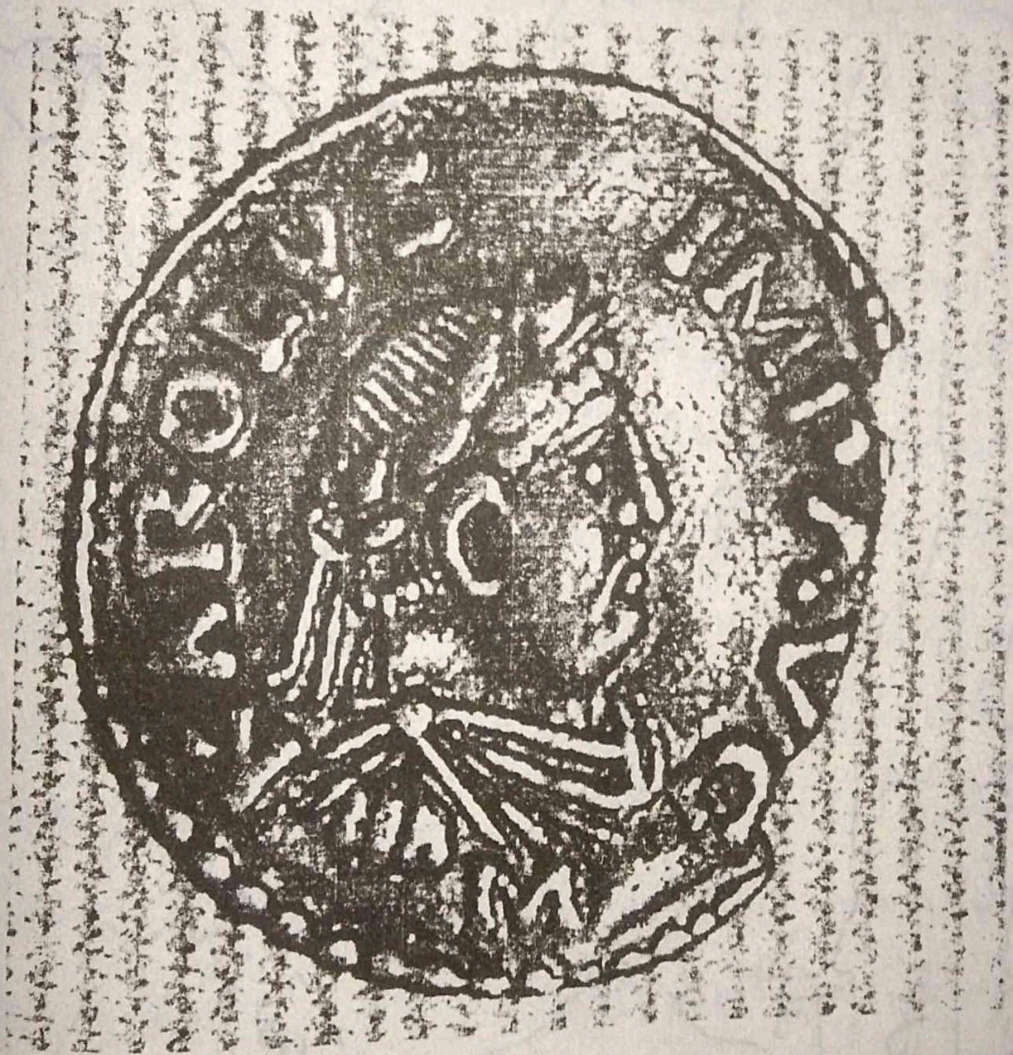
عہد قدیم کا خاتمہ اور عہد وسطیٰ کا آغاز

اسلام اور خلافت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایران کے بادشاہ خسرو اور قسطنطنیہ کے بادشاہ ہیر لیز کو اپنے قاصد بھیجے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیغمبر قبول کریں خسرو نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چٹھی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جس بات کے سننے پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا خسرو کے ایمپائر کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ 632ء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان سے رحلت فرمائی۔

اسلام کی فتوحات

رومن بادشاہوں کی پالیسی تھی کہ ایک وقت میں ایک طرف ہی جنگ کرنی چاہیے۔ اسلام کی فوجوں نے ایسی پالیسی کو ترک کر دیا اور ایک وقت میں دو سب سے بڑی ایرانی اور رومن سلطنتوں پر چڑھائی کر دی اور ایک سو سال کے اندر ایران' سیریا' مصر' افریقہ اور سپین پانچ بڑے صوبوں پر قبضہ کر لیا۔ پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شروع میں تو کئی قبیلوں کو جنگ کر کے زیر کرنا پڑا جنہوں نے خراج یا زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ بہت سے آدمیوں نے پیغمبری کے جھوٹے دعویٰ شروع کر دیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جرنل خالد رضی اللہ عنہ نے ان سب کے خلاف جہاد کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلے سال میں خسرو کی اولاد میں سے ''یزدگرد'' ایران کے تخت پر بیٹھا۔ اسلام کی فوجوں نے دریائے دجلہ کے کنارے 636ء میں اس کے ساتھ لڑائی کی۔ ایران کی بڑی سلطنت اب گر چکی تھی۔ اسلام کے نئے جوش کا وہ ذرا مقابلہ نہ کر سکے اور ایران کی بڑی سلطنت پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ اگلے سال اصفہان پر قبضہ کیا۔ یزدگرد فوج اکٹھی کر کے پھر آیا لیکن اس کے سپاہی ہی اس کے خلاف ہو گئے اور اس کی ترک فوج نے اسے قتل

لرڑ الا۔

دوسری طرف اسلام کی فوجوں نے سیریا (عراق) پر چڑھائی کر دی۔ ہیراکلیس بادشاہ نے ان کے برخلاف فوج روانہ کی جسے دو مقام پر شکست ہوئی۔ 635ء میں دمشق فتح ہو گیا اور 637ء میں یروشلم وغیرہ وغیرہ۔

ادھر مصر اور شمالی افریقہ ادھر ایران کے شمالی پہاڑوں سے گذر کر اسلام نے وسط ایشیا کے تاتار قبیلوں کو فتح کر کے اپنے اندر شامل کرنا شروع کیا۔ بعد ازاں ان تاتار لوگوں نے اسلام کی تلوار ہاتھ میں لے کر اس کی فتوحات جاری رکھیں۔

پھر مصر میں بھی اسلام کی حکومت ہو گئی۔ سکندریہ کا محاصرہ اس لڑائی کا بڑا مشہور واقعہ تھا۔ 641ء میں سکندریہ فتح ہو گیا۔ یونانی وہاں سے بھاگ نکلے۔ 661ء میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمشق میں امیہ خاندان کی بنیاد ڈالی اور شمالی افریقہ فتح ہوتا گیا۔ اسلام کی فوجوں کو نہ صرف کنارے کی عیسائی آبادی سے مقابلہ کرنا پڑا بلکہ اندرونی حصہ کے لوگ بھی ان کے سخت دشمن تھے۔ صدی کے پچھلے حصے میں عرب فوجیں بحرالکاہل سے ہوتی ہوئیں کارتھیج جا پہنچیں۔

ایک مسجد سی رہ گئی۔ اموی جرنیل موسیٰ نے بربر قوم کے لوگوں کو فتح کر کے مسلمان بنایا۔ ان کو عربی زبان سکھلا کر اسلامی نام دیئے۔ ان کی قوم میں سے تیس ہزار نوجوان بھرتی کر لیے اور جبرالٹر سے عبور ہو کر سپین میں جا داخل ہوئے۔ جرنیل عبدالطارق کے نام سے جبرالٹر یعنی جبل الطارق پہاڑ کا نام پڑا۔

سپین اور یورپ میں اسلام

673ء میں عرب لوگوں نے پہلی دفعہ باسفورس پر قابض ہو کر قسطنطنیہ لینے کی کوشش کی۔ بہت نقصان اٹھا کر ان کو واپس ہونا پڑا۔ پچاس برس ابھی نہ گذرے تھے کہ 717ء، 718ء میں انہوں نے قسطنطنیہ کو آ گھیرا مگر واپس ہو گئے۔ مشرق کی طرف تو اسلام کی فوجیں روک دی گئیں مگر مغرب کی طرف سپین سے یورپ کا دروازہ ان کے لئے کھول دیا گیا۔ جنرل موسیٰ نے کئی بڑے شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اور جلدی ہی سیوریٹل، کارڈووا، ٹولیڈو اور گریناڈا یہ سب صوبے

زبان مذہب، لباس میں عرب بن گئے۔ پیرینیز پہاڑ سے لے کر سندھ تک عربوں کی زبان اور قانون پھیل گیا۔

718ء میں جنرل عبدالرحمٰن پیرینیز گذر کر جنوبی فرانس کے حصوں پر قابض ہو گیا۔ اس سے تمام یورپ کی عیسائی قوموں کو خطرہ پیدا ہوا۔ 732ء میں پیرس کے نزدیک فرینک کمانڈر چارلس مارٹل اسلام کی فوج کے مقابلے پر آیا۔ دونوں طرف سے بڑی بہادری دکھلائی گئی کوئی تین لاکھ کے قریب آدمی قتل ہوئے۔ عبدالرحمٰن مارا گیا۔ چارلس مارٹل کی بہادری نے فرانس اور یورپ کو بچا لیا۔ اسی لڑائی پر لکھتے ہوئے گبن نے کہا ہے:

"اگر اسلام کو فتح ہو جاتی تو یورپ اور انگلینڈ مسلمان ہوتا اور آج کیمبرج آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں میں قرآن شریف کی شرحوں پر لیکچر ہوتے"۔

پھر عباسیہ خاندان پانچ سو سال تک بغداد میں حکمران رہا۔ انہوں نے علم، لٹریچر اور صنعت میں ترقی کی اور اپنی عربی زبان میں علوم کو ترقی دے کر اپنے ماتحت اقوام کو عربی بنانا شروع کیا۔ خلیفہ ہارون نے جو کہ چارلیمین کا ہمعصر تھا قسطنطنیہ پر حملہ کر کے بادشاہ سے ستر ہزار دینار خراج وصول کیا۔ اس کی فیاضی بڑی مشہور ہے۔ اس کے بیٹے کے وقت میں 821 میں افریقہ سے فوجیں سسلی میں گئیں اور وہاں سے 846 میں اسلامی بیڑا دریائے ٹائیبر مین گیا۔ ایک طوفان نے روما کو بچا لیا۔

❁

کتابیات

CUNNINGHAM, W. *An Essay on Western Civilisation.* Vol. i, *Ancient Times* (Camb. Univ. Press, 1900, 4s. 6d.).

——— *An Essay on Western Civilisation in its Economic Aspects : Ancient Times* (Camb. Univ. Press, 1898, 4s. 6d.).

DUNCKER, MAX. *History of Antiquity.* Tr. by Dr. Evelyn Abbott (6 vols., Macmillan, 1878–82, 21s. each). Vol. i, *Egypt, the Semite Nations*; ii, *Assyria, Phœnicia, Israel*; iii, *Assyria, Israel, Egypt, Babylonia, Lydia*; iv, *Aryans of Indus and Ganges*; v, vi, *Aryans of E. Iran.*

MAHAFFY, J. P. *Prolegomena to Ancient History* (Longmans, 1871, 14s.).

MASPERO, SIR GASTON. *History of the Ancient Peoples of the Classic East.* Ed. by A. H. Sayce, tr. by M. L. M'Clure (3 vols., S.P.C.K., 1894–1900, 84s.). Vol. i, *The Dawn of Civilisation : Egypt and Chaldæa* (2nd ed., 1910); ii, *The Struggle of the Nations : Egypt, Syria, Assyria* (2nd ed., 1910); iii, *The Passing of the Empires,* 850 B.C. *to* 330 B.C. (1899).

PATTERSON, W. R. *The Nemesis of Nations* (Dent, 1907, 10s. 6d. net).

REINACH, S. *Apollo : Story of Art throughout the Ages.* Tr. by Florence Simmonds (Heinemann, 1907, 6s. net).

RIPLEY, W. L. *The Races of Europe* (Kegan Paul, 1900, 18s. net). Extends to Persia, and contains a bibliography.

SAYCE, A. H. *The Ancient Empires of the East* (Macmillan, 1884, 6s.).

SEIGNOBOS, C. *History of Ancient Civilisation* (Unwin, 1907, 5s. net).

SERGI, G. *The Mediterranean Race : A Study of the Origin of European Peoples* (W. Scott, 1901, 6s.).

SMITH, PHILIP. *A History of the World : Ancient History* (3 vols., Murray, 1886, 2nd ed. 1873, 31s. 6d.). To A.D. 476.

——— *The Ancien History of the East* (Murray, 1871, 7s. 6d.). To the conquest by Alexander the Great.

SOUTTAR, R. *A Short History of Ancient Peoples* (Hodder and Stoughton, 1903, 2nd ed. 1904, 12s. net).

(*b*) LATER TIMES

BURY, J. B. *A History of the Later Roman Empire, from Arcadius to Irene,* A.D. 395–800 (2 vols., Macmillan, 1889, 32s.).

GREECE AND ROME COLLECTIVELY

ANDERSON, W. J., and SPIERS, R. P. *The Architecture of Greece a[nd] Rome: its Historic Development* (Batsford, 1902, 2nd ed. 1907, [...] net).

DE BURGH, W. G. *The Legacy of Greece and Rome* (Macdonald [a]nd Evans, 1912, 2s. 6d. net.).

FURTWANGLER and ULRICHS. *Greek and Roman Sculpture* [D]ent, 1913, 7s. 6d. net).

GUERBER, H. A. *The Myths of Greece and Rome* (Harrap, 1907[, 7]s. 6d. net).

PLUTARCH. *Lives.* Tr., with notes and life of Plutarch, b[y] Stewart and Long (4 vols., Bell, Bohn's Library, 1884–5, 5s. eac[h]). Ditto (4 vols., Bell, York Library, 8s. net). Edited by Dry[de]n, revised by Clough (3 vols., Dent, Everyman Library, 1s. net [e]ch).

SEYFFERT, O. *Dictionary of Classical Antiquities* (Sonnen[s]chein, 1891, 21s.).

SMITH, SIR WM. *Dictionary of Greek and Roman Antiq[u]ities* (3rd ed., 2 vols., Murray, 1890–1, 31s. 6d. each).

——— *Classical Dictionary of Biography, Myth[ol]ogy, and Geography* (2nd ed., Murray, 1894, 18s.).

——— *Smaller Classical Dictionary* (abridgment o[f] above) (Murray, 7s. 6d.).

———. *Dictionary of Greek and Roman Geograph[y]* (2 vols., 2nd ed., Murray, 1878, 5s. 6d.).

GREECE

(a) GENERAL HISTORIES

ABBOTT, EVELYN. *History of Greece* (3 vols., Longmans, 1893–1900, 10s. 6d. each).

BURY, J. B. *History of Greece* (Macmillan, 8s. 6d.; abridged edition, 1903, 3s. 6d.).

——— *The Ancient Greek Historians.* Harvard Lectures (Macmillan, 1909, 7s. 6d. net).

CURTIUS, E. *History of Greece.* Tr. by Dr [Sir] A. W. Ward (5 vols., Bentley, 1868–73, 18s. each).

DUNCKER, MAX. *History of Greece to the Battle of Salamis.* Tr. by S. F. Alleyne and Evelyn Abbott (2 vols., Bentley, 1883–7, 15s. each).

GROTE, G. *History of Greece from Earliest Times to Death of Alexander the Great* (10 vols., Murray, 1888, 5s. each; also in 12 vols., Dent, Everyman Library, 1s. net each). Condensed edn. by Mitchell and Caspagni (Routledge, 1907, 5s. net).

HOLM, A. *History of Greece to the Close of the Independence of the Greek Nation.* Tr. by Clarke (4 vols., Macmillan, 1894–8, 25s. 6d. net).

MAHAFFY, J. P. *Problems in Greek History* (Macmillan, 1892, 7s. 6d.).

OMAN, C. W. C. *History of Greece* (Rivingtons, 1890, 2s.).

SHUCKBURGH, E. S. *The Story of Greece, from the Coming of the Hellenes to* A.D. 14 (Unwin, Story of the Nations, 5s.).

ROME

(a) GENERAL HISTORIES

CREIGHTON, M. *Rome* (Macmillan, History Primers, 1875, 1s.).

FOWLER, W. W. *Rome* (Williams and Norgate, Home University Library, 1912, 1s. net).

GILMAN, A. *Rome: from Earliest Times to End of the Republic* (Unwin, Story of the Nations, 1886, 5s.).

MERIVALE. *History of Rome* (Longmans, 1875). Ed. by Smeaton (Dent, Everyman Library, 1s. net). Introductory to Gibbon.

MOMMSEN, T. *History of Rome* (5 vols., Macmillan, 1862–6, 7s. 6d. each; abridged edition, 1 vol., 7s. 6d.; Dent, Everyman Library, 4 vols., 1s. net each).

PELHAM, H. F. *Outline of Roman History to* A.D. 476 (Rivingtons, 1895, [illegible]s.).

EGYPT

BREASTED, J. H. *History of Egypt, to the Persian Conquest* (Hodder and Stoughton, 1906, 20s. net).

BRUGSCH, H. *History of Egypt under the Pharaohs.* Ed. by Brodrick (Murray, 189[illegible], 18s.).

BUDGE, E. A. WALLIS. Of Budge's many valuable works on Ancient Egypt see especially the following:

History of Egypt to the Death of Cleopatra VII, 30 B.C. (8 vols., Kegan Paul, 1899–1902, 3s. 6d. net each).

Egyptian Magic (Kegan Paul, 1899, 3s. 6d. net).

Gods of the Egyptians, or Studies in Egyptian Mythology. (2 vols., Methuen, 1903, 63s. net).

Decrees of Memphis and Canopus (3 vols., Kegan Paul, 1904, 3s. 6d. net each). (Vols. i, ii, *The Rosetta Stone*: vol. iii, *The Decree of Canopus*.)

The Egyptian Sudan; its History and Monuments (2 vols., Kegan Paul, 1907, 42s. net).

Book of the Kings of Egypt (2 vols., Kegan Paul, 1908, 6s. net each). (Vol. i, *Dyn. I–XIX*; vol. ii, *Dyn. XX–XXX*.)

Egyptian Literature (2 vols., Kegan Paul, 1912, 6s. net). (Vol. i, *Legends of the Gods*; vol. ii, *Annals of Nubian Kings*).

BUTLER, A. J. *The Arab Conquest of Egypt*, 7th cent. A.D. (Clarendon Press, 1902, 16s. net).

KING, L. W., and HALL, H. R. H. *Egypt and Western Asia in the Light of Recent Discoveries* (S.P.C.K., 1907, 10s.).

MAHAFFY, J. P. *Empire of the Ptolemies* (Macmillan, 1895, 12s. 6d.).

MARIETTE, F. AUG. F. *Outlines of Ancient Egyptian History* (Rivingtons, 1891, 2nd ed., Murray, 1892, 5s.).

MASPERO, SIR GASTON. (*See also* Section I., p. 647.) *Life in Ancient Egypt and Assyria* (Chapman and Hall, 1891, 5s.).

——— *A Manual of Egyptian Archæology* (Grevel, 1902, 6s.).

——— *New Light on Ancient Egypt* (Unwin, 1908, 6s. net).

——— *Art in Egypt* (Heinemann, 1912, 6s.).

PERROT and CHIPIEZ. *History of Ancient Egyptian Art* (2 vols., Chapman and Hall, 1883, 42s.).

PETRIE, W. M. F. (ed.). *History of Egypt from the Earliest Times* (6 vols., Methuen, 1894–1905, 6s. each). Vol. i, to *16th Dynasty*; ii, *17th and 18th Dynasties*; iii, *19th to 30th Dynasties* (vols. i–iii by the editor); iv, *Ptolemaic Dynasty* (J. P. Mahaffy); v, *Under Roman Rule* (J. G. Milne); vi, *In the Middle Ages* (S. Lane Poole).

——— *The Religion of Ancient Egypt* (Constable, 1906, 1s. net).

——— *Personal Religion in Egypt before Christianity* (Harper, Library of Living Thought, 1909, 2s. 6d. net).

——— *The Arts and Crafts of Ancient Egypt* (Foulis, 1909, 5s. net).

——— *Egypt and Israel* (S.P.C.K., 1910, 2s. 6d.).

And many other works.

RAWLINSON, G. *Ancient Egypt* (Unwin, Story of the Nations, 1887, 5s.).

RHIND, A. H. *Thebes: its Tombs and their Tenants* (Longmans, 1862, 18s.).

SAYCE, A. H. *Egypt of the Hebrews and Herodotus* (Rivington, 1895, 7s. 6d.).

——— *The Religions of Ancient Egypt and Babylonia* (T. and T. Clark, 1902, 8s. net).

TORR, C. *Memphis and Mycenæ: an Examination of Egyptian Chronology and its Application to the Early History of Greece* (Camb. Univ. Press, 1896, 5s.).

WEIGALL, A. E. P. *The Life and Times of Akhnaton, Pharaoh of Egypt* (14th century B.C.) (Blackwood, 1910, 10s. 6d. net).

CARTHAGE AND NORTH AFRICA

ARNOLD, T. *The Second Punic War* (Macmillan, 1886, 8s. 6d.).

CHURCH and GILMAN. *Carthage; or, The Empire of Africa* (Unwin, Story of the Nations, 1886, 5s.).

MORRIS, W. O'C. *Hannibal, Soldier, Statesman, and Patriot: and the Crisis of the Struggle between Carthage and Rome* (Putnam, Heroes of the Nations, 1897, 5s.).

SMITH, R. B. *Carthage and the Carthaginians* (Longmans, 1908, 3s. 6d.).

WILKINSON, SPENSER. *Hannibal's March through the Alps* (Clarendon Press, 1911, 7s. 6d. net).

ASIA

(a) ASSYRIA, BABYLONIA, CHALDÆA

BOSCAWEN, W. ST. C. *The First of Empires: an Account of the Origin, Civilisation, etc., of the Babylonian Empire to 2000 B.C.* (Harper, 1905, 5s. net).

BUDGE, E. A. WALLIS. *Babylonian Life and History* (Religious Tract Society, 1884, 3s.).

JOHNS, C. H. W. *Ancient Assyria* (Camb. Univ. Press, Camb. Manuals, 1912, 1s. net).

——— *Ancient Babylonia* (Camb. Univ. Press, Camb. Manuals, 1913, 1s. net).

KING, L. W. *Babylonian Religion and Mythology* (Kegan Paul, 1899, 3s. 6d. net).

——— *Chronicles concerning Early Babylonian Kings, including a Record of the Early History of the Kassites* (2 vols., Luzac, 1907, 17s. net).

LAYARD, A. H. *Nineveh and its Remains* (first published 1849, Murray, 3rd ed., 1867, 36s.).

MASPERO, SIR G. *Life in Ancient Egypt and Assyria* (*see* EGYPT, p. 660).

PERROT and CHIPIEZ. *History of Art in Chaldea and Assyria* (Chapman and Hall, 1884, 42s.).

RAGOZIN, MME. Z. *Chaldea; to Rise of Assyria* (Unwin, Story of the Nations, 1887, 5s.).

——— *Assyria* (Unwin, Story of the Nations, 1891, 5s.).

——— *Media, Babylonia, and Persia* (*see* PERSIA, p. 663).

ROGERS, R. W. *History of Babylonia and Assyria* (Luzac, 1901, 20s. net).

SAYCE, A. H. *Hibbert Lectures on Babylonian and Assyrian Religions* (Williams and Norgate, 1887, 1898, 3s. 6d.).

——— *Babylonians and Assyrians: Life and Customs* (Nimmo, 1900, 5s. net).

——— *Religions of Ancient Egypt and Babylonia* (*see* EGYPT, p. 660).

SMITH, G. *Assyrian Discoveries* (Nineveh) (Sampson Low, 1876, 18s.).

THE HAMMURABI CODE

The Hammurabi Code. Edited by C. Edwards (Rational Press Association, 1904, 2s. 6d. net).

COOK, S. A. *Law of Moses and the Code of Hammurabi* (Black, 1903, 6s. net).

KING, L. W. (tr.). *The Code of Hammurabi* (Williams and Norgate, 1903).

(*b*) SYRIA AND PALESTINE, THE HITTITES, PHŒNICIANS, ETC.

BEVAN, E. R. *The House of Seleucus* (2 vols., Arnold, 1902, 30s. net).

CONDER, C. R. *The Hittites and their Language* (Blackwood, 1898, 7s. 6d.).

Many of CONDER'S *works on Syria, etc., are published by the Palestine Exploration Fund.*

DRIVER, S. R. *Modern Research as illustrating the Bible* (British Academy, Clarendon Press, 1909, 3s. net).

GARSTANG, J. *The Land of the Hittites* (Constable, 1910, 12s. 6d. net).

HILPRECHT, H. V. *Explorations in Bible Lands* (Clark, 1903, 12s. 6d. net).

NIEBUHR, C. *The Tell El Amarna Period: Relations of Egypt and Western Asia in the Fifteenth Century* B.C. (Nutt, 1901, 1s. 6d.).

PATON, L. B. *Early History of Syria and Palestine* (Nimmo, 1902, 5s. net).

PERROT and CHIPIEZ. *History of Art in Sardinia, Judea, Syria, and Asia Minor* (2 vols., Chapman and Hall, 1890, 36s.).

——— *History of Art in Phœnicia and Cyprus* (2 vols., Chapman and Hall, 1885, 42s.).

PETRIE, W. M. F. *Syria and Egypt from the Tell El Amarna Letters* (Methuen, 1898, 2s. 6d.).

RAWLINSON, G. *Phœnicia* (Unwin, Story of the Nations, 1889, 5s.).

SAYCE, A. H. *The Hittites* (Religious Tract Society, 1888, 2s.; later ed. 1903).

(*c*) THE HEBREWS

(*For* Israel in Egypt *see* EGYPT, *under* PETRIE, SAYCE, *etc.*, p. 6[illegible]0.)

CORNILL, C. H. *History of the People of Israel to Destruction of Jerusalem* (tr.) (Kegan Paul, 1898, 7s. 6d.).

HOSMER, J. K. *The Jews, in Ancient, Mediæval, and Modern Times* (Unwin, Story of the Nations, 1888, 5s.).

JOSEPHUS (1st cent. A.D.). *History of the Jews* (tr.) (Routledge, 1875, 3s. 6d.).

KENT, C. F. *The Founders and Rulers of United Israel, from the Death of Moses to the Division of the Hebrew Kingdom* (Hodder and Stoughton, 1909, 5s. net).

KITTEL, R. *A History of the Hebrews* (to Babylonian Exile) (2 vols., Williams and Norgate, 1896, 10s. 6d.).

MORRISON, W. D. *The Jews under Roman Rule* (Unwin, Story of the Nations, 1890, 5s.).

OTTLEY, R. L. *A Short History of the Hebrews to the Roman Period* (Camb. Univ. Press, 1901, 5s.).

PETRIE, W. M. F. *Researches in Sinai* (Murray, 1906, 21s. net).

SAYCE, A. H. *Early History of the Hebrews* (Rivingtons, 1897, 8s. 6d.).

——— *Early Israel* (Service, 1898, 6s.).

Sayce, A. H. *Patriarchal Palestine* (S.P.C.K., 1895, 4s.).
Streane, A. W. *The Age of the Maccabees, with Special Reference to the Religious Literature of the Period* (Eyre and Spottiswoode, 1898, 6s.).
Wellhausen, J. *Sketch of the History of Israel and Judah* (tr.) (Black, 3rd ed., 1891, 5s.).

(d) PERSIA, MEDIA, PARTHIA

Perrot and Chipiez. *History of Art in Persia* (Chapman and Hall, 1892, 21s.).
Ragozin, Mme. Z. *Media, Babylonia, and Persia, to* 490 B.C. (Unwin, Story of the Nations, 1889, 5s.).
Rawlinson, G. *The Seventh Great Oriental Monarchy: or, Geography, History, and Antiquities of the Sassanian or New Persian Empire* (Longmans, 1876, 28s.).
——— *Parthia* (Unwin, Story of the Nations, 1893, 5s.).

(e) ASIA MINOR

Perrot and Chipiez. *History of Art in Phrygia, Lydia, Caria, and Lycia* (Chapman and Hall, 1892, 15s.).
Ramsay, Sir W. M. *Historical Geography of Asia Minor* (Royal Geog. Soc. Supplementary Papers, 1890). For trade routes.

(f) CHINESE TURKESTAN

Stein, Sir M. A. *Sand-buried Ruins of Khotan* (Unwin, 1903, 21s. net).
——— *Ruins of Desert Cathay* (2 vols., Macmillan, 1912, 42s. net).

کچھ مصنفین کے بارے میں

صاحبزادہ مسعود الحسن خان صابری (1933-2009) نامور مصنف وقانون دان گزرے ہیں۔ دوسو سے زائد کتب ان سے یادگار ہیں جن میں سے 40 کتب تاریخ' سیاسیات' معاشیات' مذہب اور انگریزی ادب کے موضوع پر ہیں۔ مصنف ہذا کو ہندوپاک اور افغانستان میں بحیثیت مورخ امتیازی شہرت حاصل رہی ہے اور کئی زبانوں میں ان کی کتب کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ آپ کو 7 زبانوں پر عبور حاصل تھا اور 7 مضامین میں ایم اے کیا تھا۔ 45 سال سپریم کورٹ میں وکالت کی تھی۔

آپ نے اپنی علمی وراثت اپنے فرزند ڈاکٹر مسعود الحسن خان روہیلہ کو منتقل کی ہے۔ ڈاکٹر مسعود الحسن روہیلہ 40 کے قریب کتب کے مصنف ہیں۔ فلسفہ تاریخ پر پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔ اپنے والد کی طرح شعبہ وکالت سے منسلک ہیں۔ برصغیر اور وسط ایشیاء میں آپ کی کتب کو امتیاز حاصل ہے اور آپ تاریخ ہند' تاریخ اسلام اور افغان تاریخ پر سند تسلیم کئے جاتے ہیں۔

کچھ کتاب کے بارے میں

اردو میں قدیم دنیا کی مختلف تہذیبوں کے حوالے سے الگ الگ موضوعات پر بہت سی کتب موجود ہیں لیکن مجموعی طور پر دنیا کی تاریخ پر بہت کم کتب دستیاب ہیں۔ اس کتاب کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں تاریخ اور تہذیب دونوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ اور پوری دنیا کی تمام چھوٹی بڑی تہذیبوں کو یک جا کر دیا گیا ہے۔ اس طرح سے اردو کے قارئین کو ایک ہی کتاب میں نہ صرف ساری تہذیبوں کی تاریخ مل جاتی ہے بلکہ پڑھنے والے کا تسلسل بھی نہیں ٹوٹتا۔ نیز مختلف تہذیبوں کے درمیان قائم روابط کو سمجھنے میں بھی اس کتاب سے بہت مدد ملتی ہے۔ کتاب میں موجود نقشہ جات اور تصاویر سے پڑھنے والے کی آنکھوں کے سامنے گویا ایک فلم چلنے لگتی ہے۔ کتاب کا سادہ حجم اور آسان زبان قاری کو بور نہیں ہونے دیتے۔ اردو میں قدیم دنیا پر اتنی جامع کتاب اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آئی۔

بک فورٹ
ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز
فون: 03004931320